فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ :

تو تم لوگ اہل ذکر سے پوچھ لو، اگر تم خود نہیں جانتے ہو۔ (النحل 43)

ایمانیات وعقائد سے متعلقا کابر علماء کرام کے فتاوی سے

ماخوذ 187 سوالات کا مدلل مجموعہ!

منتخب فتاوی

ایمانیات، عقائد، بدعات ورسومات

جمع وترتیب؛

مفتی ابوصہیب نثار عفی عنہ

فہرستِ موضوعات

تمہید	14
عقائد و اِیمانیات	15
اِیمان و اِسلام کے لغوی اور شرعی معنی کیا ہیں؟	15
ایمان وعقائد میں کیا فرق ہے؟	22
"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ الخ" سے کون سا ایمان مراد ہے؟	22
ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟	22
اسلام میں داخل ہونے کے کیا شرائط ہیں؟	22
دین پر پوری طرح عمل لازم ہے:	22
نجات کا دارومدار اعمال پر ہے یا عقائد پر؟	22
ایمان کی طاقت کو اللہ کی طاقت سے زیادہ کہنا؟	22
کیا اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود ماننا شرک ہے؟	22
بیداری کی حالت میں خدا کو کس نے دیکھا ہے؟	22
کیا نبی کو اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شریک کیا جاسکتا ہے؟	22
انسان، فرشتہ اور جن کے علاوہ کون سی مخلوق مکلف ہے؟	22
کلام اللہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟	22
اللہ کے نزدیک حضور زیادہ محبوب ہیں یا دین اسلام؟	22
کیا اللہ کے دین کے مقابلہ میں شخصیات یا نبی کی کوئی حیثیت نہیں؟	22
عصمتِ انبیاء کا ثبوت قرآن وحدیث سے:	24
عصمتِ صبی اور عصمتِ نبی میں کیا فرق ہے؟	25

انبیاء علیہم السلام کو"بڑے بھائی" کہنے کا مطلب؟	27
اُمتیوں کو بھائی کہنے والی روایت بیان کرنے والے کو گستاخِ رسول کہنا؟	29
حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنا؟	30
"رحمۃ اللہ للعالمین" حضور ﷺ کی صفتِ خاصہ ہے؛	31
کیا نماز میں حضور ﷺ خیال آنا مفسدِ صلوٰۃ ہے؟	32
عقیدۂ حیات النبی؛	33
کیا حضور ﷺ اپنے ہر امتی کی مدد کے لئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں؟	35
روضۂ اقدس پر دوسروں کا سلام پہنچانے کا کیا حکم ہے؟	36
حضور علیہ السلام کے لئے "وسیلہ" کی دعا کرنا؛	37
معجزۂ شق القمر (چاند کا ٹکڑے ہونا)	38
تقدیر کی کتنی قسمیں ہیں؟	39
تقدیر کا انکار کرنا؛	42
"ہر کام اللہ کے حکم اور مرضی سے ہوتا ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟	44
کسی کا کام بگڑنے پر کہنا کہ اس نے اپنی قسمت خود خراب کی ہے؟	45
روح کی حقیقت؛	46
انتقال کے بعد روح کے دنیا میں واپس آنے کا عقیدہ	47
مرنے کے بعد دنیا میں دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ رکھنا؟	48

۱۳ ار شعبان کو روحیں اکھٹی ہونے کا عقیدہ رکھنا؛	49
مرنے کے بعد عذاب اور ثواب بدن پر ہوگا یا رُوح پر؟	50
عالم برزخ کہاں ہے؟ اور علیین و سجین کسے کہتے ہیں؟	50
برزخی زندگی کا مدار قبر پر نہیں ہے؛	51
کیا رمضان میں وفات پانے والے سے برزخ کا عذاب تا قیامت ختم کر دیا جاتا ہے؟	53
جمعہ کے دن وفات پانے والوں کے لئے فضیلت؛	54
فاسق و فاجر مسلمان اگر جمعہ کے دن مر جائے تو عذابِ قبر ہوگا یا نہیں؟	56
غیر مسلم بچوں کا مرنے کے بعد کیا حشر ہوگا؟	56
قیامت قائم ہونے پر جب آسمان بھی ٹوٹ جائے گا تو عرش کہاں قائم ہوگا؟	58
کیا جنت اور جہنم آج بھی اُسی صفت پر قائم ہیں جس پر قیامت کے دن ہوں گے؟	59
عقیدۂ شفاعت؛	60
اولیاء اللہ کو متصرف ماننا درست نہیں؛	62
بزرگوں کو اپنی قبروں میں متصرف سمجھنا؛	64
کیا اولیاء اللہ اپنی قبروں میں اَجسام کے ساتھ زندہ ہیں؟	66
اَنبیاء، صحابہ اور اَولیاء کی قبروں پر جا کر دعا کی درخواست کرنا؛	66
حضور پاک علیہ السلام اور بزرگوں کے وسیلہ سے دعا کرنا؛	68

دعاؤں میں توسل اور عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛	69
شفاء کے عقیدے سے ریکارڈنگ پر قرآنی آیات سننا؛	71
کیا فاسق وفاجر کی مغفرت نہ ہوگی؟	72
کیا خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟	73
کیا محض کفریہ خیالات آنے کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے؟	74
کافروں کو دنیا میں تکلیف کیوں نہیں؟	75
کتب سماویہ پر ایمان کی کیفیت؛	76
چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے؛	76
(۴) ایمان کیلئے فقط توحید ورسالت کا اقرار کافی ہے؟	77
(۵) نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت؛	78
مرتد کے مسلمان ہوجانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم؛	79
قریب المرگ شخص کا حکم؛	80
غرغرہ اور قریب المرگ شخص سے متعلق حکم؛	80
غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم؛	81
مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا؛	82
زندیق کی تعریف؛	84
ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب؛	85

جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا؛	85
اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار؛	86
گھر میں نحوست کا عقیدہ؟	87
عصر کی نماز کے بعد گھر میں جھاڑو لگانے سے برکت ختم ہونے کا عقیدہ رکھنا؟	87
کیا دو عیدوں کے درمیان نکاح غلط ہے؟	88
صفر کے مہینے کو برا سمجھنا اور اس میں نکاح کرنے سے باز رہنا؟	89
بدھ کے دن ناخن کاٹنے سے برص کی بیماری کا عقیدہ رکھنا؟	90
کھاتے وقت زبان یا گال کٹ جانے پر یہ سمجھنا کہ کسی برائی کا نتیجہ ہے؟	90
داڑھی کا مذاق بنانے والے کا کیا حکم ہے؟	91
اہلِ بیت سے محبت رکھنا اہلِ ایمان کی شان ہے؛	92
یزید کو کافر اور جہنمی سمجھنا؟	92
کافر کو کافر کہنا؟	93
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو مؤمن نہ ماننا؟	93
خواجہ ابو طالب کو کافر کہنے والے پر تنقید کرنا؟	94
کفریہ وشرکیہ کلمات اور اَعمال	97
شرک کی تعریف؛	97
شدتِ غم کی حالت میں اللہ کا شکوہ کرنا؛	97

’’میں اسلام کو نہیں مانتی‘‘ کیا یہ کفریہ جملہ ہے؟	98
غصہ کی حالت میں یہ کہنا کہ ’’میں قرآن کو نہیں مانتی‘‘	99
’’میں نماز نہیں پڑھوں گی‘‘ کہنے کا حکم	100
’’ہم نہیں جانتے شریعت اور مفتی کو، ہم تو اپنے باپ کی وصیت کو جانتے ہیں‘‘ کہنے والے کا حکم؛	101
’’اوپر اللہ نیچے آپ کا سہارا‘‘ کہنا	102
مسجد کی توہین کرنے والے کا حکم؟	103
نماز کی شکل کا انکار کرنا، اور حیض کو پاک جاننا؟	104
علماء اور اہل مدارس کو ’’بھک منگے‘‘ اور ’’شیطان کی ذریت‘‘ کہنا؟	105
مسلمان بیوی کو کہنا کہ ’’تو ابولہب کی بیوی سے کم نہیں‘‘	106
کسی مفتی کے فتویٰ کا انکار کرنا؛	106
قرآن کی آیت کا انکار کرنا اور اس کی سزا	107
قرآنِ کریم کا مذاق اڑانا؟	108
جو یہ کہے کہ قرآنِ مجید کچھ نہیں؟	108
قرآن میں تبدیلی کا نظریہ رکھنا اور اس کی آیت میں شک کرنا؛	109
توحید و رسالت اور قرآن سے متعلق بعض کفریہ عقائد؛	111
معوذتین کو خارج از قرآن ماننا؟	113
دینی مسائل اور نماز کا استہزاء؛	114
’’مصطفی بن کر خدا خود آیا ہے آمنہ کے آنگن میں‘‘	115

حضرات خلفاء راشدینؓ کو برا کہنے والے کا حکم:	116
دورِ نبوت کے واقعات کی فرضی تصاویر کے ذریعہ فلم بنانا؟	117
کیا سود کو جائز کہنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟	117
کسی مسلمان کو کافر کہنا:	118
عورت کو "پیر کی جوتی" کہنا:	119
بدعات و رسومات	119
بدعت کی تعریف کیا ہے؟	119
کسی عمل پر بدعت کا اطلاق کب ہوتا ہے؟	120
سنت اور بدعت میں کیا فرق ہے؟	121
بدعتی شخص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟	122
حضور علیہ السلام کا نام آنے پر انگوٹھا چومنا؟	124
نمازوں کے بعد سنت سمجھ کر مصافحہ کرنا؟	125
مخصوص ایام کی رسومات	126
محرم کے مہینے میں ہونے والی بدعات:	126
محرم کو غم کا مہینہ سمجھنا؟	127
محرم کے مہینہ میں خواتین کا زینت ترک کرنا اور شادی بیاہ کو منحوس سمجھنا؟	128
عید میلاد النبی کے دن کیا سنت ہے اور کیا بدعت؟	128
ر ربیع الاول کو حضور ا کے لئے ایصالِ ثواب کرنا اور گیارھویں شریف منانا؟	129
۱۲ ربیع الاول کو سرکار ا کا جشن ولادت منانا؟	130

اسلام میں پیدائش اور وفات کے دن خوشی یا غم منانا جائز نہیں؛	132
۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادق (رض) کی ولادت کے نام سے کونڈے کرنا؟	132
شب برأت میں عبادت کی شرعی حیثیت؟	134
شب برأت کی فضیلت سے متعلق احادیث کا حکم؛	136
شب برأت میں اجتماعی طور پر قبرستان جانا؟	137
کیا شب برأت میں حضور ا تنہا قبرستان تشریف لے گئے تھے یا صحابہ کو بھی ترغیب دی تھی؟	137
لیلۃ القدر میں مسجد کو سجانا؟	138
۲۷/رمضان کو چندہ کر کے کھانا اور چاول پکانا؟	139
طاق راتوں میں تداعی کے ساتھ اجتماعی دعا کا اہتمام کرنا؟	140
ہر مہینہ کی ۱۱/تاریخ کو شیخ عبدالقادر جیلانی کی نیاز پڑھنا؟	140
حمل کے ساتویں مہینے میں "گود بھرائی" کی رسم؟	141
مروجہ میلاد کے سدباب کے لئے ایک اہم مضمون؛	142
مجلس میلاد میں حضور ا کے تشریف لانے کا عقیدہ رکھ کر میلاد پڑھنا؟	146
مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر میلاد پڑھنا اور غیر مسلم ناپاک بچوں کا مسجد میں آنا؟	147
میت اور ایصالِ ثواب کے متعلق بدعات و رسومات	148

متوفیہ عورت کو لال دوپٹہ پہنانا؛	148
میت کی چارپائی اٹھ جانے کے بعد عورتوں کا اجتماعی دعا کرنا؟	148
شوہر کا جنازہ قبرستان لے جانے کے بعد بیوی کو نہلانے کی رسم؟	149
شوہر کے انتقال کے وقت بیوی کا زیور اتارنا اور چوڑی توڑنا؛	149
مرنے کے بعد مردے کو تولنے کی رسم؛	150
مردہ کے غسل میں استعمال شدہ پانی گڑھے میں جمع کرنا؟	151
جنازہ کے ساتھ میٹھے چاول پکا کر لے جانا؟	151
میت کی تدفین کے بعد مسجد میں جمع ہو کر مغفرت کے لئے اجتماعی دعا کرنا؟	152
فاتحہ لگانا اور اگربتی جلانا کیوں منع ہے؟	153
انتقال کے بعد مروجہ دعوت طعام کا شرعی حکم؛	153
تیجہ، دسواں، چالیسواں نہ کرنے والے پر طعن و تشنیع کرنا؟	155
والدین کے لئے سالانہ فاتحہ؛	156
ایصالِ ثواب کس عمل سے کریں؟	156
قرآن خوانی کا سنت طریقہ کیا ہے؟	157
قرآن خوانی میں دو بچوں کا ایک ایک صفحہ پڑھ کر پارہ ختم کرنا؟	158

عزیز و اقارب کے لئے ایصالِ ثواب کا طریقہ:	158
ایصالِ ثواب میں ساری اُمت کو شریک کرنا؟	160
مرحومین کو اجتماعی قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا؟	161
حصولِ برکت یا ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا؟	162
ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ یونس پڑھنا اور ختم خواجگان کرنا؟	162
میت کو نفلی روزہ اور حج کا ثواب پہنچانا؟	163
مرنے والے کی طرف سے چالیس دن کھانا کھلانا:	164
ایصالِ ثواب کے لئے مدرسہ میں قرآن خوانی کرانا؟	164
مروجہ فاتحہ خوانی کا حکم اور بارات کو مدرسہ میں ٹھہرانا؟	165
میت کے گھر جا کر دعا کرنے کو لازم سمجھنا؟	166
نذر اور نیاز	166
نیاز دلانا صحیح ہے یا نہیں؟	166
نیاز والا کھانا کیسا ہے؟	167
گیارھویں کی نیاز کرنا کیسا ہے؟	167
کیا گیارھویں کی نیاز کا کھانا ما اُہل لغیر اللہ میں داخل ہے؟	168
کھانے کی چیز کو سامنے رکھ کر نیاز کرنا اور فاتحہ دینا؟	168
پیر کے نام جانور چھوڑنا اور اس کے گوشت کا حکم	169
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے دن چندہ کر کے بکرا ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا؟	170

نذر ونیاز اور صدقات کا گوشت طلبہ کی خوراک میں صرف کرنا؟	171
مزارات اور قبروں سے متعلق بدعات ورسومات	173
قبر کے اوپر اذان دینے سے متعلق ایک بدعتی کی تحقیق، اور علماء دیوبند کا موقف؛	173
قبر پر اذان دینے کے لئے بخاری ومسلم کی حدیث سے استدلال؟	177
قبر پر اذان دینے سے مردہ کو سوال جواب میں آسانی ہونے کا عقیدہ رکھنا؟	177
عرس کرنا اور قبروں پر چادر چڑھانا؟	178
مزار پر سجدہ کرنا اور چادر چومنا؟	179
قبروں پر پھول چڑھانا؟	179
قبروں پر موم بتی اگر بتی جلانا؟	180
مزارات پر بیٹھ کر تلاوت کرنا؟	181
شیطان اور جنات کے اثرات زائل ہونے کے یقین سے مزارات پر جانا؟	181
بزرگوں کے مزارات پر کتبہ لگانا؟	182
قبرستان میں ناچ، گانا، قوالی اور قضاء حاجت وغیرہ کا حکم؟	183
قبر میں عہدنامہ رکھنا	184
تیسرے دن قبر کی زیارت اور ایصالِ ثواب پر ملا علی قاریؒ کی کتاب سے استدلال کرنا؟	184

مزار پر جا کر پیروں سے مانگنا؟	185
بزرگوں کے نام پر عرس منانا:	186
مزاروں پر جا کر مردوں کے وسیلے سے منت مانگنا؟	186
قبر کے سامنے جھک کر سلام کرنا اور مزار کو چومنا؟	187
متفرقات	188
درود تاج پڑھنا:	188
تکبیر میں شہادتین تک بیٹھے رہنے کو لازم سمجھنا بدعت ہے:	189
ربن کاٹ کر دوکان وغیرہ کا افتتاح کرنا؟	189
مسجد کے طاق اور محراب میں مٹھائی رکھنا؟	190
واجب الاکرام شخص کی قدم بوسی کرنا؟	191

تمهید

الحمدلله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین، نبینا محمد وعلی آله وصحبه أجمعین، والتابعین لهم بإحسان إلی یوم الدین وبعد:

اکابر علماء کی کتب فتاوی کے مطالعہ کے دوران موضوع سے متعلق جو بھی بات نظر سے گزری عادت کے مطابق اس کو نوٹ کرتا گیا، خیال یہی تھا کہ ایمانیات اور عقائد سے متعلق آسان انداز میں اکابر علماء کے فتاوی کا ایک مختصر سا مجموعہ ترتیب دیا جائے بس اسی کے پیش نظر یہ مجموعہ آپ کے سامنے ہے۔

مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

کتاب النوازل، احسن الفتاوی، فتاوی محمودیہ، فتاوی قاسمیہ، فتاوی دارالعلوم دیوبند، کفایت المفتی، فتاوی رحیمیہ، فتاوی حقانیہ، فتاوی فریدیہ، فتاوی عثمانی وغیرہ۔

اللہ تبارک وتعالی تمام اکابر علماء کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلائے، اور یہ مجموعہ ہم سب کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔

مفتی ابوصہیب نثار عفی عنہ

1445ھ

2024ء

عقائد وایمانیات

اِیمان واِسلام کے لغوی اور شرعی معنی کیا ہیں؟

سوال: (1)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صحیح بخاری "باب سوال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ال اِیمان وال اِسلام" کے تحت حدیث جبرئیل میں ایمان اور اسلام کے لغوی اور شرعی معنی کیا ہیں؟ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو "أخبرني" صیغۂ امر استعمال کیا ہے، یہ خلافِ ادب تو نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

ایمان کے لغوی معنی تصدیق یعنی کسی خبر کے حکم پر یقین کرنے کے ہیں، اور شرعی معنی دل سے ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا ہے جو نبی کریم اسے لے کر دنیا میں تشریف لائے۔

الإيمان في اللغة التصديق، وفي الشرع التصديق بما جاء به النبي صلى اللّٰه عليه وسلم من عند اللّٰه۔ (شرح عقائد ۱۲۰)

اور اسلام کے لغوی معنی ماننے اور تابع داری کرنے کے ہیں، اور شریعت میں کلمہ شہادت کا اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرماں بردار بن کر اس کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے باز رہنے کا نام اسلام ہے۔

فنقول الاسلام في اللغة الإنقياد والإذعان، وفي الشريعة الإنقياد للّٰه بقبول رسوله عليه السلام بالتلفظ بكلمتي الشهادة والإتيان بالواجبات والإنتهاء عن المنكرات كما دل عليه جواب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم۔ (عمدة القاري ۱/۱۰۹)

اور حدیث شریف میں "أخبرني"، فعل امر حکم کے معنی میں نہیں؛ بلکہ استدعاء کے لئے ہے؛ لہٰذا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے منافی نہیں ہے۔

أخبرني أي علمني وصيغة الأمر للاستدعاء لما تقرر أن الرسول أفضل من الملائكة العلوية۔ (مرقاة قديم ۱/۴۵، امداديه پاكستان ۱/۵۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایمان وعقائد میں کیا فرق ہے؟

سوال:(2)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ایمان وعقائد میں کیا فرق ہے؟ ایمان کامل کیسے ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

ایمان دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے، اِسی کو عرف میں عقیدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور ایمانِ کامل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی تمام ایمانیات پر یقین کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تقاضوں پر عمل بھی کرے، یعنی تمام مامورات کو حتی الوسع بجالائے اور منہیات سے بچے۔

العقیدة: . . . ماعقد علیه القلب و اطمأن إلیه۔ (معجم لغة الفقهاء ۳۱۸)

الإیمان لغة :هو عبارة عن تصدیق کلام أحد تصدیقاً جازمًا ثقة به، و اصطلاحاً :هو التصدیق بکل ما أخبر به الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم تصدیقًا محضًا بغیر مشاهدة، ثقةً به و یقینًا علیه۔ (الأحادیث المنتخبة في الصفات الست للدعوة إلی اللّٰہ تعالیٰ ا للشیخ محمد یوسف الکاندهلوی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

"لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ الخ" سے کون سا ایمان مراد ہے؟

سوال (3):۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے) سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ کیفیت آدمی کے اندر پیدا نہ ہو، تو کیا ایمان معتبر نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

حدیث : "لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" میں نفس ایمان کی نفی نہیں ہے؛ بلکہ کمالِ ایمان کی نفی ہے؛ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص یہ کیفیت اپنے اندر نہ پائے تو وہ کمالِ ایمان کی ایک علامت سے

محروم ہے؛ البتہ نفس ایمان سے اسے محروم قرار نہیں دیا جائے گا۔

والمراد بالنفي كمال الإيمان، فإن قيل: فيلزم أن يكون من حصلت له هذه الخصلة مؤمناً كاملاً، وإن لم يأت ببقية الأركان، أجيب بأن هذا ورد مورد المبالغة، وقد صرح ابن حبان من رواية ابن أبي عدي عن حسين المعلم بالمراد ولفظه: "لا يبلغ عبد حقيقةَ الإيمان"، ومعنى الحقيقة هنا: الكمال، ضرورة أن من لم يتصف بهذه الصفة لا يكون كافراً۔ (فتح الباري، كتاب الإيمان/باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه، ١/٧٩ رقم: ١٣، فتح الملهم، كتاب الإيمان/باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم مايحب لنفسه من الخير ١/٢٢٢، رقم ٤٥)

"لا يؤمن أحدكم" إيماناً كاملاً فالمراد بنفيه هنا نفي بلوغ حقيقته ونهايته من قبيل خبر "لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن"۔ (فيض القدير بيروت ٦/٥٤٤ تحت رقم: ٩٩٤٠)

قال العلماء رحمهم الله: معناه لا يؤمن الإيمان التام، وإلا فأصل الإيمان يحصل لمن لم يكن بهذه الصفة، والمراد يحب لأخيه من الطاعات والأشياء المباحات، ويدل عليه ما جاء في رواية النسائي في هذا الحديث: "حتى يحب لأخيه من الخير مايحب لنفسه"... إذ معناه لا يكمُل إيمان أحدكم حتى يحب لأخيه في الإسلام مثل مايحب لنفسه۔ (المنهاج في شرح صحيح مسلم للنووي مكمل: كتاب الإيمان/باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه من الخير ١٢٢، رقم: ٤٥ بيروت، نعمة المنعم ١/٢٧٧ البدر ديوبند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

سوال)4(:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایمان مخلوق ہے یا نہیں؟ اس میں اقوال علماء دین کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ایمان بھی منجملہ مخلوقات خداوندی میں سے ہے، ائمہ سمرقند کا موقف یہی ہے اس کے برخلاف ائمہ بخاریٰ سے منقول ہے کہ وہ ایمان کو غیر مخلوق مانتے ہیں؛ لیکن دراصل یہ اختلاف ایمان کی تعریف کے

اعتبار سے ہے، ائمۂ بخاری ایمان کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں یہ اللہ کی صفت ہونے کی وجہ سے غیر مخلوق قرار پائے گی، جبکہ ائمۂ سمرقند ایمان کو بندہ کا فعل قرار دیتے ہیں، تو اس اعتبار سے وہ یقیناً مخلوق ہے، تو یہ اختلاف ایمان کی حقیقت میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

الإيمان غير مخلوق عند أئمة بخارىٰ، وعند أئمة سمرقند مخلوق، وقيل: الاختلاف بينهم في الحقيقة؛ لأن البخاريين قالوا: الإيمان هداية الرب لعبده إلى معرفته، وذلك غير مخلوق. والسمرقنديين قالوا: الإيمان فعل العبد، وإنه مخلوق. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۸/۴ رقم: ۲۷۸۴۹ زكريا، ومثله في الفقه الأكبر ۲۴۴)

قال في شرح العقائد النسفية: والله تعالىٰ خالق أفعال العباد كلها من الكفر والإيمان والطاعة والعصيان لا كما زعمت المعتزلة أن العبد خالق لأفعاله. (شرح عقائد مع النبراس ۱۷۰) فقط والله تعالىٰ اعلم

اسلام میں داخل ہونے کے کیا شرائط ہیں؟

سوال (5):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی ہندو شخص کو اسلام قبول کرنا ہو تو اس کو اسلام کے کن کن شرائط کو عمل میں لانا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہے اس کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے، اور اسلام کے تمام عقائد کی تصدیق کرے اور کفر وشرک کے تمام شعائر سے اظہار برأت کرے، بہتر ہے کہ اسلام لانے سے پہلے غسل کر کے اچھی طرح طہارت حاصل کرلے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱/ ۲۰۲)

عن خليفة بن حصين عن جده قيس بن عاصم قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم أريد الإسلام فأمرني أن اغتسل بماء وسدر. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة/ باب رجل يسلم فيؤمر بالغسل ۱/ ۵۱، رقم ۳۵۵)

وإسلامه أن يأتي بكلمة الشهادة ويتبرأ عن الأديان كلها سوى الإسلام. (الفتاوىٰ الهنديه، كتاب السير/ الباب التاسع في أحكام المرتدين ۲/ ۲۵۳، البحر الرائق، كتاب السير/ باب أحكام المرتدين ۵/ ۲۱۶ رشيديه، ۵/ ۷۴ كوئٹه) فقط والله تعالىٰ اعلم

دین پر پوری طرح عمل لازم ہے؟

سوال (6:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کیا دین پر بس ایک حد تک رہنے کا نام ہے؟ کیا اس کو اپنی زندگی میں اتارنا بے وقوفی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

اسلام کی نظر میں دین زندگی کے لئے لازم و ملزوم ہے، بس انسان کے لئے ضروری ہے کہ پیدائش سے لے کر موت تک اس کا ہر عمل شریعتِ محمدی کے مطابق ہو۔ معاشرت، سیاست، تجارت الغرض ہر موڑ پر شرعی رہنمائی کی پاس داری لازم ہے، اور جو شخص دین کو زندگی میں اتارنے کو بے وقوفی کہتا ہے وہ خود بے وقوفی میں مبتلا ہے، اور قرآنِ پاک کی ہدایت کے برخلاف نظریہ رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا : {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ، إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ} [البقرۃ ۲۰۸ :] اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو؛ کیوں کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

نیز ایک دوسری آیت میں تمام اہل ایمان کو اللہ کے رنگ میں رنگنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس رنگ کو سب سے بہترین رنگ قرار دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کا رنگ یہی شریعتِ محمدی ہے جس کے اثرات ہر مؤمن کی نقل و حرکت سے عیاں (ظاہر) ہونے چاہئے۔

قال اللہ تعالیٰ : {صِبْغَةَ اللّٰهِ، وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً، وَنَحْنُ لَهُ عٰبِدُوْنَ} [البقرۃ : ۱۳۸] فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

نجات کا دار و مدار اعمال پر ہے یا عقائد پر؟

سوال (7:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : شریعت میں نجات کا دار و مدار اعمال پر ہے یا عقائد پر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

دین کے بنیادی عقائد پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا، اگرچہ اس کے اعمال دیکھنے میں کتنے اچھے کیوں نہ ہوں، اور اگر عقائد درست ہوں؛ لیکن عمل خراب ہو تو انجام کار جنت میں داخلہ تو مل جائے گا؛ لیکن عمل میں کوتاہی کی وجہ سے سزا بھگتنی پڑ سکتی ہے۔

{اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ} [المائدة :۷۲]

إن الإيمان في كلام الشارع قد جاء بمعنى أصل الإيمان، وهو الذي لا يعتبر فيه كونه مقرونا بالعمل -إلى قوله- فإن الإيمان المنجي من دخول النار هو الثاني باتفاق جميع المسلمين، والإيمان المنجي من الخلود في النار هو الأول باتفاق أهل السنة. (عمدة القاري بيروت ۱/۱۰۴)

إن مذهب أهل السنة وما عليه أهل الحق من السلف والخلف أن من مات موحداً دخل الجنة قطعاً -إلى قوله- فلا يخلد في النار أحد مات على التوحيد ولو عمل من المعاصي ما عمل كما أنه لا يدخل الجنة أحد مات على الكفر ولو عمل من أعمال البر ما عمل. (شرح النووي على مسلم ۱/۴۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایمان کی طاقت کو اللہ کی طاقت سے زیادہ کہنا؟

سوال:(8)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : زید نے بیان کے درمیان یہ لفظ بولا کہ "ایمان کی طاقت اللہ کی طاقت سے زیادہ ہے"، اور یہ لفظ قصداً بولا، تو کیا حکم ہے؟ یا سہواً بولا تو کیا حکم ہے؟ زید نے یہ الفاظ جو استعمال کئے ہیں آدھا گھنٹہ بیان ایمان پر کیا ہے، پھر یہ الفاظ استعمال کئے اور کئی بار بولا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اب زید کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

زید کا یہ کہنا کہ "ایمان کی طاقت اللہ کی طاقت سے زیادہ ہے" محض جہالت ہے؛ اس لئے کہ ایمان اللہ کا ایک امر ہے، اور قدرت خداوندی کے ماتحت ہے اور جو چیز ماتحت ہو وہ اصل سے زیادہ طاقت ور کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے زید پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور آئندہ ایسے کلمات زبان سے نہ نکالے اور احتیاطاً نکاح کی تجدید کرے۔

{يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا} [النساء :۱۳۶]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال :إن وفد عبد القيس أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم... فأمرهم بالإيمان بالله وحده، وقال :أتدرون ما الإيمان بالله؟ قالوا :الله ورسوله أعلم، قال :شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة، وصوم رمضان، وأن تؤدوا خمسا من المغنم. (صحيح مسلم، الإيمان / باب الأمر بالإيمان بالله تعالىٰ ورسوله رقم :۲۴)

النکاح فھو لا شک فیہ احتیاطا خصوصا فی حق المحج الأرذال الذین یشتمون بھذہ الکلمۃ۔(شامی زکریا ۶/۳۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود ماننا شرک ہے؟

سوال(۹):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : سعودی عرب میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر جگہ موجود سمجھنا شرک ہے، صرف اوپر رہنے کا یقین ضروری ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ ''ناظر'' تو ٹھیک ہے مگر ''حاضر'' کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جسم وجسمیات سے پوری طرح منزہ اور بالاتر ہیں، حاضر وناظر کا یہ مطلب نکالنا کہ جس طریقہ سے ہمارے کہیں موجود ہونے کے لئے جسم کا وجود ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے جسم وجثہ کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے یہ تشریح نامناسب ہے؛ بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر وناظر ہے اور کوئی بھی چیز اس کے علم وقدرت سے باہر نہیں ہے، اور ہمارے عرف میں جو حاضر وناظر بولا جاتا ہے یہ ایک ہی معنی میں ہے یعنی جو ناظر کے معنی ہیں وہی حاضر کے معنی ہیں، اردو میں تعبیرات میں مترادفات کا استعمال عام ہے اس حقیقت کو نظر انداز کر کے ناظر اور حاضر کو الگ الگ معنی میں رکھ کر علماء دیوبند اور علماء حق سے بدگمانی پیدا کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ ہمارے نزدیک بھی حاضر وناظر سے جسمانی وجود مراد نہیں بلکہ اللہ کا علیم وخبیر ہونا مراد ہے اور حاضر وناظر کی تعبیر قرآنی آیات : {وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ} [الحدید ۴ :] اور : {نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ} [ق ۱۶ :] وغیرہ سے ماخوذ ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ : {لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِيْنٍ} [السباء :۳]

{اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ} [آل عمران :۵] {وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ} [إبراهيم :۳۸]

{وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا} [الطلاق :۱۲]

وإنما المراد إحاطة عظمة وسعة وعلم وقدرة (شرح العقيدة الطحاوية ١ ٢٨ قديم)

ولا يتمكّن في مكان؛ لأن التمكن عبارة عن نفوذ بعض في آخر متوهم أو متحقق يسمونه المكان والعبد عبارة عن امتداد قائم بالجسم أو بنفسه عند القائلين بوجود الخلاء والله تعالیٰ منزه عن الامتداد والمقدار لاستلزامه التجزي... الخ۔

ومحمل الكلام وزبدة المرام أن الواجب لا يشبه الممكن، ولا الممكن يشبه الواجب فليس بمحدود ولا معدود ولا متصور ولا متبعض ولا متحيز ولا متركب ولا متناه ولا يوصف بالمائية والماهية ولا بالكيفية من اللون والطعم والرائحة الحرارة والبرودة واليبوسة وغير ذٰلک مما هو من صفات الأجسام، ولا متمكن في مكان لا علو ولا سفل ولا غيرهما ولا يجرى عليه الزمان كما هو يتوهمه المشبهة المجسمة والحلولية۔

(شرح العقائد النسفية ٤٠ - ٣٩، شرح الفقه الأكبر ٣٤-٣٣ دار الكتب العلمية، بيروت)

وجه ذٰلک أن جهة العلم لما كانت أشرف أضيف إليها... والمقصود علو الذات والصفات وليس ذٰلک باعتبار أنه محله أو جهته، تعالیٰ الله عن ذٰلک علوا كبيراً۔ (عمدة القاري ٢٥/ ١١٥) فقط والله تعالیٰ اعلم

بیداری کی حالت میں خدا کو کس نے دیکھا ہے؟

سوال (10:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خدا کی مخلوق میں سے بیداری کی حالت میں خدا کو کسی نے دیکھا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

زمین پر رہتے ہوئے کسی بھی انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار نصیب نہیں ہوا؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر معراج میں آسمانوں پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ کو دیدارِ خداوندی نصیب ہوا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، رویت اور عدم رویت دونوں باتیں مدلل ہیں، اس لئے اس معاملہ میں توقف کرنا چاہئے، اور خواہ مخواہ بحث نہ کرنی چاہئے۔

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ: اختلف السلف في رؤية النبي صلى الله عليه وسلم ربّه فذهبت عائشة وابن مسعود رضي الله عنهما إلى إنكارها، واختلف عن أبي ذر، وذهب جماعةٌ إلى إثباتها وحكى عبد الرزاق عن معمر عن الحسن أنه حلف أن محمداً رأىٰ ربه، وأخرج ابن خزيمة عن عروة بن الزبير إثباتها وكان يشدُّ عليه إذا ذكر له

إنكار عائشة، وبه قال سائر أصحاب ابن عباس رضي اللّٰه عنهما، وجزم به كعب الأحبار والزهري وصاحبه معمر وآخرون وهو قول الأشعري۔ (فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان / باب قول اللّٰه تعالىٰ: لقد رآه نزلة أخرىٰ، وهل رأى النبي ليلة الإسراء ۱/ ۳۲۷)

والحاصل أن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه كان يذهب في ذٰلک إلى أن الذي رآه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم هو جبريل كما ذهبت إلى ذٰلک عائشة۔ (فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان / باب قول اللّٰه تعالىٰ: لقد رآه نزلة أخرىٰ، وهل رأى النبي ليلة الإسراء ۱/ ۳۲۷)

فالحاصل أن الراجح عند أكثر العلماء أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رأى ربه بعيني رأسه ليلة الإسراء لحديث ابن عباس وغيره مما تقدم وإثبات هٰذا لا يأخذونه إلا بالسماع من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم۔ (شرح النووي على مسلم كتاب الإيمان / باب قول اللّٰه تعالىٰ: لقد رآه نزلة أخرىٰ، وهل رأى النبى ليلة الإسراء) وقد رجح القرطبي في المفهم قول الوقف في هٰذه المسئلة وعزاه إلى الجماعة من المحققين وقواه بأنه ليس في الباب دليل قاطع وليست المسألة من العمليات فيكتفي فيها بالأدلة الظنية وإنما هي من المعتقدات فلا يكتفي فيها إلا بالدليل القطعي۔ (نعمة المنعم ۱/ ۴۴۸، المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبي، كتاب الإيمان / باب هل رأى محمد اربه ۱/ ۴۰۳-۴۰۲ بیروت، معارف القرآن ۸/ ۲۰۵ تفسير سورة النجم زكريا قديم، وإتمام البحث في فتح الباري، كتاب التفسير / سورة النجم: ۸/ ۷۸۰) فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم

کیا نبی کو اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شریک کیا جاسکتا ہے؟

سوال (11)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : شرک کرنا کیسا ہے؟ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز میں شریک کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرک؛ عظیم گناہ اور نا قابلِ معافی جرم ہے، کسی نبی کو اللہ کی ذات یا صفاتِ عالیہ میں کسی بھی درجہ میں شریک کرنا قطعاً حرام ہے۔

{اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ} [لقمان: ۱۳]

{اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ}۔[النساء :۴۸] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انسان، فرشتہ اور جن کے علاوہ کون سی مخلوق مکلف ہے؟

سوال(12):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :انسان فرشتہ اور جن کے علاوہ دوسری کوئی مکلف مخلوق ہے یا نہیں، اگر نہ ہو تو انبیاء کرام کس ذات میں شمار کئے جائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

انسان، جنات اور فرشتے سب اطاعتِ خداوندی کے مکلف ہیں اور دیگر مخلوقات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں؛ لیکن جزاء اور سزا کا تعلق صرف انسان اور جنات سے ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں صنفیں فرماں برداری اور نافرمانی دونوں کی صلاحیت رکھتی ہیں، جب کہ فرشتہ اور دیگر مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے بال برابر بھی روگردانی کی صلاحیت نہیں رکھی؛ لہٰذا وہ من جانب اللہ جزاوسزا کے مکلف نہیں ہیں؛ البتہ مخلوقات میں سے اگر کسی مخلوق نے دوسری مخلوق کی حق تلفی یا اس پر ظلم کیا ہوگا، مثلاً کسی جانور نے دوسرے جانور کو ستایا ہوگا تو میدانِ محشر میں اس کو بدلہ دلوا کر پھر سب کو مٹی میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تعلق صنفِ انسان سے ہے؛ لہٰذا وہ بھی بلاشبہ شرعی احکام کے مکلف ہیں۔

{وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا}[بنی اسرائیل :۴۴]

{اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا}[الاحزاب:۷۲]

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ}[الذٰریٰت :۵۶]

{یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ}[الرحمن :۳۳]

وتخصیص الإنسان بالذکر مع أن الجن مکلفون أیضاً وکذٰلک الملائکة علیهم السلام۔(روح المعاني ۱۲/۱۳۹)

فقال ابن عبد البر :الجن عند الجماعة مکلفون۔وروی أبو الشیخ في تفسیره عن مغیث بنسمي قال :مامن شيءٍ إلا وهو یسمع زفیر جهنم إلا الثقلین الذین علیهم الحسابِ والعقابِ۔(فتح الباري ۶/۳۴۶-۳۴۴)

عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال :لتؤدن الحقوق إلی أهلها حتی تقاد الشاة

الجلحاء من الشاة القرناء۔ (سنن الترمذي ٢ /٦٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کلام اللہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

سوال(:13)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کلام اللہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کلام اللہ کے حروف گو کہ مخلوق ہیں؛ لیکن نفس کلام الٰہی جو حروف والفاظ سے مستغنی ہے، قدیم اور غیر مخلوق ہے۔ شرح فقہ اکبر میں تحریر ہے:

ولفظنا بالقرآن مخلوق، وكتابتنا له مخلوقة، وقراءتنا له مخلوقة، والقرآن غير مخلوق... والحروف مخلوقة؛ لأنها أفعال العباد، وكلام اللّٰہ سبحانه وتعالىٰ غير مخلوق؛ لأن الكتابة والحروف والكلمات والآيات كلها آلة القرآن لحاجة العباد إليها، وكلام اللّٰہ تعالىٰ قائم بذاته۔ (شرح الفقه الأكبر ٤٨ بيروت)

القرآن كلام اللّٰہ تعالىٰ غير مخلوق ولا محدث، والمكتوب في المصاحف دال على كلام اللّٰہ تعالىٰ وأنه مخلوق۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٨/٥ رقم: ٢٧٨٥٣ زكريا)

وإن القرآن كلام اللّٰہ، منه بدأ بلا كيفية قولاً، وأنزله على رسوله وحياً، وصدّقه المؤمنون على ذٰلك حقاً، وأيقنوا أنه كلام اللّٰہ تعالىٰ بالحقيقة، ليس بمخلوق ككلامة البرية۔ (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الدمشقي ١٠٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ کے نزدیک حضور زیادہ محبوب ہیں یا دین اسلام؟

سوال(:14)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اللہ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس زیادہ محبوب ہے یا دین اسلام زیادہ محبوب ہے؟ آج کل زیادہ تر ہمارے ساتھیوں کی زبان پر یہ جملے ہیں کہ: ''اللہ کے نزدیک دین زیادہ محبوب ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے؛ اسی لئے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کی خاطر پِٹتے ہوئے دیکھا، مگر دین مٹتے نہیں دیکھا''، اس سلسلہ میں شرعاً کیا فیصلہ ہے؟ عند اللہ دین اسلام زیادہ محبوب ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

سرورِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور دینِ محمدی دونوں لازم ملزوم ہیں، نہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور بغیر دینِ اسلام کے ممکن ہے، اور نہ ہی دینِ اسلام کا تصور بغیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے متصور ہے، بریں بنا یہ سوال ہی مہمل ہے کہ عند اللہ اسلام محبوب ہے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دونوں محبوب و پسندیدہ ہیں۔

اور سوال میں جو جملہ منقول ہے کہ: "اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کی خاطر پٹتے ہوئے دیکھا، مگر دین مٹتے نہیں دیکھا"، یہ تعبیر نہایت جاہلانہ ہے؛ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کو جو بھی تکلیفیں پہنچیں، وہ ان کے لئے رفعِ درجات کا سبب ہیں؛ لہٰذا ایسی تعبیرات سے ہر مسلمان کو احتراز کرنا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالی :{اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ}[آل عمران :١٩]

أخرج الترمذي حديثاً طويلا، قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم :ألا وأنا حبيب اللّٰہ ولا فخر... وأنا أكرم الأولين والآخرين ولا فخر۔ (سنن الترمذي/أبواب المناقب ٢٠٢/٢)

والمعتقد المعتمد أن أفضل الخلق نبينا حبيب الحق، وقد ادعى بعضهم الإجماع على ذلک، فقد قال ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهما :إن اللّٰہ فضّل محمداً على أهل السماء وعلى الأنبياء۔ (شرح الفقه الأكبر ١١٤)

وأفضل الأنبياء محمد صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم لقوله تعالیٰ :{كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ۔ الآية} وعندنا في الاستدلال وجهان:

أحدهما :الإجماع، فهو قول لم يعرف له مخالف من أهل السنة بل من أهل القبلة كلهم۔

ثانيهما :الأحاديث المتظاهرة لقوله صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم :"إن اللّٰہ فضّلني على الأنبياء، وفضّل أمتي على الأمم"۔ (سنن الترمذي) وقوله :"أنا سيد الناس يوم القيامة"۔ (صحيح مسلم) وقوله :"أنا أكرم الأولين والآخرين على اللّٰہ ولا فخر"۔ (سنن الترمذي والدارمي) وقوله :"إذا كان يوم القيامة كنت إمام النبيين وخطيبهم وصاحب شفاعتهم غير فخر"۔ (سنن الترمذي) وأمثالها كثيرة۔ (النبراس، شرح شرحِ العقائد النسفية ٢٨٦ ملتان، بحواله :فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٣٨٦/١) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کیا اللہ کے دین کے مقابلہ میں شخصیات یا نبی کی کوئی حیثیت نہیں؟

سوال(:15)-

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک غیر مقلد شخص نے مسجد میں اجتماع

عام میں بیان کیا اور اس نے بیان اس طرح شروع کیا کہ : ''اللہ کے دین کے مقابلہ میں شخصیات کا کوئی مقام اور حیثیت نہیں، حتی کہ اللہ کے دین کے مقابلہ میں نبی کی بھی کوئی حیثیت نہیں''۔

اور آگے چل کر بیان کے دوران بھی کہا کہ : ''اس دور میں دین کا سب سے بڑا دشمن وہ عابد ہے، جو گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا ہو''۔

اور یہ شخص علماء پر بھی تنقید کرتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اللہ کے دین کے مقابلہ میں شخصیات یا نبی کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

برتقدیر صحت سوال مذکورہ شخص کی بیان کردہ باتیں علی الاطلاق صحیح نہیں ہیں، اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کو معیار حق بنایا ہے، جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ} [الاحزاب ۲۱ :] (یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے)

اور فرمایا:

{قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ} [آل عمران، جزء آیت ۳۱ :] (اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو)

اسی طرح دیگر آیات واحادیثِ طیبہ سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کے لئے عملی نمونہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنتوں کے ساتھ خلفاء راشدین کے بتائے ہوئے طریقوں کے اتباع کا بھی اُمت کو حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ۔ (مسند احمد ۴/۱۲۶، سنن ابن ماجۃ ۵، مشکوٰۃ المصابیح ۳۰، مرقاۃ المفاتیح ۱/۱۷۳ بیروت)

(تم پر میری سنت کے ساتھ ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقوں پر چلنا بھی لازم ہے، ان پر مضبوطی سے قائم رہو اور دانت گاڑے رکھو)

اور اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضراتِ صحابہ (رض) سب عادل اور برحق ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود رضي اللہ عنہ قال: من کان مستنا فلیستن بمن قدمات، فإن الحيّ لاتؤمن علیه الفتنة، أو لٰئک أصحاب محمد صلی اللہ علیه وسلم أبرّ ھا قلوباً، وأعمقھا علماً، وأقلھا تکلفھاً، اختارھم اللہ لصحبة نبیه صلی اللہ علیه وسلم ولإقامة دینه فأعرفوا لھم فضلھم، واتبعوھم علی إثرھم، وتمسکوا بما استطعتم من أخلاقھم وسیرھم، فإنھم کانوا علی الھدی المستقیم۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱/ ۳۲) ومثله عن ابن عمر رضي اللہ عنھما۔ (کذافي الحلیة الأولیاء لأبي نعیم الأصفھاني ۱/ ۳۰۵، بحواله: حیاۃ الصحابة ۱/ ۲۴-۲۳)

الصحابة کلھم عدول مطلقاً لظواھر الکتاب والسنة وإجماع من یعتدبه۔ (مرقاۃ المفاتیح ۵/ ۵۱۷)

ذھب جمھور العلماء إلی أن لیس في الصحابة من یکذب وغیر ثقة۔ (عمدۃ القاري ۲/ ۱۰۵)

صحابہ کرام دین کے مفسر وشارح ہیں، ان کے اعمال دین کے خلاف نہیں؛ بلکہ دین کی تشریح کرنے والے ہیں، دین کو ان حضرات کے اعمال وکردار کی روشنی میں سمجھا جائے گا اور ہدایت حاصل کی جائے گی، ان شخصیات کی عظمت اور اہمیت کا انکار خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح گھر میں بیٹھ کر عبادت کرنے والے کو دین کا مطلق دشمن قرار دینا بھی غلط ہے، ہر شخص اپنے دین کی حفاظت کا پابند ہے، اب اگر کوئی شخص اس پرفتن زمانہ میں اپنے دین کی حفاظت اور معاصی سے بچنے کے لئے کنارہ کشی کر کے سنت کے مطابق عبادت میں مشغول رہتا ہے، تو اسے قابل ملامت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتنوں کے دور میں گھروں میں زیادہ وقت گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

عن أبي موسیٰ عن النبي صلی اللہ علیه وسلم أنه قال: إن بین یدي الساعة فتناً ... والزموا فیھا أجواف بیوتکم۔ (یعنی فتنوں کے زمانے میں اپنے گھروں کو لازم پکڑو)۔ (سنن الترمذی، أبواب الفتن/ باب ماجاء ستکون فتنة کقطع اللیل المظلم ۲/ ۴۴ رقم ۲۲۰۲ سنن أبي داود، الفتن الملاھم/ باب في النھي السعي في الفتنة رقم: ۴۲۵۹)

عن عقبة بن عامر ص قال: قلت یارسول اللہ! ما النجاۃ؟ قال: أملک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک۔ (سنن الترمذي، أبواب الزھد/ باب ماجاء في حفظ اللسان، ۲/ ۶۶ رقم: ۲۴۰۶)

اور علماء حق پر تنقید بھی انتہائی خطرناک ہے؛ اس لئے ایسے شخص کو اپنی حرکتوں سے باز آنا چاہئے، دوسرے لوگوں کو بھی اسے سمجھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

وفي الخلاصة: من أبغض عالماً من غیر سبب ظاھرٍ خیف علیه الکفر۔ (شرح الفقه الأکبر، فصل في العلم

والعلماء ۱۷۳ قدیمی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عصمتِ انبیاء کا ثبوت قرآن وحدیث سے:

سوال (16)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں، عصمتِ انبیاء کو قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ثابت کردیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

متعدد آیات واحادیث سے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا پتہ چلتا ہے، مثلاً:

{وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا} [الطور :۴۸]

{إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَإِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا، لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا}۔ [جن :۲۷] وغیرہ۔

اور مسلم شریف کی یہ روایت عصمت انبیاء علیہم السلام پر صریح ہے:

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنہ قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :مامنکم من أحد إلا وقد وکل بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملائکۃ، قالوا وإیاک یا رسول اللّٰہ قال :وإیاک ولکن اللّٰہ أعانني علیہ فأسلم فلا یأمرني إلا بخیر۔ (کتاب صفۃ القیامۃ/باب تسویس الشیطان وبعثہ مراماہ وفتنتہ رقم ۲۸۱۴، رواہ حاکم، کتاب الإیمان/باب الوسوسۃ رقم ۶۹)

ترجمہ :عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس ایک شیطان اور ایک فرشتہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے، صحابہ نے عرض کیا : آپ کے ساتھ بھی یا رسول اللہ! فرمایا : ہاں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری مدد فرمائی، وہ میرے تابع ہوگیا، وہ مجھے بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔

نیز حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں ہمارے سامنے آئینہ کی طرح موجود ہیں، جن میں کہیں منکر ومعصیت کا نام نہیں ملتا، اور جن بعض اجتہادی باتوں میں خلافِ منصب نبوت امور ان حضرات کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، ان کی بہتر تاویلات وتوجیہات علماء تفسیر نے فرمائی ہیں، ان کو ملاحظہ کیا جائے۔ (دیکھئے : تکملہ فتح الملہم ۶/۱۶۰ کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عصمتِ صبی اور عصمتِ نبی میں کیا فرق ہے؟

سوال (17:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : عصمتِ صبی وعصمتِ نبی میں کیا فرق ہے؟ میرے ذہن میں یہ فرق ہے کہ بچہ تو عدم تکلیف کی بنا پر معصوم ہے اور نبی مکلف ہونے کے باوجود معصوم ہوتا ہے، مگر یہ ذہنی اختراع ہے کہیں نظر سے نہیں گذرا، اس لئے تحقیق کے ساتھ مع حوالہ جواب مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

عصمتِ انبیاء اور عصمتِ اطفال کے درمیان فرق کے سلسلہ میں آپ نے جو بات لکھی ہے کہ ان میں تکلیف اور عدم تکلیف کا فرق ہے، یہ بالکل واضح ہے اور حدیث نبوی : رفع القلم عن ثلاثة ...وعن الصبي حتی یکبر۔ (سنن أبیداؤد ۲/ ۶۰۴) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، اور بچہ کی یہ عصمت صرف اس معنی کر ہے کہ اس سے زمانہ طفولیت کے کسی فعل پر آخرت میں مؤاخذہ نہ ہوگا، ورنہ دنیوی اعتبار سے اس سے فعل گناہ صادر ہوسکتا ہے، مثلاً وہ ظلماً کسی کو مار دے یا چوری کرلے یا شراب پی جائے وغیرہ، اس کے برخلاف حضرات انبیاء علیہم السلام سے مکلف ہونے کے باوجود گناہ کا صدور ہی نہیں ہوسکتا، وہ جذبہ معاصی سے پوری طرح معصوم اور محفوظ ہوتے ہیں اور گناہ کا اختیار ہونے کے باوجود ان سے معصیت صادر نہیں ہوسکتی، اہلِ سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ : ’’بچوں میں معصومیت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ ان میں گناہ کرنے کی قوت بیدار نہیں ہوتی، صرف مادہ موجود ہوتا ہے اور انبیاء میں وہ ساری قوتیں موجود ہیں، پھر بھی وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے معصوم رہتے ہیں‘‘۔ (مجالس حکیم الاسلام ۷ ۵۴)

{وَلَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدتَّ تَرْ کَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلاً} [بنی اسرائیل :۷۴]

{مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی} [النجم :۲]

{وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ} [یوسف :۲۴]

إن الأنبیاء معصومون عن الکذب في التبلیغ وغیرہ خصوصاً فیما یتعلق بأمر الشرائع وتبلیغ الأحکام وإرشاد الأمة وھو أنھم معصومون من الکفر قبل الوحي وبعدہ بالإجماع۔ (نبراس ۲۸۳)

والمختار عندي أنھم معصومون عن وساوس الشیطان وعن الکذب والکبائر والصغائر عمداً أو سھواً أقبل

البعثة وبعدها۔ (مرام الکلام ۳۲)

والأنبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر۔ (شرح الفقه الأكبر ۵۶)

قال القاضي عياض: واعلم أن الأمة مجتمعة على عصمة النبي من الشيطان في جسمه وخاطره ولسانه۔ (تفسير خازن ۲/۲۷۰)

وأما تعريفها الحقيقي على ما ذكره في شرح المقاصد فهو أنها ملكة اجتناب المعاصي مع التمكن منها۔ (حاشية خيالي ۱۰۷)

قال أئمة الأصول: الأنبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم معصومون لا يصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهواً ولا يجوز عليهم الخطاء في دين الله قطعاً وفاقاً للأستاذ أبي إسحق الأسفرايني وأبي الفتح الشهرستاني والقاضي عياض والشيخ تقي الدين السبكي وغيرهم۔ (اليواقيت والجواهر ۲/۲)

عن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: "رفع القلم عن ثلاثة: عن الصغير حتى يبلغ، وعن النائم حتى يستيقظ، وعن المصاب حتى يكشف عنه"۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل ۱/۱۸۷ رقم: ۹۴۳ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انبیاء علیہم السلام کو "بڑے بھائی" کہنے کا مطلب؟

سوال (18):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے انبیاء واولیاء کو بڑا بھائی کہنے کی جسارت کی ہے، جیسا کہ ذیل کی عبارت سے واضح ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے، عبادت اسی کی کرنی چاہئے، معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں؛ مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے"۔ (تقویۃ الایمان ۷۰، مطبوعہ فیصل پبلی کیشنز دیوبند) تو انبیاء کو بڑا بھائی کہنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

مذکورہ عبارت "تقویۃ الایمان"، مطبوعہ عبدالغنی چاندنی چوک دہلی ص ۹۵: پر موجود ہے، یہ بات حضرت نے مشکوٰۃ شریف

کی ایک حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھی ہے، جس میں یہ مضمون ہے : کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا : ”یارسول اللہ جب درخت اور چوپائے آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم لوگ آپ کو سجدہ کیوں نہ کریں؟“ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : أعبدوا ربکم وأکرموا أخاکم اپنے رب کی عبادت کرو (یعنی سجدہ صرف اللہ ہی کے لئے کرو) اور اپنے دینی بھائی (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۲۸۲)

اب آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ مذکورہ عبارت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کیوں کہا گیا ہے؟ دراصل حضرت شاہ صاحب کی عبارت میں حدیث سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کہی گئی ہے؛ بلکہ حدیث ہی کے اتباع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا گیا ہے۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنا یہ سوء ادبی بھی نہیں ہے؛ اس لئے کہ قرآن کریم میں ہر نبی کو اپنی امت کا بھائی قرار دیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

{وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا} [هود : ۵۰]

{وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا} [هود : ۸۴]

{وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا} [هود : ۶۱]

{وإخوان لوط} [ق : ۱۳]

اسی طرح قرآن میں ہر مومن کو بھائی کہا گیا ہے : {اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ} [الحجرات ۱۰ :]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بھائی فرمایا ہے، بخاری کی حدیث ہے : عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لو كنت متخذا من أمتی خليلاً لاتخذت أبابکر، ولكن أخی وصاحبی۔ (صحیح البخاری ۱/ ۵۱۶، رقم ۳۵۲۷ :)

اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی فرمایا ہے، ترمذی شریف میں ہے : عن عمر رضی الله عنه أنه استأذن النبی صلی الله علیه وسلم فی العمرة، فقال : أی أخی أشركنا فی دعائك ولا تنسنا۔ (سنن الترمذی ۲/ ۱۹۶)

اسی طرح بعد میں آنے والے تمام لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی فرمایا ہے:

وددت أنا قد رأينا إخواننا، قالوا: أو لسنا إخوانك يا رسول الله! قال: أنتم أصحابي وإخواننا الذين لم يأتوا بعد۔ (صحيح مسلم ۱/۱۲۷، سنن النسائي ۱/۱۹، سنن ابن ماجة ۳۱۹)

ان تمام آیات واحادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اکو بھی ایک دوسرے انسان کا بھائی قرار دینا قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ (مستفاد: تائید محمدی ضمیمہ تقویۃ الایمان ۱۰۸)

البتہ تاج دار مدینہ، سرکار دو عالم اور آقائے نام دار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ صرف بھائی کے درجہ میں ہی ہیں، ان سے زیادہ آپ کی کوئی اور فضیلت نہیں ہے، تو یہ نہ صرف یہ کہ غلط ہے؛ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱/۳۸۸)

اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عبارت سے اس کا اشارہ بھی نہیں ملتا ہے؛ بلکہ اس کے برخلاف وہ اسی عبارت سے متصل لکھتے ہیں: ''ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے''۔

اور اسی کتاب کے ص: نمبر ۳۱ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس نے بے خبروں کو خبر دار کیا اور ناپاکوں کو پاک کیا اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقل مند اور راہ بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ پر چلایا''۔

لہٰذا مذکورہ عبارت (جو سوال میں ہے) سے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ انہوں نے نبی اکرم اکا مرتبہ گھٹا دیا ہے، محض الزام اور بہتان نیز حقیقت کے بالکل خلاف ہے، وہ تو مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صحیح وارث تھے، اور انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کو فروغ دینے میں صرف کر دی حتی کہ اسی راہ میں اپنی جان قربان کر دی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُمتیوں کو بھائی کہنے والی روایت بیان کرنے والے کو گستاخِ رسول کہنا؟

سوال (19):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں شہر میں ایک عالم دین نے عوام کے درمیان اپنے ایک خطاب میں یہ فرمایا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیوں کو اپنا بھائی قرار دیا ہے، جن کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرحومین کو ایصال ثواب کرنے اور دعا مغفرت کے خاطر قبرستان میں تشریف لائے اور فرمایا: تم پر سلام ہو اے مومنین کی جماعت! انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے

والے ہیں، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کاش اپنے بھائیوں یعنی قیامت تک آنے والے اُمتیوں کو دیکھ لیتا! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ : ’’تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے‘‘۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عمرہ کے لئے روانہ ہونے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : ’’اے میرے چھوٹے بھائی ہم کو اپنی دعاء میں شریک کرنا اور فراموش نہ کرنا‘‘۔

مذکورہ بالا الفاظ کی بنا پر کچھ لوگوں نے ان عالم صاحب کو گستاخ رسول قرار دیا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو اپنی امت کا بھائی کہنا حدیث سے ثابت ہے؟ اور کیا بھائی قرار دینے کی وجہ سے عالم مذکور کو گستاخ رسول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کرنے والا قرار دیا جاسکتا ہے، مذکورہ سوالات کے جوابات مفصل اور مدلل عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

مذکورہ عالم صاحب نے اپنے بیان میں جو دو روایتیں پیش کی ہیں وہ صحیح سند سے ثابت ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں آپ نے قیامت تک آنے والے امتیوں کو ’’بھائیوں‘‘ سے تعبیر فرمایا ہے، یہ حدیث شریف مسلم شریف وغیرہ میں موجود ہے۔ اسی طرح سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوٹا بھائی قرار دینے کی روایت صحیح سند سے متعدد کتبِ حدیث میں موجود ہے، اس لئے ان صحیح روایات کو بیان کرنے کی وجہ سے مذکورہ عالم دین کو گستاخِ رسول قرار دینا خود اپنی کم علمی کی دلیل ہے۔

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ اس سے حقیقی بھائی نہیں؛ بلکہ دینی بھائی ہونا مراد ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اُخوت دینی کے اعتبار سے تمام مسلمان اہلِ ایمان اولین وآخرین سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

خود قرآنِ پاک میں ارشاد ہے : {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ} اور ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار یارِ غار خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واضح طور پر ’’أخي في الدين،‘‘ (دینی بھائی) قرار دیا ہے؛ لہٰذا اس طرح کی اخوت پر کوئی اعتراض یا اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج إلى المقبرة فقال : السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، وودت إني قد رأيت إخواننا، قالوا : يا رسول الله ألسنا إخوانك؟ قال:

أنتم أصحابي، و إخواني الذين لم يأتوا بعد و أنا فرطهم على الحوض۔ (سنن النسائي ۱/۱۹، صحيح مسلم ۱/۱۲۷-۱۲۶، سنن ابن ماجة ۳۱۹)

إن عمر بن الخطاب رضي الله عنه استأذن النبي صلى الله عليه وسلم في عمرة، فأذن له، وقال: يا أخي أشركنا في دعائك ولا تنسأنا في دعائك۔ (سنن أبي داؤد ۱/۲۱۰، سنن ابن ماجة ۲۰۸، شعب الإيمان ۶/۵۰۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم أخو المسلم۔ (مسند أحمد ۲/۹، صحيح البخاري ۱/۳۳۰، سنن الترمذي ۱/۲۶۳)

قال صلى الله عليه وسلم: لو كنت متخذا من هذه الأمة خليلا دون ربي عز وجل لاتخذت ابن أبي قحافة، ولكنه أخي في الدين، وصاحبي في الغار۔ (مسند أحمد ۴/۴، سنن الترمذي ۲/۲۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا؟

سوال (20:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک سید البشر تھے، اور انسانی صفات اور کیفیات سے متصف تھے، اسی اعتبار سے قرآن کریم میں آپ سے متعدد جگہ اعلان کرایا گیا کہ: {قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ} یعنی اے پیغمبر! فرما دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں؛ لہٰذا آپ کے بشر ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں؛ لیکن اس صفت بشریت کے باوجود آپ کی حیاتِ طیبہ اخلاق و کردار کے اعتبار سے فرشتوں کے لئے بھی قابل رشک تھی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ نفس بشریت میں سب انسانوں کی طرح ہیں؛ لیکن اعلیٰ صفات کے اعتبار سے کوئی انسان آپ کا ہم سر نہیں ہے؛ اس لئے اِن صفاتِ عالیہ کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کو محض اپنے جیسا انسان کہنا مناسب تعبیر نہیں ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱/۳۸۷)

إن أفضل المخلوقات في الدنيا والآخرة هو سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم الذي جمع كل خلال الخير، ونعوت الكمال وبعثته صلى الله عليه وسلم عامة لجميع المكلفين، وأفضليته صلى الله عليه وسلم على جميع المخلوقات مما أجمع عليه المسلمون لقوله صلى الله عليه وسلم: أنا أكرم الأولين والآخرين على الله ولا

فخر۔(الکوکب الأزھر شرح الفقہ الأکبر ۱۲۲)

ولا نفضل أحداً من الأولياء على أحد من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، ونقول :نبي واحد أفضل من جميع الأولياء۔(العقيدة الطحاوية ۱۴)

ولا يبلغ ولي درجة الأنبياء؛ لأن الأنبياء معصومون مأمونون عن خوف الخاتمة، مكرمون بالوحي ومشاهدة المَلَك، مأمورون بتبليغ الأحكام وإرشاد الأنام بعد الاتصاف بكلمات الأولياء، فما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولي أفضل من النبي كفر وضلال۔(شرح العقائد النسفية للتفتاذاني ۱۶۲-۱۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

"رحمۃ اللہ للعالمین" حضور ﷺ کی صفتِ خاصہ ہے:

سوال(21:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :لفظ "رحمۃ اللہ للعالمین" رسولِ کریم ا کی صفتِ خاصہ ہے، حضورا کے علاوہ دیگر بزرگوں کو رحمۃ اللہ للعالمین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

قرآنِ پاک میں خاص طور پر نبی اکرم علیہ السلام کے لئے "رحمۃ للعالمین" کا لقب استعمال ہوا ہے، اس لئے اِس کے سب سے اعلیٰ مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں؛ لٰہذا کسی دوسرے نبی یا بزرگ کے لئے بلا تاویل "رحمۃ اللہ للعالمین" کے الفاظ استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

{وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ}[الانبیاء :۱۰۷]

قال سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال :كان محمد ارحمة لجميع الناس فمن آمن به وصدّق به سعد، ومن لم يؤمن به سلم مما لحق الأمم من الخسف والغرق۔ وقال ابن زيد :أراد بالعالمِين المؤمنين خاصة۔

(الجامع لأحكام القرآن الكريم للقرطبي ۲۵۵/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا نماز میں حضور ﷺ خیال آنا مفسدِ صلوٰۃ ہے؟

سوال(22:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :اگر نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو کیا نماز فاسد ہوجاتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے دوران محض خیال آجانا نماز کے لئے مفسد نہیں ہے، اور یہ خیال آخر کیسے مفسد ہوسکتا ہے؟ جب کہ التحیات اور درود شریف پڑھتے ہوئے پیغمبر علیہ السلام کا ذکر لازم ہے جو نماز کے واجبات وسنن میں شامل ہے؛ البتہ اگر اس طرح کا تصور نمازی کے ذہن میں جم جائے کہ وہ نعوذ باللہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت نہ کر کے پیغمبر علیہ السلام کی عبادت اور ان کے سامنے رکوع اور سجدہ کر رہا ہے، تو اس خاص صورت میں شرک فی العبادۃ کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ نماز فاسد ہوگی؛ بلکہ نمازی کا ایمان بھی خطرہ میں پڑ جائے گا؛ کیوں کہ غیر اللہ کی عبادت کا تصور بھی حرام ہے۔ (کفایت المفتی ۱/ ۱۵۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱/ ۳۷۹، ۶/ ۶۲۸)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ولو كنت آمر أحداً أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها۔ (سنن الترمذي، أبواب الرضاع/باب في حق الزوج على المرأة ۱/ ۲۱۹)

قال الملا علي القاري: فإن السجدة لا تحل لغير الله۔ (مرقاة المفاتيح ۶/ ۲۷۲)

السجود لغير الله على وجه التكرمة والتحية منسوخ۔ (أحكام القرآن الكريم للجصاص ۱/ ۳۲)

يجب حضور القلب عند التحريمة فلو أشتغل قلبه بتفكر مسألة مثلاً في أثناء الأركان فلا تستحب الإعادة،

وقال البقالي: لم ينقص أجره إلا إذا قصر۔ (شامي زكريا ۲/ ۹۴) فقط والله تعالىٰ اعلم

عقیدہ حیات النبی؛

سوال: (23)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ اور فیصلہ ہے، یا اس بارے میں ان کے مابین اختلاف ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی اسی قبر مبارک میں (جس میں دفن ہیں) اعادہ روح کے ساتھ دنیوی حیات کی طرح زندہ ہیں اور اپنے جسد عنصری کے ساتھ عادۃً دیکھتے، سنتے، جواب دیتے ہیں؛ حالاں کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبات اور حضور اقدس ا کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے۔

(۲) اگر کوئی عالم یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ا اپنی قبر میں دنیوی حیات کی طرح زندہ نہیں ہے؛ بلکہ رسول اللہ کی حیات برزخی حیات ہے اور جسم مبارک روضۂ اطہر میں قبر کے اندر محفوظ ہے البتہ روح پاک کا جسم مبارک سے ایک قسم کا تعلق

رہتا ہے، جس کی حقیقت و کیفیت اللہ رب العزت ہی کو معلوم ہے، تو یہ عالم دین اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہوجائیں گے یا اس میں داخل رہیں گے؟ اور ایسے عالم دین کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

(۱-۲) اہلِ سنت والجماعت کا یہ واضح عقیدہ ہے کہ حضور اکرم اور دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اعلیٰ ترین درجہ کی حیات کے ساتھ تشریف فرما ہیں، یہ حیاتِ برزخی ایسی قوی ہے کہ اس کے اثرات دنیوی حیات تک رونما ہوتے ہیں، مثلاً :

الف:- انبیاء علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کی وراثت جاری نہیں ہوتی۔

ب:- انبیاء علیہم السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کی ازواج مطہرات کو نہ تو عدت گذارنے کا حکم ہے اور نہ ہی ان کا کسی سے نکاح حلال ہوتا ہے۔

ج:- انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ بعینہٖ قبر میں محفوظ رہتے ہیں اور ان کا روح سے ایسا خاص تعلق ہوتا ہے کہ وہ اپنی قبر پر حاضر ہو کر سلام کرنے والوں کا جواب مرحمت فرماتے ہیں؛ البتہ یہ زندگی دنیوی حیات سے بایں معنیٰ جداگانہ ہے کہ وفات کے بعد احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا مکلف انہیں قرار نہیں دیا جاتا؛ لیکن اگر وہ چاہیں تو اپنی مرضی سے عبادات انجام دے سکتے ہیں اور سوال نامہ میں بیں جن عالم صاحب کا عقیدہ نمبر ۲ پر ذکر کیا گیا ہے وہ عقیدہ صحیح ہے، اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں ہے اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا بلاشبہ درست ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :الأنبیاء أحیاء في قبورهم یصلون۔

(مسند أبو یعلی ۳/۲۱۶)

صح خبر "الأنبیاء أحیاء في قبورهم یصلون"۔(مرقاۃ المفاتیح ۲/۲۶۱)

لاشک في حیاته صلی اللّٰہ علیه وسلم بعد وفاته، وکذا سائر الأنبیاء علیهم السلام أحیاء في قبورهم، حیاة أکمل من حیاة الشهداء التي أخبره اللّٰہ بها في کتابه العزیز۔(وفاء الوفاء ۲/۴۰۷)

وأما أدلة حیاة الأنبیاء فمقتضاها حیاة الأبدان حالة الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء۔(وفاء الوفاء ۲/۴۰۷)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :مررت علی موسیٰ وهو یصلي في قبره۔(صحیح مسلم ۲/۲۶۸ رقم :۲۳۷۵)

وصلوٰتهم في أوقات مختلفة وفي أماکن مختلفة لا یرده العقل، وقد ثبت به النقل، فدل ذٰلک علی حیاتهم۔

(فتح الباري ۲/۳۳۰)

و كما أن موسىٰ يصلي في قبره و كما صلى الأنبياء خلف النبي صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج بيت المقدس وتسبيح أهل الجنة والملائكة فهم يمتعون بذلك و هم يفعلون ذلك بحسب ما يسره الله لهم ويصدره لهم ليس هو من باب التكليف الذى يمتحن به العباد۔ (فتاوىٰ ابن تيميه ۱/۳۵۴)

عن عائشة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا نورث ما تركنا فهو صدقة۔ (شمائل ترمذى ۲۸)

إن المنع هنا لانتفاء الشرط، وهو إما عدم وجود الوارث بصفة الوارثية كما اقتضاه الحديث، وإما عدم موت المورث بناء على أن الأنبياء أحياء في قبورهم كما ورد في الحديث۔ (رسائل ابن عابدين ۲/۲۰۲)

لا عدة على أزواجه لأنه حي فتزوجه باقية۔ (شرح زرقاني على المواهب ۵/۳۳۴)

لا عدة عليهن لأنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره و كذا سائر الأنبياء۔ (مرقاة المفاتيح ۱۱/۲۵۶)

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام۔ (سنن النسائي ۱/۱۸۹)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة - إلى قوله - و كيف تعرض صلوٰتنا و قد أرمت؟ فقال: إن الله حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء۔ (سنن النسائي ۱/۲۰۴)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: من صلى عليّ عند قبري سمعته و من صلى عليّ نائيا أبلغته۔ (كنز العمال ۱/۲۴۹، برقم: ۲۱۶۲) فقط والله تعالىٰ اعلم

کیا حضور ﷺ اپنے ہر امتی کی مدد کے لئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں؟

سوال (24)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں پر ایک صاحب نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ہر امتی کی فریاد اور اس کی مصیبت دور کرنے تشریف لاتے ہیں؛ کیوں کہ انبیاء واولیاء کرام کو خداوند کریم دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اپنے دنیوی نظام کو چلانے کے کام پر لگا دیتا ہے۔اب دریافت یہ کرنا ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کیا انبیاء واولیاء کرام کو دنیا کا نظام چلانے کے لئے لگا دیا جاتا ہے؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کے لئے پکارا جا سکتا ہے، اور کیا آپ مدد کے لئے تشریف لاتے ہیں؟ اگر نہیں تو ایسا عقیدہ

رکھنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ شرعی عقیدہ جاننے کا خواہش مند ہوں؛ تاکہ گمراہی سے بچ سکوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

یہ بات اگر چہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اقدس کے ساتھ حیات سے مشرف ہیں؛ لیکن یہ بات صحیح نہیں کہ آپ اپنی امت کی مدد کے لئے ہر جگہ تشریف لاتے ہیں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیوی نظام چلانے میں لگا رکھا ہے، یہ عقیدہ خلافِ شریعت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں تن تنہا قادر و مختار ہے، اس کو قطعاً کسی درجہ میں بھی کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارنا بھی جائز نہیں ہے، یہ مدد صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے گی، کسی نبی یا ولی سے نہیں۔ سورۂ فاتحہ میں ہے : {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} [الفاتحۃ ۴ :] (ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے :إذا سألت فاسئل الله وإذا استعنت فاستعن بالله۔ (سنن الترمذی رقم ۲۵۱۶ :مشکوۃ المصابیح ۲/ ۴۵۳ رقم ۵۳۰۲ :) (اور جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے مانگو، اور جب مدد کی ضرورت ہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو) لہٰذا غیر اللہ سے براہِ راست استعانت موہم شرک اور ناجائز ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ سے کسی مقرب بزرگ یا نبی کے وسیلہ سے مانگنے کی اجازت ہے۔

عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبي الله حي يرزق۔ (سنن ابن ماجة رقم :۱۶۳۷، مشكوة المصابيح على هامش المرقاة بيروت ۴۱۵/۳، رقم :۱۳۶۶)

فإن منهم من قصد بزيارة قبور الأنبياء والصلحاء أن يصلي عند قبورهم ويدعوا عندها ويسألهم الحوائج، وهذا لا يجوز عند أحد من علماء المسلمين، فإن العبادة وطلب الحوائج والإستعانة لله وحده۔ (مجمع بحار الأنوار ۲/۷۳، بحواله :عقائد أهل السنة والجماعة مدلل ۱۷۶، حجة الله البالغة ۱۶۱، الجنة لأهل السنة ۲۲)

عن عمر ابن الخطاب رضي الله عنه قال في واقعة العباس :اللّٰهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا صلى الله عليه وسلم فتسقينا، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاستقنا، قال فيسقون۔ (صحيح البخاري ۱/۱۳۷)

ويستفاد من قصة العباس رضي الله عنه استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة۔ (فتح الباري ۱۵۱/۳)

يجوز التوسل إلى الله تعالىٰ والإستغاثة بالأنبياء والصالحين بعد موتهم۔ (بريقه محموديه بحواله :تسكين

الصرورة ٤٣٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روضۂ اقدس پر دوسروں کا سلام پہنچانے کا کیا حکم ہے؟

سوال (25)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کہا جاتا ہے کہ روضۂ اقدس رسول اللہ ا پر خود تو سلام عرض کر سکتا ہے؛ لیکن دوسروں کا سلام پہنچانا صحیح نہیں ہے، اس کی اصل کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضری کے وقت جیسے خود سلام پیش کرنا درست ہے، اسی طرح دوسروں کی طرف سے بھی سلام پہنچانے میں کوئی حرج نہیں ہے، تابعی جلیل، خلیفہ راشد، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے دار الحکومت ملک شام سے خاص طور پر اپنی طرف سے روضۂ اقدس پر سلام پیش کرنے کے لیے قاصد روانہ فرمایا کرتے تھے، اور عقلاً یا نقلاً اس میں کسی طرح بھی کوئی اشکال کی بات نہیں ہے؛ کیوں کہ جب غیر حاضر امتیوں کی طرف سے متعینہ فرشتے آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں، جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے، تو کوئی امتی آپ ا کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر دوسرے کی طرف سے سلام پیش کرے تو اس میں کیا اشکال کی بات ہو سکتی ہے؟

وقد استفاض عن عمر بن عبد العزيز أنه كان يبرد البريد من الشام يقول :سلم لي على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفي هامشه :عن أبي سعيد مولى المهدي قال :قدمت على عمر بن عبد العزيز إذ كان خليفة بالشام فلما ودعته قال :إني لي إليك حاجة إذا أتيت المدينة سترى قبر النبي افاقرأه مني السلام۔ (خلاصة الوفاء ١/ ٣٦٠-٣٥٩)

إن لله ملائكة سياحين يبلغوني عن أمتي السلام۔ (الترغيب والترهيب مكمل : ٣٨١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :قال رسول الله ا :من صلى عليّ عند قبري سمعته، ومن صلى عليّ نائيا أبلغته۔ (شعب الإيمان ٢/ ٢١٨، رقم :١٥٨٣)

ويبلغه سلام من أوصاه فيقول :السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين۔ (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل :٣٩٥، فتح القدير بيروت ٣/ ١٨١) فقط والله تعالیٰ اعلم

حضور علیہ السلام کے لئے ”وسیلہ“ کی دعا کرنا؛

سوال (25)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ''وسیلہ'' کی دعا کرنا شریعت کے لحاظ سے کیسا ہے؟ اور آپ بروز قیامت مؤمنوں کے حق میں شفیع ہوں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ''وسیلہ'' کی دعا کرنا باعثِ ثواب ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ : ''جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو، تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو؛ کیوں کہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو؛ کیوں کہ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا، اور امید ہے کہ وہ میں ہوں گا، جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا''۔

اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام آخرت میں اہل ایمان کے لئے شفاعت فرمائیں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضي اللّٰہ عنہ قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول، ثم صلوا علي فإنہ من صلی علي صلوٰۃ صلی اللّٰہ علیہ بھا عشراً، ثم سلوا اللّٰہ لي الوسلیۃ فإنھا منزلۃ في الجنۃ لا ینبغي إلا لعبد من عباد اللّٰہ وأرجو أن أکون أنا ھو فمن سأل لي الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ۔ (صحیح مسلم ۱/۱۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معجزۂ شق القمر (چاند کا ٹکڑے ہونا)

سوال (26)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : شق القمر کا معجزہ قرآن پاک سے ثابت ہے یا حدیث شریف سے، یا دونوں سے ثابت ہے؟ نیز یہ بات بھی بتائیں کہ واقعہ شق القمر حضور اکی انگلی مبارک کے اشارہ سے ہوا یا یوں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر انگلی کے اشارہ کے چاند کے دو ٹکڑے فرمادئے تھے؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شق القمر کا واقعہ حضور اکی انگلی کے اشارہ سے نہیں ہوا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ شق القمر کا واقعہ ہوا ہی نہیں،

سرے سے وقوع کا ہی انکار کرتے ہیں، اصل حقیقت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس کا انکار کرنے والا شخص ایک قطعی واقعہ کا انکار کرنے والا ہے؛ البتہ جو شخص یہ کہے کہ واقعہ شق القمر تو پیش آیا؛ لیکن اس میں پیغمبر کے ہاتھ کے اشارہ کا کوئی دخل نہیں تھا، تو ایسے شخص کی بات کی تردید نہیں کی جاسکتی؛ کیوں کہ اشارہ کرنے کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

{اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ} [القمر : ۱]

إن أهل مكة سألوا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن يريهم آية فأراهم انشقاق القمر۔ (صحيح البخاري ۱/۵۱۳، رقم :۳۵۰۸)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما في قوله تعالىٰ : {اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ} قال ابن عباس :اجتمعت المشركون إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، منهم :الوليد بن المغيرة وأبو جهل بن هشام والعاص بن أبي وائل والعاص بن هشام والأسود بن عبد يغوث والأسود بن عبد المطلب بن أسد بن عبد العزّى وزمعة بن الأسود والنضر بن الحارث ونظراؤهم كثير، فقالوا للنبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم :إن كنت صادقاً فشقِ القمر لنا فرقتين :نصفاً على أبي قبيس ونصفاً على قعيقعان، فقال لهم رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآله وسلم: إن فعلتُ تؤمنوا؟ قالوا نعم، وكانت ليلة بدرٍ، فسأل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اللّٰه عزّ وجلّ أن يعطيه ما سألوا، الحديث۔ (دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ۱/۲۷۹ رقم :۲۰۹، بحواله :فتاوىٰ دار العلوم ديوبند ۱۸/۲۳۹)

وقد شاع أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أشار إلى القمر بسبّابته الشريفة فانشق ولم أره في خبر صحيح۔ (روح المعاني ۱۵/۱۱۵)

إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية من القرآن، وفي الخزانة :أو عاب فقد كفر۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ۷/۳۱۵ رقم :۱۰۵۷۶ زكريا) فقط والله تعالىٰ اعلم

تقدیر کی کتنی قسمیں ہیں؟

سوال (26)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ’’حقیقۃً تقدیر ایک ہی قسم کی ہے جو کہ اٹل

ہے، جس کا نام مبرم ہے، اور معلق نامی کوئی تقدیر نہیں" جب کہ مرقاۃ کے باب الایمان بالقدر کے تحت دونوں قسم کا ذکر ملتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ تقدیر کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کیا کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

تقدیر کا مسئلہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم سے تعلق رکھتا ہے، اور ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر کامل ایمان ہے؛ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کو ازلی عالم الغیب والشہادۃ مان لیا، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کائنات میں انفرادی یا اجتماعی طور پر جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے، اور جو کچھ ہوگا وہ تمام جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اور اس میں ذرہ برابر بھی تخلف نہیں ہوسکتا، اسی کا نام تقدیر ہے، جو ایمان کا جزو اعظم ہے۔

اور رہ گئی تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کی بات، تو یہ بحث اس لئے پیدا ہوئی کہ متعدد احادیث میں : الصدقۃ ترد البلاء" یا "الدعاء ترد القضاء" جیسے الفاظ آتے ہیں، تو اشکال ہوتا ہے کہ جب قضاء وقدر متعین ہیں تو وہ کسی عمل کی وجہ سے کیسے بدل سکتے ہیں؟

تو اس کا جواب دیتے ہوئے شارحین کو یہ تفصیل کرنی پڑی کہ ایک قضاء مبرم ہے، اور ایک قضاء معلق ہے، اور یہ تعلیق صرف بندہ کے اعتبار سے ہے کہ بندہ اگر ایسا کرے گا تو اس کے لئے قضاء یہ ہوگی؛ لیکن چوں کہ بندہ کا کرنا نہ کرنا پہلے ہی سے اللہ کے علم میں ہے؛ اس لئے اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے بالآخر قضاء؛ مبرم ہی مبرم ہے معلق کچھ نہیں، آپ کے اطمینان کے لئے مذکورہ جواب کافی ہے۔

مزید تحقیق چاہیں تو فتح الباری، فتح الملہم، اور حدیث جبرئیل کی تشریح میں محدثین نے جو تفصیلات بیان کی ہیں ان کا مطالعہ کریں، نیز عقائد کی کتابیں مثلاً : "العقیدۃ الطحاویۃ" اور "شرحِ فقہ اکبر" کا مطالعہ بھی مفید ہوگا، اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس پر بغیر سمجھے ایمان لائیں اور زیادہ گہرائی میں نہ پڑیں۔

{اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ} [القمر : ۴۹]

{قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ} [النساء : ۷۸]

{رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ} [القصص : ۶۸]

{وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا} [الاحزاب : ۳۸]

{وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ} [البقرة : ۱۱۷/۵]

{وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا} [الانعام :٢]

{فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ} [البروج :١٦]

عن علي رضي اللّٰہ عنه قال :كنا جلوساً مع النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم، ومعه عود ينكث في الأرض، فقال :مامنكم من أحد إلا قد كتب مقعده من النار، أو من الجنة، فقال رجل من القوم :ألا نتكل يا رسول اللّٰہ! قال :لا، إعملوا فكل مُيَسّر، ثم قرأ :{فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى} الآية۔ (صحيح البخاري، كتاب القدر/باب وإن أمر اللّٰہ قدراً مقدوراً ٢/٩٧٧ رقم :٦٦٠٥)

وتعلق الإرادة تابع لتعلق العلم فلا يوجد أو يعدم سبحانه من الممكنات عندنا إلا ما أراد۔ (شرح عقيدة سفارينيه ٢/١٥٦-١٥٥)

وأصل القدر سر اللّٰہ تعالىٰ في خلقه، لم يطلع على ذٰلك ملك مقرب، ولا نبي مرسل، والتعمق والنظر في ذٰلك ذريعة الخذلان، وسُلِّم الحرمان، ودرجة الطغيان، فالحذرَ كل الحذر من ذٰلك نظراً أو فكراً أو وسوسةً، فإن اللّٰہ تعالىٰ طوى علمَ القدر عن أنامه، ونهاهم عن مرامه، كما قال اللّٰہ تعالىٰ في كتابه :{لاَ يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ} [الانبياء :٢٣] فمن سأل :لِمَ فعل؟ فقد ردَّ حكم الكتاب، ومن ردَّ حكمَ الكتاب كان من الكافرين۔ (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الدمشقي ١٨٨ بيروت)

(القدر) أي وبالقضاء والقدر۔ (خيره وشره) أي نفعه وضره وحلوه ومره حال كونه (من اللّٰہ تعالىٰ) فلا تغيير للتقدير، فيجب الرضاء بالقضاء والقدر، وهو تعيين كل مخلوق بمرتبته التي توجد من حسن وقبح ونفع وضر، وما يحيط به من مكان وزمان، وما يترتب عليه من ثواب أو عقاب۔ (شرح الفقه الأكبر بحث في الإيمان بالقضاء والقدر ٢٩، دار الكتب العلمية بيروت)

إن القدر وهو ما يقع من العبد المقدر في الأزل من خيره وشره وحلوه ومره كائن منه سبحانه وتعالىٰ بخلقه وإرادته، ما شاء كان وما لا فلا (والقضاء والقدر) المراد بأحدهما الحكم الإجمالي وبالأخر التفصيلي۔ (شرح الفقه الأكبر بحث في القضاء والقدر وأنهما من صفات اللّٰہ الأزلية ٧٥، دار الكتب العلمية بيروت)

وملخص الكلام ما أشار إليه الإمام حجة الإسلام الغزالي، وهو أنه لما بطل الجبر المحض بالضرورة وكون العبد خالقاً لأفعاله بالدليل، وجب الاقتصاد في الاعتقاد وهو أنها مقدورة بقدرة اللّٰہ تعالىٰ اختراعاً، وبقدرة العبد على وجه أخر من التعلق يعبر عنه عندنا بالاكتساب۔ (شرح المقاصد ٣/١٦٧-١٦٦)

إن العبد مختار مستطيع على الطاعة و المعصية و ليس بمجبور، و التوفيق من الله تعالىٰ كما يدل عليه قوله سبحانه :{اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ} (شرح الفقه الأكبر بحث :في أن الله خلق الخلق سليمًا من الكفر و الإيمان ٨٦ بيروت)

قال الملا علي القاري :إذا المعلق و المبرم كل منهما مثبت في اللوح غير قابل للمحو، نعم المعلق في الحقيقة مبرم بالنسبة إلى علمه تعالى، فتعبيره بالمحو إنما هو من الترديد الواقع في اللوح إلى تحقيق الأمر المبرم المبهم الذي هو معلوم في أم الكتاب، أو محو أحد الشقين الذي ليس في علمه تعالى :فتأمل، فإنه دقيق و بالتحقيق حقيق۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان/باب الإيمان بالقدر، الفصل الأول ١/٢٤٠، رقم :٧٩ بيروت)

اعلم أن الله تعالى في خلقه قضائين :مبرماً و معلّقاً بفعل۔ كما قال :إن فعل الشيء الفلاني كان كذا و كذا، و إن لم يفعله فلا يكون كذا و كذا من قبيل ما يتطرق إليه المحو و الإثبات۔ كما قال تعالىٰ في محكم كتابه :{يَمْحُوْا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ} [الرعد :٣٩] و أما القضاء المبرم فهو عبارة عما قدره سبحانه في الأزل من غير أن يعلّقه بفعل۔ فهو في الوقوع نافذ غاية النّفاذ بحيث لا يتغير بحال و لا يتوقّف على المقضىٰ عليه و لا المقضى له، لأنه من علمه بما كان و ما يكون۔ و خلاف معلومه مستحيل قطعاً، و هذا من قبيل ما لا يتطرق إليه المحو و الإثبات، قال تعالىٰ :{لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ} [الرعد :٤١] و قال النبي صلى الله عليه وسلم :لا مردّ لقضائه و لا مردّ لحكمه، فقوله صلى الله عليه وسلم :"إذا قضيت قضاءً فلا يردّ" من القبيل الثاني۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الفضائل و الشمائل/باب فضائل سيد المرسلين الفصل الأول ١٠/٤٣٠، تحت رقم :٥٧٥٠) والله اعلم

تقدیر کا انکار کرنا؛

سوال (27)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ہمارے یہاں جدید تعلیم سے متأثر اور اسلامیات کا کچھ مطالعہ رکھنے والا ایک شخص ہے، جو اس بات کا قائل ہے کہ انسان کی ہر چیز کا مدار اس کی کاوش اور محنت پر ہے، یعنی انسان جتنی محنت اور کسب کرے گا اتنا ہی اسے علم ورزق ملے گا، حتی کہ وہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ علم وہبی اور عطائی نہیں؛ بلکہ کسبی ہے، اور بعینہٖ یہی مسئلہ رزق کا بھی ہے، اور دنیا میں انسانوں کو جو بھی کامیابی اور ناکامی ملتی ہے وہ اس کے عمل اور محنت کا نتیجہ ہوتا ہے، تقدیر الٰہی (جو ازل میں لکھ دیا گیا ہے) کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ ہم ابنائے

دار العلوم نے اس کو کافی سمجھایا بجھایا؛ لیکن وہ اس بات کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں، اور برابر مسئلہ تقدیر کے متعلق گفت وشنید کرتا ہے اور اس پر تنقیدی نگاہ ڈالتا ہے، جس کی وجہ سے ہم لوگوں کو کافی تشویش لاحق ہے؛ کیوں کہ علاقے کی فضا بھی مسموم ہو رہی ہے۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ اہلِ سنت والجماعت کا فرد ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس مسئلہ میں بڑھ چڑھ کر گفتگو کرنے میں حصہ لیتے ہیں یہ ان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ تقدیر برحق ہے، اور انسان سے صادر ہونے والے اعمال، اخلاق، کمالات اور صلاحیتیں خواہ ان کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے، سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل ہوتی ہے، جو شخص اس عقیدہ کے خلاف رائے رکھتا ہے، وہ یقیناً اہل سنت والجماعت سے خارج اور گمراہ ہے، اس پر اپنے غلط عقیدہ سے توبہ کرنا لازم ہے، اور جو شخص سرے سے بلا کسی تاویل کے تقدیر ہی کا منکر ہو تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ قال :قال رسول اللّٰہ ﷺ :لا یؤمن عبد حتی یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ، وحتیٰ یعلم أن ما أصابه لم یکن لیخطئه، وأنما أخطأہ لم یکن لیصیبه۔ (سنن الترمذي، کتاب القدر /باب الإیمان بالقدر خیرہ وشرہ ۲/۳۶رقم : ۲۲۳۱، سنن ابن ماجة، کتاب السنة/باب اجتناب الرأي والقیاس ۱/۱۰ رقم :۸۷)

عن ابن بریدة عن یعمر -إلی قوله- فوفق لنا عبد اللّٰہ بن عمر بن الخطاب داخلان المسجد، فاکتنفته أنا وصاحبي أحدنا عن یمینه والآخر عن شماله، فظننت أن صاحبي سیکل الکلام إلي، فقلت یا أبا عبد الرحمن! إنه قد ظهر قبلنا ناس یقرؤن القرآن ویتقفرون العلم، وذکر من شانهم، وأنهم یزعمون أن لا قدر، وأن الأمر أنف، قال :إذا لقیت أولئک فأخبرهم أني بریٔ منهم وإنهم براء مني، والذي یحلف به عبد اللّٰہ بن عمر لو أن لأحدهم مثل أحد ذهبا فأنفقه ما قبل اللّٰہ منه حتی یؤمن بالقدر۔ (صحیح مسلم، کتاب الإیمان /باب بیان الإیمان والإسلام والأحسان ۱/۲۷رقم :۱)

إن اللّٰہ تعالی خلق أفعال العباد، وأفعالهم بقضاء اللّٰہ تعالی ومشیته، وإن اللّٰہ تعالی خالق لم یزل۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۸/۶رقم ۲۷۸۵۶ زکریا)

فإن أهل الحق یفوضون أمورهم إلی اللّٰہ سبحانه وتعالی ویضیفون القدر والأفعال إلی اللّٰہ تعالی، وهولاء الجهلة یضیفونه إلی أنفسهم۔ (نووي شرح مسلم، کتاب الإیمان /باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان ۱/۲۷ رقم :۱)

وقد تظافرت الأدلة القطعيات من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة وأهل الحل والعقد من السلف والخلف على إثبات قدر اللّٰه سبحانه وتعالىٰ۔ (نووي شرح مسلم، كتاب الإيمان/باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان ١/٢٧ رقم: ١)

ومن كان كامل العقل بصيرا بالأمور تام الجثة فهو أيضا بتقدير اللّٰه تعالى، وليس ذلك بقوته وقدرته، فانه لا حول ولا قوة إلا باللّٰه۔ (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ١/١٤٧ أشرفية)

وإن القدر خيره وشره من اللّٰه تعالى، ومن لم يؤمن بهذا كله فهو صاحب هوي وبدعة۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ٦/ ١٨١، رقم: ٢٧٨٥٦ زكريا)

روي أنه كتب الحسن البصري إلى الحسن بن علي رضي اللّٰه عنهم يسأله عن القضاء والقدر، فكتب إليه الحسن بن علي: من لم يؤمن بقضاء اللّٰه وقدره وخيره وشره فقد كفر۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان/الفصل الأول ١/١٩١ بيروت) فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم

"ہر کام اللہ کے حکم اور مرضی سے ہوتا ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال(28):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اکثر لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہر کام میں خدا کی مرضی ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بات کیسے ہے؟ جب کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر کام میں اللہ کی مرضی نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ دنیا میں دو طرح کے کام ہیں: اچھے اور برے، اور اسی طرح انسان ہے اچھا یا برا، جب کہ قرآن میں جگہ جگہ اللہ نے انسان کو برے کام اور برا کرنے سے منع کیا ہے؛ کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا کسی کو اندھیروں میں لے جانے کی یا گناہوں یا برے کاموں پر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا؛ کیوں کہ اللہ نے جو کتاب (قرآن) نازل کی ہے وہ اصول وضوابط ہے جس میں تمام برائیوں سے بچنے کی ہدایت ہے، لیکن ایک ایسا آدمی جو پہلے سے گمراہی اور برے کاموں میں مبتلا ہو وہ یہ بات سن کر کہ ہر کام میں اللہ کی مرضی ہے اور زیادہ اندھیروں میں چلا جائے گا، جب کہ اسے ہدایت اور روشنی کی ضرورت ہے، لہٰذا جو لوگ یہ بات کہتے کہ ہر کام میں اللہ کی مرضی ہے یا وہ خود گمراہ کرنے کے فراق میں ہیں۔
اس لئے اگر مندرجہ بالا بات صحیح ہے تو سب سے بڑے گنہگار وہ لوگ ہیں، جو لوگوں کو برائیوں اور برے کاموں سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں، کیوں کہ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ اگر لوگ برے کام کر رہے ہیں تو وہ اللہ کے حکم سے یعنی اللہ کی مرضی سے کر رہے ہیں، چاہے وہ شیطانی کام ہو، پھر روکنے کا کیا سوال؟ اگر لوگ اس بات کو مان لیں تو تمام دنیا

اندھیروں اور گمراہی میں دھنستی چلی جائے گی، جب کہ سورہ النحل آیت ۳۷ :-۳۵ کے ترجمہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ حرام کاموں سے منع کرتا ہے، اور تمام رسول جو دنیا میں بھیجے گئے ان کا صرف ایک ہی کام رہا ہے کہ اللہ کے راستے پر چلو اور برے اور حرام کام نہ کرو؛ کیوں کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو شرک کے کاموں میں جان بوجھ کر مبتلا کر دیتا ہے، تو کیا وہ اس شرک کو بھی اللہ کی مرضی سمجھ لے؟ کیوں کہ کافر لوگ ہماری قوم کو شرک میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں، جب کہ قرآن پاک میں اللہ پاک خود فرماتے ہیں کہ تم میرا کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔

اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مسئلہ کا جواب صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے اردو میں وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں، کیوں کہ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہند سرکار نے صرف ان کاموں کو منع کیا ہے جو برے اور حرام ہیں، اگر ان کاموں کو کوئی انسان کرتا ہے تو قانون اس کو سزا دیتا ہے، ٹھیک اسی قرآن کو دیکھ کر تمام دنیا نے قانون بنائے ہیں، پھر جب ہند جیسی سرکار کی حرام کام میں مرضی نہیں ہے تو، پھر اللہ تو نیک انسانوں کو پسند کرتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

جو انسان شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس کو اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل نہیں ہے؛ بلکہ وہ انسان کا اپنا عمل ہے، جس کی قدرت اسے اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان دے رکھی ہے، چوں کہ اگر برے کام کی قدرت آدمی کو حاصل نہ ہو تو پھر انسان اور فرشتہ میں کوئی فرق نہیں رہے گا، اور آخرت میں جزا اور سزا کا کوئی مطلب نہ ہوگا؛ لہٰذا کسی برائی کرنے والے کی برائی پر یہ کہنا کہ یہ خدا کی مرضی سے ایسا کر رہا ہے یہ تعبیر مناسب نہیں ہے، اس سے احتراز لازم ہے، کیونکہ خدا کی مرضی یہی ہے کہ سب انسان پوری طرح اللہ تعالیٰ، قرآنِ پاک اور پیغمبر علیہ السلام کی تابع داری کریں، اور کوئی بندہ خلاف ورزی نہ کرے، اور جو خلاف ورزی کرے گا آخرت میں اسے سزا دی جائے گی؛ البتہ جب انسان کوئی بھی خیر یا شر کا کام کرتا ہے تو اللہ کی مشیت اور ارادہ اس کے ساتھ شامل ہوتا ہے؛ لیکن یہ اس کی مرضی اور خوشنودی کی دلیل نہیں ہے۔

{قُلْ آمِنُوْا بِهٖٓ أَوْ لَا تُؤْمِنُوْا} [بنی إسرائیل :۱۰۷]

{فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ} [کهف :۲۹]

عن علي ص عن النبي اقال:... إعملوا فكل ميسر لما خلق له۔ (صحيح البخاري، كتاب القدر/باب وكان أمر اللّٰه قدرا مقدورا ۲/۹۷۷ رقم ۶۶۰۵)

والحسن منها أي من أفعال العباد برضاء اللّٰه تعالى، والقبيح منها ليس برضائه لما عليه من الاعتراض، قال اللّٰه

تعالی :{وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ}-إلى قوله-والرضاء والمحبة والأمر لا يتعلق إلا بالحسن دون القبيح۔
(شرح عقائد ۸۴-۸۵)

و كذلك القدرية يضيفون الخير إلى الله عزوجل والشر إلى غيره والله سبحانه وتعالىٰ خالق الخير والشر جميعاً لا يكون شيء منهما إلا بمشيته فهما مضافان إلى الله سبحانه وتعالىٰ خلقاً وإيجاداً وإلى الفاعلين لهما من عباده فعلاً واكتساباً، والله اعلم۔ (نووي شرح مسلم ۱/۲۷)

إن الله جل شانه لا يستحمد الكفر لعباده كما يستحمد الإسلام لهم۔ (روح المعاني ۱۳/۸۵۸، حاشية عقيدة الطحاوي ۱۳۳) فقط والله تعالىٰ اعلم

کسی کا کام بگڑنے پر کہنا کہ اس نے اپنی قسمت خود خراب کی ہے؟

سوال (29:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :اگر کسی کے ساتھ کچھ برا ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی قسمت خود خراب کی ہے جب کہ قسمت تو پہلے ہی لکھ چکی، تو ایسا کہنا کیسا ہے؟ کیا اس طرح کہنا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

کوئی شخص اپنی قسمت نہ بنا سکتا ہے نہ بگاڑ سکتا ہے اور قسمت ایک غیبی تکوینی چیز ہے، جس کے بارے میں ہماری ناقص عقل اس کی گہرائی تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ اس لئے کسی برے کام پر کسی کو یہ طعنہ دینا کہ اس نے اپنی قسمت خود خراب کی ہے یہ جہالت کی بات ہے، ایسی بات زبان پر نہیں لانی چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال :قال النبي صلى الله عليه وسلم :الله يؤذيني ابن آدم يسب الدهر وأنا الدهر بيدي الأمر أقلب اليل والنهار۔ (صحيح البخاري ۲/۱۱۱۶ رقم: ۷۴۹۱) فقط والله تعالىٰ اعلم

روح کی حقیقت؛

سوال (30)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :روح کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟ نیز اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو کیا اس کی روح کسی کے اوپر آسکتی ہے؟ جب کہ اس کا انتقال ایمان کی حالت میں ہوا ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

روح دراصل ایک سربستہ راز ہے، اس کے بارے میں بغیر کسی واضح شرعی دلیل کے کوئی حتمی اور یقینی بات نہیں کہی جاسکتی، خود قرآنِ کریم میں اس کے متعلق سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :{قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا} (اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے امر میں سے ایک ہے اور تمہیں بہت تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے) البتہ یہ بات طے ہے کہ موت سے پہلے یا موت کے بعد کسی انسان کی روح دوسرے انسان پر نہیں آسکتی، اس بارے میں جو باتیں عوام میں مشہور ہیں وہ سب غلط اور بے دلیل ہیں، موت کے بعد ارواح کے ٹھکانے متعین ہیں، ان جگہوں سے باہر آکر کسی دوسرے انسان سے ان کے تعلق کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور عالم برزخ کے حالات کا ہم پوری طرح ادراک کرنے سے قاصر ہیں، ایسی چیزوں پر اجمالاً ایمان لانا چاہئے اور بحث ومباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔

{وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا} [الإسراء :٨٥]

أي من جنس ما استأثر اللہ تعالىٰ بعلمه من الأسرار الخفية التي لا تكاد تدركها عيون عقول البشر۔ (روح المعاني ٩/ ٢٢١)

وقال أهل النظر منهم :إنما سألوه عن كيفية الروح ومسلكه في بدن الإنسان وكيف امتزاجه بالجسم واتصال الحياة به، وهذا شيء لا يعلمه إلا اللہ تعالىٰ۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٥، الجزء العاشر ١٢٩، الإسراء: ٨٥، المكتبة التجارية مصطفى أحمد الباز، رحمة اللہ الواسعة شرح حجة اللہ البالغة ١/ ٢٤١) فقط واللہ تعالىٰ اعلم

انتقال کے بعد روح کے دنیا میں واپس آنے کا عقیدہ

سوال(31:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کیا انسان کے انتقال ہوجانے کے بعد اس کی روح اس کے دنیاوی گھر میں آتی جاتی ہے، اگر اس کے گھر کے حالات اچھے ہوں، تو روح خوش ہوتی ہے، اگر خراب حالات ہوں تو روح رنجیدہ ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

یہ عقیدہ محض باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں؛ بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص حدیث وفقہ کی رو سے جاہل اور گمراہ ہے۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''مردوں کی ارواح کا مرنے کے بعد مکان پر آنا نہ تو قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہے اور نہ کسی صریح حدیث سے اس کا ثبوت ہے، اور ارواح کے واپس آنے کے سلسلہ میں جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں، مثلاً:

قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: إذا خرج الروح من ابن آدم ثلاثة أيام يقول الروح: يا رب! ائذن لي حتى أجيء، وأنظر إلى جسدي الذي كنت فيه، فيأذن الله له فيجيء إلى قبره وينظر إليه من بعيد... الخ۔

وفي رواية: قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إذا كان يوم العيد ويوم العاشوراء ويوم الجمعة الأولى من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة القدر وليلة الجمعة، تخرج أرواح الأموات من قبورهم ويقفون على أبوابهم وعلى أبواب بيوتهم۔

وفي رواية: عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أنه قال: إذا مات المؤمن دارت روحه حول داره شهراً۔ (هكذا في دقائق الأخبار ۱۸)

ان احادیث کو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے ''اشعۃ اللمعات'' میں بلا سند اور بغیر حوالے کے نقل فرمایا ہے، نیز اس قسم کا مضمون کسی بھی صحیح اور معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ صحاح کی روایتیں اس کے برخلاف ہیں، جن میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد روحیں اپنے اپنے ٹھکانے پر چلی جاتی ہیں، دنیا میں واپس آنے سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱/۶۰۶-۶۰۹ ملخصاً)

قال علمائنا: من قال: أن أرواح المشايخ حاضرة تعلم يكفر۔ (البحر الرائق ۵/۱۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے کے بعد دنیا میں دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ رکھنا؟

سوال (32:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انسان مرجانے کے بعد کیا دوبارہ جنم لے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

مرنے کے بعد دنیا میں دوسرے جنم کا عقیدہ قطعاً لغو اور باطل ہے، قرآنِ کریم نے جا بجا اس کی تردید فرمائی ہے۔

{وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ}

[السجدة: ۱۲]

{وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ} [الانعام :۲۷]

قوله تعالیٰ :{فَارْجِعْنَا} أي إلى الدنيا {نَعْمَلْ صَالِحاً اِنَّا مُوْقِنُوْنَ} أي مصدقون بالبعث، قاله النقاش، وقيل : مصدقون بالذي جاء به محمد صلى الله عليه وسلم أنه حق، قاله يحى بن سلام۔ قال سفيان الثوري :فأكذبهم الله تعالیٰ فقال :{وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ} [الانعام :۲۷]

وقيل :إن معنى :{اِنَّا مُوْقِنُوْنَ} أي قد زالت عنا الشكوك الآن، يسمع، وكانوا يسمعون ويبصرون في الدنيا، ولكن لم يكونوا يتدبرون، وكانوا كمن لا يبصر ولا يسمع، فلما تنبهوا في الآخرة صاروا حينئذٍ كأنهم سمعوا وأبصروا۔

وقيل :أي ربنا لك الحجة، فقد أبصرنا رسلك وعجائب خلقك في الدنيا، وسمعنا كلامهم فلا حجة لنا۔ فهذا اعتراف منهم، ثم طلبوا أن يردّوا إلى الدنيا ليؤمنوا۔ (الجامع لأحكام القرآن الكريم للقرطبي، سورة السجدة :۱۲، الجزء :۱۴، ۸۹/۷ المكتبة البخارية مصطفى أحمد الباز)

{رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا} وبيانه هو أنه تعالیٰ قال :إني لو أرجعتكم إلى الإيمان لهديتكم في الدنيا ولما لم أهدكم تبين أني ما أردت وما شئت إيمانكم فلا أردكم۔ (التفسير الكبير للإمام فخر الدين الرازي ۱۷۹/۱۳ بيروت) فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۳ر شعبان کو روحیں اکھٹی ہونے کا عقیدہ رکھنا:

سوال (33)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ۱۳ : رشعبان کو ہمارے علاقے میں روحیں اکھٹی کرتے ہیں اس کو ہمارے علاقے میں "عرفہ" کا دن کہتے ہیں، اس میں محلہ اور بستی کے چھوٹے بچوں کو اور بعض بڑی عورتوں کو اور مردوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، تو بتاؤ کہ عرفہ ۱۳ر تاریخ کو جائز ہے یا چودہ تاریخ کو؟ کب سنت ہے؟ اور اس کی اصل کیا ہے؟ اور عرفہ کے دن روحیں اکھٹی کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کھانا کھلانے سے روحیں اکھٹی ہوجاتی ہیں، اور کوئی لا وارث ہے تو اس کی روحیں کیسے اکھٹی کریں؟ سنت طریقہ بتائیں؛ تا کہ ہم یہ کام بھی سنت کے مطابق کریں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

تیرہویں یا چودھویں شعبان کو عرفہ کا دن کہنا نری جہالت ہے، اور اس دن یہ عقیدہ رکھنا کہ کھانا کھلانے سے روحیں اکٹھا

ہوتی ہیں، نہایت واہیات بات ہے، اسلام میں ان خرافات کی کوئی گنجائش نہیں ۔(مستفاد : فتاوی محمودیہ ۳/ ۲۵۶ ڈابھیل)

{وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ} [بنی إسرائیل :۸۵]

الأرواح على أربعة أوجه :أرواح الأنبياء تخرج من جسدها وتصير مثل صورتها مثل المسك والكافور، وتكون في الجنة، تأكل وتشرب وتتنعم، وتأوى بالليل إلى قناديل معلقة تحت العرش، وأرواح الشهداء، تخرج من جسدها وتكون في أجواف طير خضر في الجنة تأكل وتتنعم وتأوى بالليل إلى قناديل معلقة بالعرش... وأرواح العصاة من المؤمنين، تكون بين السماء والأرض في الهواء، وأما أرواح الكفار فهيفي سجين، في جوف طير سود، تحت الأرض السابعة، وهي متصلة بأجسادها، فتعذب الأرواح وتتالم الأجساد منه، كالشمس في السماء ونورها في الأرض۔(شرح الصدور للسيوطي ۳۲۵ مكتبة دار التراث بيروت، عقائد أهل السنة والجماعة ۱۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے کے بعد عذاب اور ثواب بدن پر ہوگا یا روح پر؟

سوال (34)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : قرآنِ کریم میں ہے کہ روح کو اللہ کا امر کہا گیا ہے اور انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی روح باقی رہتی ہے اور جسم ختم ہوجاتا ہے، تو اس صورت میں گنہگاروں کو عذاب کس طریقہ پر اور کس چیز پر ہوگا، بدن پر کہ روح پر؟ یعنی اللہ عزوجل روح کو عذاب دیں گے یا کہ اجسام کو زندہ کرکے ان کو؟ جب کہ روح تو اللہ کا امر ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

گنہگاروں کو عذاب اور نیکوکاروں کو ثواب کا اثر روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے؛ لیکن اس کی کیفیت کیا ہے؟ ہماری عقل نارسا اس کو جاننے سے عاجز ہے۔

واختلف فيه أنه بالروح أو بالبدن أو بهما وهو الأصح منهما إلا أنانؤمن بصحته، ولا نشتغل بكيفيته۔(شرح الفقه الأكبر ۱۲۴، شرح الصدور للسيوطي ۲۴۷ دار التراث بيروت، شرح النووي على صحيح مسلم ۲/ ۳۸۶)

هل تموت الروح أم لا؟ فقالت طائفة :تموت؛ لأنها نفس، وكل نفس ذائقة الموت۔ قالوا :وإذا كانت

الملائكة تموت، فالنفوس البشرية أولى بالموت۔ وقال آخرون :لا تموت الأرواح، فإنها خلقت للبقاء، وإنما تموت الأبدان۔ قالوا :وقد دل على ذلك الأحاديث الدالة على نعيم الأرواح وعذابها بعد المفارقة إلى أن يرجعها الله في أجسادها۔ والصواب أن يقال :موت النفوس هو مفارقتها لأجسادها وخروجها منها، فإن أريد بموتها هذا القدر، فهي ذائقة الموت، وإن أريد أنها تعدم وتفنى بالكلية، فهي لا تموت بهذا الاعتبار، بل هي باقية بعد خلقها في نعيم أو في عذاب۔ (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الدمشقي ٣٢٠، ومثله في شرح النووي على مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم/باب عرض جهة الميت في الجنة والنار وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه ٢/٣٨٦، التذكرة في أحوال الموتى والآخرة للقرطبي ١٤٠) فقط والله تعالیٰ اعلم

عالم برزخ کہاں ہے؟ اور علیین وسجین کسے کہتے ہیں؟

سوال (35):

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :عالم برزخ کہاں قائم ہے اگر زمین کے نیچے ہے تو علیین سجین کا کیا مطلب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

عالم برزخ کسی جگہ اور مقام کا نام نہیں؛ بلکہ موت سے لے کر حشر تک کے درمیانی وقفہ کو برزخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور علیین اور سجین خاص جگہوں کے نام ہیں، اکثر مفسرین کے نزدیک علیین (مؤمن روحوں کا مستقر) ساتویں آسمان پر ہے، اور سجین (کافر روحوں کا مستقر) ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴۱۸ اوغیرہ)

{وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ} [المؤمنون :١٠٠]

البرزخ :مابين كل شيئين وفى الصحاح :الحاجز بين الشيئين، والبرزخ :مابين الدنيا والآخرة قبل الحشر ومن وقت الموت إلى البعث، فمن مات فقد دخل البرزخ۔ وقال الفراء :البرزخ من يوم يموت إلى يوم يبعث۔

(لسان العرب ٣/٩٠٨)

پھر ارواح کے ایمان واعمال کے اعتبار سے بھی علیین اور سجین کے الگ الگ درجات ہیں، مثلاً انبیاء علیہم السلام کا مقام علیین میں سب سے اعلیٰ ہے، اس کے بعد درجہ بدرجہ دیگر حضرات کا مقام ہے۔ (تفصیل دیکھیں :کتاب الروح لابن القیم ١٨٧)

قال في حاشية الروح لابن القيم نقلاً عن مختار الصحاح :البرزخ هو الحاجز بين الشيئين وهو أيضاً ما بين

الدنيا والأخرة من وقت الموت إلى البعث فمن مات فقد دخل البرزخ۔ (حاشية كتاب الروح لابن القيم الجوزية ٨٤ بيروت، ومثله في التذكرة للقرطبي ٢٠٠، كذا في تفسير جمل ٥/ ٢٥٧ بيروت، تفسير أحكام القرآن الكريم للقرطبي ١٢/ ١٠٠ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

برزخی زندگی کا مدار قبر پر نہیں ہے؛

سوال (:36)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کیا میت سے سوال وجواب سزا یا ثواب گڑھے (جس میں مردے دفن کرتے ہیں) میں ہوتا ہے یا عالم برزخ میں روح سے ہوتا ہے؟ اگر اسی گڑھے میں ہوتا ہے تو جو مردے دفن نہیں کئے جاتے ان سے کہاں ہوتا ہے؟ اللہ رب العزت کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید ومحال نہیں، مگر اس بارے میں اللہ رب العالمین کی عادت وضابطہ کیا ہے؟ اور جن روایتوں میں قبر کا لفظ آیا ہے ان میں قبر سے یہی گڑھا جس میں مردے دفن ہوتے ہیں، مراد ہے یا برزخ مراد ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انسان کی وفات سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کا زمانہ عالم برزخ ہے، اور برزخی زندگی کا انحصار صرف قبر ہی پر نہیں ہے؛ بلکہ موت کے بعد جسم انسانی کے اجزاء جہاں بھی پائے جائیں- خواہ وہ مٹی کا گڑھا ہو یا سمندر کا پانی ہو یا جانوروں کا پیٹ ہو- یہ سب اس کے لئے قبر کے درجہ میں ہیں، اور یہی برزخی زندگی کہلاتی ہے، موت کے بعد اسی عالم برزخ میں روحِ انسانی اپنے بدن یا جزوِ بدن کی طرف متوجہ ہوتی ہے؛ تاکہ وہ منکر نکیر کے سوالات کا جواب دے سکے، اور پھر اس روح کا کم از کم اس قدر تعلق اپنے کسی جزوِ بدن سے ضرور باقی رہتا ہے کہ وہ اس کی بنا پر قبر کی راحت وعذاب کو محسوس کر سکے؛ تاہم یہ ایسی چیز ہے جو انسانی آنکھوں سے نظر نہیں آسکتی، اور نہ انسان کے بنائے ہوئے کسی آلہ سے اس راحت وعذاب کو محسوس کیا جا سکتا ہے، اس پر بلا کسی تفصیل کے مخبر صادق کے خبر دینے پر ایمان لانا لازم ہے۔

{وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ} [المؤمنون :١٠٠]

البرزخ :مابين كل شيئين وفي الصحاح :الحاجز بين الشيئين، والبرزخ :مابين الدنيا والآخرة قبل الحشر ومن وقت الموت إلى البعث، فمن مات فقد دخل البرزخ۔ وقال الفراء :البرزخ من يوم يموت إلى يوم يبعث۔

(لسان العرب ۹۰۸/۳)

قال هو ما بين الموت والبعث۔ (التذكره للقرطبي ۱۵۸ بحواله :عقائد أهل السنة والجماعة ۱۶۴)

أخرج ابن أبي حاتم عن مجاهد قال :البرزخ الحاجز ما بين الدنيا والآخرة۔ أخرج ابن أبي شيبة وهنّاد وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وأبو نعيم في الحلية عن مجاهد في قوله :{وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ} قال هو ما بين الموت إلى البعث۔

وأخرج عبد بن حميد عن الربيع قال :البرزخ القبور۔

وأخرج عبد بن حميد عن قتادة :{وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ} قال :أهل القبور في برزخ ما بين الدنيا والآخرة۔ (الدر المنثور بيروت ۲۹/۵)

والجواب أنه يجوز أن يخلق الله تعالیٰ في جميع الأجزاء أو في بعضها نوعاً من الحياة قدر ما يدرك ألم العذاب أو لذة التنعيم، وهذا لا يستلزم إعادة الروح إلى بدنه ولا أن يتحرك أو يضطرب أو يرى أثر العذاب عليه حتى أن الغريق في الماء والماكول في بطون الحيوانات والمصلوب في الهواء يعذب، وإن لم نطّلع عليه - إلى قوله - ودليل الكل أنها أمور ممكنة أخبر بها الصادق ونطق بها الكتاب والسنة فتكون ثابتة۔ (شرح العقائد النسفية ۱۰۰-۱۰۱)

واعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيبه قبر أو لم يقبر أكلته السباع أو احترق حتى صار رماداً أو نسف في الهواء أو صلب أو غرق في البحر وصل إلى روحه وبدنه من العذاب ما يصل إلى القبور۔ (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الدمشقي ۳۲۴، مؤسسة المختار) فقط والله تعالیٰ اعلم

کیا رمضان میں وفات پانے والے سے برزخ کا عذاب تا قیامت ختم کر دیا جاتا ہے؟

سوال (37)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی مسلمان کا انتقال رمضان میں ہو جائے تو اس سے برزخ کا عذاب قیامت تک کے لئے ختم کر دیا جاتا ہے؛ لیکن ہمارے بعض علماء اس سے اتفاق نہیں کر رہے ہیں، اس لئے دار الافتاء سے رجوع کیا جا رہا ہے، فیصلہ فرما دیں، جب کہ جمعہ کے بارے میں متفق ہیں کہ جمعہ میں اگر انتقال ہو جائے تو برزخ کا عذاب قیامت تک کے لئے ختم ہو جاتا ہے، اس لئے مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

رمضان المبارک میں انتقال کرنے والے شخص سے قبر کا عذاب ہٹائے جانے کا ثبوت بعض ضعیف روایات سے ہوتا ہے؛ لیکن ان میں تا قیامت کی قید نہیں ہے، انہی کو بنیاد بنا کر مذکورہ کتابوں میں رمضان المبارک میں وفات پانے والوں کے متعلق مذکورہ بات لکھی گئی ہے؛ اور جمعہ کے دن وفات پانے سے متعلق عذابِ قبر نہ ہونے کی بات متعدد احادیث سے ثابت ہے، وہ احادیث اگر چہ متکلم فیہ ہیں؛ لیکن تعدد طرق کی وجہ سے فضائل میں انہیں قبول کیا جا سکتا ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمرو ص قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :مامن مسلم یموت یوم الجمعة أو لیلة الجمعة إلا وقاہ اللّٰہ فتنة القبر۔ (سنن الترمذي أبواب الجنائز/باب ماء فیمن یموت یوم الجمعة ۱/۲۰۵، وقال :ھذا حدیث غریب ولیس اسنادہ بمتصل)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ أن عذاب القبر یرفع عن الموتی في شھر رمضان۔ (شرح الصدور للسیوطي ۲۵۴ مکتبة دار التراث بیروت)

ویرفع العذاب یوم الجمعة وشھر رمضان بحرمة النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم لأنہ مادام في الأحیاء لایعذبھم اللّٰہ تعالیٰ بحرمتہ۔ فکذلک في القبر یرفع عنھم العذاب یوم الجمعة وکل رمضان بحرمتہ۔ (شرح الفقہ الأکبر ۱۷۲ بیروت)

قال ابن عابدین علیہ الرحمة في أخر باب الجمعة :قال أھل السنة والجماعة :عذاب القبر حق، وسؤال منکر ونکیر وضغطة القبر حق لکن إن کان کافراً فعذابہ یدوم إلی یوم القیامة ویرفع عنہ یوم الجمعة وشھر رمضان۔ (شامی/ باب الجمعة، مطلب ما اختص بہ یوم الجمعة ۲/۱۶۵ کراچی، ۳/۴۴ زکریا)

ثم المؤمن علی وجھین :إن کان مطیعاً لا یکون لہ عذاب ویکون لہ ضغطة، فیجد ھول ذلک وخوفہ، وإن کان عاصیاً یکون لہ عذاب القبر وضغطة القبر، لکن ینقطع عنہ عذاب القبر یوم الجمعة ولیلة الجمعة، ثم لا یعود العذاب إلی یوم القیامة، وإن مات یوم الجمعة أو لیلة الجمعة یکون لہ العذاب ساعةً واحدةً، وضغطة القبر، ثم ینقطع عنہ العذاب، کذا في المعتقدات للشیخ أبي المعین النسفي۔ (الأشباہ والنظائر مع :الفن الثالث، الجمع والفرق/القول في أحکام الجمعة ۳/۲۰۰، شرح الحموي ۵۶۴) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے دن وفات پانے والوں کے لئے فضیلت؛

سوال (38:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کیا یہ بات صحیح ہے کہ جمعہ کے دن یا اس کی رات میں مرنے والوں کو قبر کا عذاب اور سوال و جواب نہیں ہوتا؟ اور کیا قیامت تک ان سے عذاب ہٹا رہتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ : ''جو شخص جمعہ کے دن یا اس کی رات میں انتقال کر جائے وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھا جاتا ہے'' اور قبر کے فتنہ میں بظاہر سوال و جواب اور عذاب دونوں شامل ہیں، یعنی ایسا شخص دونوں باتوں سے بچا رہتا ہے، اب یہ صورت قیامت تک یونہی برقرار رہے گی یا بعد میں کسی وقت عذاب ممکن ہے؟ اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں:

حکیم ترمذیؒ نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ ''تکوینی طور پر کسی شخص کی موت کا جمعہ کے دن یا رات کے موافق ہو جانا اس کی سعادت مندی کی دلیل ہے، اور یہ سعادت صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے فتنۂ قبر سے محفوظ رکھا جانا منظور ہوتا ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ تاقیامت اس سے محفوظ رہے۔ بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ بعض روایات میں جمعہ کے دن وفات پانے والے کو درجہ شہادت کا مستحق بھی قرار دیا گیا ہے۔ اور شہید کا عذابِ قبر سے محفوظ رہنا طے شدہ امر ہے''۔

اس کے برخلاف ملا علی قاریؒ نے شرح فقہِ اکبر میں اس موضوع پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ: ''اس مسئلہ کا تعلق چونکہ عقائد سے ہے؛ لہٰذا اس کے بارے میں جب تک کوئی مضبوط روایت یا نص قطعی نہ ہو کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی''۔

تاہم علماء کے اس اختلاف کے باوجود اگر کوئی شخص جمعہ کے دن وفات سے متعلق فضیلت کی حدیث کو عمومی معنی میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھے تو اس میں کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

عن عبداللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ عنہ قال :قال رسول اللّٰہ ا :مامن مسلم یموت یوم الجمعۃ أو لیلۃ الجمعۃ إلا وقاہ اللّٰہ فتنۃ القبر۔ (سنن الترمذي، الجنائز/باب ما جاء في من یموت یوم الجمعۃ ۱/ ۲۰۵ وقال ھذا حدیث غریب ولیس اسنادہ بمتصل)

عن ابن شھاب موقوفا :أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال :من مات لیلۃ الجمعۃ أو یوم الجمعۃ بریٔ من فتنۃ القبر

وكتب شهيداً۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/ ۲۶۹)

قال الحكيم الترمذي في نوادر الأصول : ومن مات يوم الجمعة فقد انكشف له الغطاء عما له عند الله، لأن يوم الجمعة لا تسجر فيه جهنم وتغلق أبوابها، ولا يعمل سلطان النار فيه ما يعمل سائر الأيام، فإذا قبض الله عبداً من عبيده فوافق قبضه يوم الجمعة كان ذلك دليلا لسعادته وحسن مآبه، وإنه لا يقبض في هذا اليوم إلا من كتب له السعادة عنده فلذلك يقيه فتنة القبر۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور للسیوطی ۲۰۹ مکتبة دار التراث المدنية المنورة، مرقاة المفاتيح للملاعلي القاري ۲/ ۲۴۲)

وقال الملاعلي قاري علیہ الرحمہ :فلا يخفى أن المعتبر في العقائد هو الأدلة اليقينية وأحاديث الأحاد لو ثبت إنما تكون ظنية، نعم ثبت في الجملة أن من مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة يرفع العذاب عنه إلا أن لا يعود إليه إلى يوم القيامة فلا أعرف له أصلا الخ۔ (شرح الفقه الأكبر للملاعلي قاري ۱۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق وفاجر مسلمان اگر جمعہ کے دن مرجائے تو عذابِ قبر ہوگا یا نہیں؟

سوال (39)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک مسلمان جوکہ شرابی ہے، جواری، فاسق ہے، بے نمازی ہے اور بدعتی ہے، اس آدمی کا اگر جمعہ کے روز انتقال ہو جائے تو اس کو عذاب قبر ہوگا یا نہیں؟ حدیث شریف میں جو فضائل جمعہ کے دن انتقال ہونے والے کے لئے آئے ہیں، اس میں یہ آدمی داخل ہوگا یا نہیں؟ یا پھر یہ فضائل صرف مؤمن کے لئے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

جمعہ کے دن مرنے والے کے عذاب قبر سے محفوظ رہنے کے بارے میں جو روایت مروی ہے اس میں صرف مسلم کی قید ہے اور بظاہر اس میں صالح وفاسق دونوں شامل ہیں، اس لئے امید رکھنی چاہئے کہ بلا امتیاز ہر مسلمان اس بشارت کا مستحق ہوگا، مگر واضح ہو کہ اس بشارت کا تعلق صرف اَحوالِ قبر سے ہے، یہ آخرت میں حساب وکتاب اور عذاب سے محفوظ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر۔ (سنن الترمذي ۱/ ۲۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم بچوں کا مرنے کے بعد کیا حشر ہوگا؟

سوال (40:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک شخص جو غیر مسلم ہے، اور ایک اس کا بچہ جو نابالغ ہے، وہ اپنے غیر مسلم باپ کے یہاں انتقال کر جاتا ہے، تو کیا اس کا حشر غیر مسلم باپ کے ساتھ ہوگا، یا ملتِ اسلامیہ کے قاعدہ کے مطابق معصوم تسلیم کیا جائے گا؟ اور اس کا حشر مسلمانوں کے ساتھ ہوگا؟

اسی طرح ایک شخص بالغ ہے؛ لیکن عقل سے معذور ہے، اس کا حشر کس کے ساتھ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

جن غیر مسلم بچوں کا انتقال بچپن میں ہو جائے ان کے جنت یا جہنم میں جانے سے متعلق علماء کرام وفقہاء عظام سے مختلف اقوال مروی ہیں، چناں چہ:

(۱) بعض علماء کا کہنا ہے کہ ان کا جنت یا جہنم میں جانا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ (۲) اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ غیر مسلم بچے اپنے والدین کے تابع ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ وہ جنت و دوزخ کے درمیان اعراف میں رہیں گے۔ (۴) چوتھا قول یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔ (۵) پانچواں قول یہ ہے کہ بروز قیامت وہ مٹی ہو جائیں گے۔ (۶) چھٹا قول یہ ہے کہ آخرت میں ان کا امتحان لیا جائے گا، اس طور پر کہ ان کو جہنم میں جانے کا حکم دیا جائے گا، جو اطاعت کریں گے ان کے لئے جنت، اور جو نافرمانی کریں گے ان کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ (۷) ساتواں قول یہ ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے۔ (۸) اور آٹھواں قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے، اور احناف کے نزدیک یہی صحیح مذہب ہے کہ ان کے بارے میں کسی بھی قسم کی رائے زنی نہ کی جائے، اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔

اور عقل سے معذور اشخاص سے متعلق صحیح ترین مذہب یہی ہے کہ ان کا امتحان لیا جائے گا، اس طور پر کہ ان کو جہنم میں جانے کا حکم ہوگا، حکم کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جنت اور نافرمانی کرنے والوں کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول :سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن ذراري المشركين، فقال :الله أعلم بما كانوا عاملين۔ (صحيح البخاري، كتاب الجنائز/باب ما قيل في أولاد المشركين ۱/۱۸۵ رقم :۱۳۶۸ ف :۱۳۸۴)

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :أولاد المشركين خدم أهل الجنة۔

(المعجم الأوسط ۱/۵۵۵ رقم :۲۰۴۵، المعجم الكبير ۷/۲۴۴ رقم :۶۹۹۳)

اختلف العلماء قديماً و حديثاً في هذه المسئلة على أقوال :أحدها أنهم في مشيئة اللّٰه تعالى، وهو منقول عن الحمادين وابن المبارك و اسحاق۔ ثانيا :أنهم تبع لآبائهم، فأولاد المسلمين في الجنة، وأولاد الكفار في النار۔ ثالثاً :أنهم يكونون في برزخ بين الجنة والنار؛ لأنهم لم يعملوا احسنات يدخلون بها الجنة، ولا سيئات يدخلون بها النار۔ رابعها :خدم أهل الجنة۔ خامسها :أنهم يصيرون تراباً۔ سادسها :هم في النار۔ سابعها: أنهم يمتحنون في الآخرة بأن ترفع لهم نار، فمن دخلها كانت عليه برداً وسلاما، ومن أبى عذب، وقد صحت مسألة الامتحان في حق المجنون، ومن مات في الفترة من طرق صحيحة، وحكى البيهقي في كتاب الاعتقاد أنه المذهب الصحيح۔ ثامنها :أنهم في الجنة۔ تاسعها :الوقف الخ۔ (فتح الباري ۳/۱۹۵-۱۹۶ مصري، عمدة القاري ۸/۲۱۳-۲۱۲ بيروت، ۶/۲۹۳ زكريا)

واعلم أن الولد تابع لأشرف الأبوين دينا فيما يرجع إلى أمور الدنيا وهو معنى قوله صلى اللّٰه عليه وسلم في بعض الروايات، هم من آبائهم، وأما فيما يرجع إلى أمور الآخرة من الثواب والعقاب، فموقوف وموكول إلى علم اللّٰه تعالى؛ لأن السعادة والشقاوة ليستا معللتين عندنا بالأعمال؛ بل اللّٰه تعالى خلق من شاء شقيا، ومن شاء سعيداً، وجعل الأعمال دليلاً على السعادة والشقاوة۔ (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح اشرفي ۱/۱۶۶، ۱/۱۸۲)

وتوقف الإمام في سوال أطفال الكفرة، ودخولهم الجنة وغيره حكم بذلك، فيكونوا اخدم أهل الجنة۔ (شرح الفقه الأكبر ۱۲۱)

وحكى البيهقي في كتاب الاعتقاد أن مسألة الامتحان في حق المحنون، ومن مات في الفترة هو المذهب الصحيح۔ (عمدة القاري ۸/۲۱۳ بيروت، ۶/۲۹۳ زكريا)

وأما أولاد الكفار إذا ماتوا قبل أن يعقلوا اختلف فيه أهل السنة والجماعة، وروي عن محمد أنه قال :إني أعرف أن اللّٰه تعالیٰ لا يعذب أحداً من غير ذنب، وبعضهم قالوا :يكونون في الجنة خداماً للمسلمين، وبعضهم قالوا: إن كانوا قالوا "بلى" يوم الميثاق عن اعتقاد يكونون في الجنة، وإن كانوا قالوا من غير اعتقاد يكونون في النار، وروي عن أبي حنيفة أنه توقف فيهم ووَكَّل أمرهم إلى اللّٰه تعالیٰ۔ (الفتاویٰ الناتارخانية، كتاب الصلاة/باب من يصلى عليه ومن لا يصلى عليه ۳/۵۸ تحت رقم :۳۷۱۲ زكريا) فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

قیامت قائم ہونے پر جب آسمان بھی ٹوٹ جائے گا تو عرش کہاں قائم ہوگا؟

سوال(41:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :جب قیام قریب ہوگی تو میدانِ محشر کیا عرفات کا میدان ہوگا؟ نیز قیامت قائم ہونے کے وقت دوسرے صور کے بعد تمام نظام درہم برہم ہو جائے گا، تو کیا آسمان بھی ٹوٹ پھوٹ جائے گا؟ جیسا کہ {إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ} جیسی آیات سے معلوم ہوتا ہے، پھر عرش الٰہی کہاں قائم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

میدانِ عرفات میں حشر ونشر کے قیام کے متعلق کوئی روایت نظر سے نہیں گذری؛ البتہ ایک روایت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ حشر بیت المقدس کے قریب قائم ہوگا، مگر یہ روایت وہب بن منبہ سے مروی ہے، جو اسرائیلی روایات نقل کرنے میں مشہور ہیں، اس لئے اس کے متعلق اصل علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی۔

اور قیامت کے وقت آسمانوں کا پھٹ جانا قرآن سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :{إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ، إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ} اور آسمانوں کے فنا ہو جانے سے عرشِ الٰہی کا فنا ہونا ہرگز لازم نہیں آتا؛ اس لئے کہ عرشِ الٰہی آسمانوں پر موقوف نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو اپنی ناقابلِ تصور وسعتوں کے ساتھ جوں کا توں موجود ہے، اور موجود رہے گا، اس وقت اسے ۴؍ عظیم ترین فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، اور قیامت کے دن ان کی تعداد آٹھ ہو جائے گی، اسی کو قرآنِ کریم میں آیت :{وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ} [الحاقۃ جزء آیت ۱۷ :] میں بیان فرمایا گیا ہے۔

عن المنذر بن النعمان أنه سمع وهب بن منبه يقول :قال اللّٰہ تعالیٰ :لصخرة بيت المقدس :لأضعن عليك عرشي، ولأحشرن عليك خلقي وفيأتينك يومئذ داؤد راكباً۔(التذكرة في أحوال الموتىٰ والآخرة للقرطبي ۲۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جنت اور جہنم آج بھی اسی صفت پر قائم ہیں جس پر قیامت کے دن ہوں گے؟

سوال(42:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :جنت اور دوزخ کیا اسی صفت اور کیفیت پر آج بھی قائم ہیں جس صفت اور کیفیت پر قیامت کے بعد قائم ہوں گی، تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا؟ جس میں یہ

ہے کہ جنت ایک چٹیل میدان ہے، جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اسی نیک عمل کی بدولت اس میں بالا خانے باغات وغیرہ تیار ہوتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

جنت اور جہنم اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق آج بھی اپنی تمام صفات کے ساتھ موجود ہیں، اور قیامت کے بعد بھی اسی طرح رہیں گے۔ والجنة والنار مخلوقتان الیوم۔ (شرح الفقہ الأکبر ۱۵۹)

اور قرآنِ کریم میں جا بجا جنت کی صفات بیان کرتے ہوئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، جو ان کے وجود پر کھلی دلیل ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا: {وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا} [التوبۃ ۱۰۰ :]

اور جس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان سے تعبیر کیا گیا ہے اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے حضرات شارحین نے مختلف توجیہات کی ہیں :

الف : علامہ طیبیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چوں کہ عالم الغیب ہے، اس لئے اس نے ہر جنتی کے عمل کے موافق اس کی جنت بنائی ہے، اور پھر اپنے فضل سے اسی کے مطابق اسے اعمالِ حسنہ کی توفیق بھی دنیا میں عطا فرماتا ہے، اسی کو چٹیل میدان کے بعد آبادی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ب : ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ہر جنتی کو دو جنتیں دی جائیں، ایک تو پہلے ہی سے بھری پڑی ہو اور دوسری خالی ہو، اس کی آبادی اعمالِ صالحہ پر موقوف ہو۔

ج : اور امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا کہ جنت کے تمام درخت پہلے ہی سے تیار ہو کر ایک جگہ مجتمع ہیں، اور جو شخص اعمالِ صالحہ کرتا رہتا ہے اسی حساب سے وہ درخت اس کی جنت میں لا کر لگائے جاتے رہتے ہیں۔ (فضائل اعمال ۱/ ۱۴۲ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ)

عن ابن مسعود رضي اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :لقیت إبراهيم ليلة أسري بي فقال :يا محمد! إقرئي أمتک مني السلام، وأخبرهم أن الجنة طيبة التربة، عذبة الماء، وأنها قيعان وأن غراسها سبحان اللہ والحمد للہ ولا إله إلا اللہ واللہ أكبر۔ (سنن الترمذي رقم :۳٦٦٠)

وقال الملا علی القاري في شرحه :والجواب أنها كانت قيعانا ثم أن اللہ أوجد بفضله فيها أشجارا و قصوراً بحسب أعمال العاملين لكل عامل مايختص به بسبب عمله۔ (مرقاة المباتيح شرح مشكاة المصابيح،

الدعوات/باب ثواب التسبيح والتحميد ۵/ ۲۲۵ تحت رقم :۲۳۱۵)

ويخطر بالبال والله أعلم أن أقل أهل الجنة من له جنتان كما قال :{وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ}]الرحمن ۴۶[فيقال :جنة فيها أشجار وأنهار وحور وقصور خلقت بطريق الفضل وجنة يوجد فيها ما ذكر بسبب جدور الأعمال والأذكار من باب العدل۔(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات/باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الثاني ۵/ ۲۲۵ رقم :۲۳۱۵ بيروت)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عقیدۂ شفاعت؛

سوال(43:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :شفاعت کسے کہتے ہیں؟ اور قیامت میں انبیاء اولیاء گنہگاروں کی شفاعت کریں گے یا نہیں؟ نیز جو شفاعت کا انکار کرے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ ان باتوں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

علماء اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے شفاعتِ کبریٰ کے بلند مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔ میدانِ حشر میں جب اللہ رب العزت کے جاہ وجلال کے سامنے کسی شخص کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوگی، اس وقت صرف سید الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ رب العزت میں نہ صرف یہ کہ امتوں کے حساب کتاب کے لئے شفاعت فرمائیں گے؛ بلکہ امتِ محمدیہ کے گنہگاروں کی بخشش کے لئے یعنی آپ کو شریعت کا خصوصی حق دیا جائے گا، اور جب تک ادنی سے ادنی آپ کا اُمتی جہنم سے نکل کر جنت میں نہ چلا جائے گا اس وقت تک آپ برابر سفارش فرماتے رہیں گے۔ صحیح احادیثِ شریفہ میں یہ مضمون بڑی تفصیل کے ساتھ وارد ہے، نیز یہ بھی ثابت ہے کہ دیگر انبیاء، صدیقین، شہداء، علماء اور حفاظ نیز قرآنِ کریم کو بھی اللہ کی اجازت سے شفاعت کے حق سے نوازا جائے گا، اور یہاں یہ نہ کہا جائے کہ قرآن پاک کی بعض آیات میں شفاعت کی نفی کی گئی؛ اس لئے کہ وہاں ہر طرح کی شفاعت کی نفی نہیں ہے؛ بلکہ اس شفاعت کی نفی ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر ہو اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت چوں کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہی ہونے والی ہے، اس لئے وہ مذکورہ آیات کا مصداق نہیں۔ خود آیاتِ مذکورہ میں بھی اشارات موجود ہیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے : {مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ} [البقرة ۲۵۵ :] (کون ہے جو اللہ کے دربار میں سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے)

نیز ارشادِ ہے : {یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا} [طٰہٰ ۱۰۹ :] (اس دن کام نہ آئے گی سفارش اور جس کو اجازت دی اللہ نے اور پسند کی اسی کی بات)

اِن آیات سے صاف معلوم ہوا کہ اجازت کے بعد شفاعت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے؛ لہٰذا مطلق شفاعت کا انکار کرنے والا شخص قرآن حدیث کا منکر اور صریح گمراہی میں مبتلا ہے، اسے اپنا عقیدہ صحیح کرنا لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ : {فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ} [المدثر ۴۸ :]

{مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ} [المؤمن :۱۸]

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه مرفوعًا قال :فيقول الله تعالى شفعت الملائكة وشفع النبيون وشفع المؤمنون ولم يبق إلا أرحم الراحمين۔ (صحيح مسلم ۱/۱۰۳)

عن عثمان ابن عفان رضي الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ :يشفع يوم القيامة ثلاثة :الأنبياء ثم العلماء ثم الشهداء۔ (سنن ابن ماجة :۳۳۰، رقم :۴۳۱۳)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ :أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وأول من ينشق عند القبر وأول شافع وأول مشفع۔ (سنن الترمذي ۲/۲۴۵)

عن علي رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من قرأ القرآن فاستظهره شفع في عشرة أهل بيته قد وجبت له النار۔ (مسند أحمد ۱/۱۸۵)

قال النووي :قال القاضي عياض رحمه الله تعالى :مذهب أهل السنة جواز الشفاعة عقلا ووجوبها سمعا لصريح قوله تعالى :{يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا}

وبخبر الصادق صلى الله عليه وسلم جاءت الآثار التي بلغت من مجموعها التواتر لصحة الشفاعة في الآخرة لمذنبي المؤمنين، واجمع السلف الصالح ومن بعدهم من أهل السنة عليها ومنفعت لخوارج وبعض للمعتزلة منها۔ (شرح النووي على مسلم ۱/۱۰۴)

والشفاعة هي في اللغة :المعونة، وفي الاصطلاح :رفع العقوبة وطلب التجاوز عن الذنب ثابتة... الشفاعة المقبولة ثابتة للرسل والأخيار هم الصلحاء والاتقياء والانبياء والشهداء والأصحاب والعلماء في حق أهل

الكبائر بالمستفيض من الأخبار خلافًا للمعتزلة۔ (شرح العقائد النسفية ١١٥-١١٤)

الحاصل أنه يجب أن يعتقد أن غير النبي من سائر الرسل والانبياء والملائكة والصحابة والشهداء والصدقين والأولياء على اختلاف مراتبهم ومقامتهم عند ربهم يشفعون وبقدر جاههم وجاهتهم يشفعون لثبوت الأخبار بذلك وترادف الآثار على ذلك، وهو أمر جائز غير مستحيل فيجب تصديقه۔ (شرح العقيدة الطحاوية ٢/٢٠٩، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ١/٤٠١-٤٠٠، عقائد أهل السنة والجماعة ١٤٤-١٤٣)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اولیاء اللہ کو متصرف ماننا درست نہیں؛

سوال (44:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی درج ذیل عبارت کا مطلب واضح فرمائیں : ''اور کسی انبیاء اور اولیاء کی پیر وشہید کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں ہے کہ کوئی ایسا تصرف کرے اس سے مرادیں مانگیں اور توقع پر نذر ونیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہوجاتا ہے''۔ (حوالہ تقویۃ الایمان ٨-٩ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

اب سوال یہ ہے کہ کیا نذر ونیاز کرنے سے آدمی کافر ومشرک ہوجاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

مذکورہ عبارت تقویۃ الایمان مطبوعہ عبدالغنی ١٣ ر پر ہے، معترض یہاں پر عبارت پانچ لائن اوپر سے نقل کرتا تو پھر کوئی اشکال باقی نہ رہتا، وہ عبارت یہ ہے:

''دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنا، تندرست اور بیمار کردینا، فتح وشکست دینا، اقبال وادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دست گیری کرنی برے وقت میں پہونچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے''۔

یہ سب اللہ رب العزت کی خاص صفات ہیں۔ ان صفاتوں کا غیر اللہ میں ماننا شرک فی الصفات والتصرف ہے؛ لہٰذا انبیاء واولیاء میں ایسی صفات کا ماننا اور یہ سمجھنا کہ وہ ایسا تصرف کرسکتے ہیں، یعنی کسی کو بیمار کرسکتے ہیں، کسی کی مرادیں پوری کرسکتے ہیں اور اسی امید پر نذر ونیاز ان کے لئے کرنا، ان سے منتیں ماننا، یہ ناجائز اور شرک ہے، قرآنِ کریم اور

احادیث مبارکہ غیر اللہ کے لئے ایسا تصرف ثابت کرنے کی کھلم کھلا نفی کرتی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

{قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا، قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا} [جن :۲۲]

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فائدہ یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں ہے۔

{وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ} [نحل :۷۳]

اور غیر اللہ کسی چیز کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں۔

{وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ، فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ} [یونس :۱۰۶]

{قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَھُمْ فِیْھِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ ظَھِیْرٍ} [سبا :۲۲]

{قُلْ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ} [مؤمنون :۸۹-۸۸]

احادیثِ شریفہ میں بھی اللہ کے ساتھ ایسے عمل میں شریک کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :قال الله تعالى :إذا أغني الشركاء عن الشرك من اعمل عملاً أشرك فيه معي غيري تركته وشركه۔ وفي رواية :فأنا منه بريء۔ (صحيح مسلم رقم: ۲۹۸۵-۴۶، سنن ابن ماجة رقم :۴۲۰۲، مشكوة المصابيح ۵۴۴ سعد بکڈپو)

وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال :كنت خلف رسول الله يوما فقال :إحفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك، وإذا سألت فاسئل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله، وأعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك، رفعت الأقلام وجفت الصحف۔ (سنن الترمذي رقم ۲۵۱۶، مسند أحمد ۲۹۳/۱، مشكوة المصابيح ۴۵۳)

عن أنس رضي الله عنه قال :قال رسول الله ا :ليسأل أحدكم ربه حاجته كلها وحتى يسئله شسع نعله إذا إنقطع۔ (سنن الترمذي رقم ۲۶۸۲، مشكوة المصابيح ۱۹۶)

یعنی اللہ ہی سے اپنی تمام حاجتیں مانگے، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ اگر ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔

اور صاحبِ روح المعانی اولیاء سے خواہ زندہ ہوں یا انتقال فرما گئے ہوں، ان سے مانگنے کو شرک بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن الناس قد أكثر من دعا غير الله تعالى من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل يا سيدي فلان أغثني، وليس ذلك من التوسل المباح في شيء، وقد عده أناس من العلماء شركا وأن لا يكنه فهو قريب من، ولا أرى أحداً ممن يقول ذلك إلا وهو يعتقد أن المدعو الحي الغائب المبت المغيب يعلم الغيب، أو يسمع النداء، ويقدر بالذات أو بالغير على جلب الخير ودفع الأذى۔ (روح المعاني زكريا ۱۸۸/۴، المائدة :۳۵)

اِن تمام آیات و احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کی حاجت پوری کرنا مصیبت کو دور کرنا اللہ کے علاوہ کسی کی قدرت میں نہیں ہے؛ لہٰذا کسی نبی یا ولی کو مصیبت کے وقت یہ عقیدہ رکھ کر پکارنا شرک ہے۔

تقویۃ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت میں یہی بات کہی گئی ہے جو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے، اس کے خلاف نہیں، اس کی وجہ سے کسی نبی یا ولی کے حقیقی مرتبہ اور عظمت میں کچھ بھی نقص نہیں آتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگوں کو اپنی قبروں میں متصرف سمجھنا؛

سوال:(45)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کیا قبروں میں زندہ ہیں؟ جو لوگ مزاروں پر جاتے ہیں اور اپنے حق میں دعا کراتے ہیں، کیا وہ دعا کرتے ہیں؟ لوگ ان کی دعاؤں سے فیض یاب ہوتے ہیں؟ قرآنِ پاک میں کون سے پارے میں یا کونسی سورت میں اس کا ذکر ہے، اور بخاری شریف میں کسی جگہ ذکر ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

بزرگوں کے مزارات پر جا کر ان سے براہ راست دعائیں کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کے تصرف سے ہمارے بگڑے ہوئے کام بن جائیں گے قطعاً جائز نہیں ہے، بلکہ موجبِ شرک ہے؛ البتہ اگر دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اس کے لئے مزاروں پر جانا بھی ضروری نہیں؛ بلکہ گھر میں بیٹھ کر بھی دعاء میں وسیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۳/۳)

عن النعمان بن بشير رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :الدعاء هو العبادة، ثم قرأ :{وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ} هذا حديث حسن صحيح

(سنن الترمذي ۲/۱۷۵)

والعبادة لاتكون للمخلوق۔ (البحر الرائق ۲/۲۹۸)

فخطب الناس عمر رضي الله عنه، فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرى للعباس ما يرى الولد للوالد، فاقتدوا أيها الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم في عمه العباس، واتخذوه وسيلة إلى الله۔ (فتح الباري ۳/۶۳۲ تحت رقم: ۱۰۱۰ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب رضي الله عنه، فقال: اللّٰهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا صلى الله عليه وسلم فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فأسقنا، قال: فيسقون۔ (صحيح البخاري ۱/۱۳۷، رقم: ۱۰۰۰)

ولا أرى أحداً ممن يقول ذٰلك إلا وهو يعتقد أن المدعو الحي الغائب، أو الميت المغيب يعلم الغيب، أو يسمع النداء، ويقدر بالذات أو بالغير على جلب الخير ودفع الأذىٰ، وإلا لما دعاه، ولا فتح فاه۔ (روح المعاني (المائدة: ۳۵) ۶/۱۲۸ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وفي البزازية: قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم يكفر۔ (البحر الرائق ۵/۲۰۹، مجمع الأنهر ۱/۶۹۱ بيروت)

والتفسير في المسئلة أن التوسل بالمخلوق له تفاسير ثلاثة: الأول: دعاؤه واستغاثته كديدن المشركين وهو حرام إجماعاً۔ الثاني: طلب الدعاء منه ولم يثبت في الميت بدليل فيختص هذا المعنى بالحي۔ والثالث: دعاء الله ببركة هذا المخلوق المقبول، وهذا قد جوّزه الجمهور۔ (بوادر النوادر ۲/۷۰۸-۷۰۶ لاهور ورَمزم ديوبند) فقط والله تعالىٰ اعلم

کیا اولیاء اللہ اپنی قبروں میں اجسام کے ساتھ زندہ ہیں؟

سوال (46)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو حقیقت میں اولیاء اللہ ہیں کیا عالم برزخ میں وہ اسی طرح اپنے جسموں کے ساتھ زندہ رہتے ہیں جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں، یا ان کا معاملہ عام انسانوں کی طرح ہے، یعنی عام انسان اپنی روحوں کے ساتھ زندہ ہیں اور جسموں کو زمین کھا جاتی ہے، یا ان کا معاملہ انبیاء علیہم السلام اور عام انسانوں دونوں سے مختلف ہے، اگر مختلف ہے تو کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

وفات کے بعد جسم کا مٹی بننے سے محفوظ رہنا صرف انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے، بقیہ کسی کے لئے خواہ وہ شہداء ہوں یا اولیاء اللہ بدن کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اور شہداء کے لئے قرآنِ پاک میں جس حیات کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ حیاتِ برزخی ہے، اس کے لئے بدن کا سالم رہنا شرط نہیں ہے؛ البتہ تاریخ میں بعض ایسے واقعات بھی ثابت ہیں جن میں غیر نبی کے اجسام کا محفوظ ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ واقعات شاذ ونادر ہیں ان سے کوئی کلی اصول مستنبط نہیں کیا جا سکتا۔

إن اللّٰہ عز وجل حرّم علی الأرض أجساد الأنبياء۔ (سنن أبي داؤد ١/١٥٠)

و أما القول بحياة هذا الجسد الرميم مع هدم بنيته و تفرق أجزائه و ذهاب هيئته، و إن لم يكن ذلک بعيدا عن قدرة من يبدأ الخلق ثم يعيده، لكن ليس إليه كثير حاجة، و لا فيه مزيد فضل، و لا عظيم منة، بل ليس فيه سوى إيقاع ضعفة المومنين بالشكوک و الأوهام و تكليفهم۔ (روح المعانی زکریا ٢/٣٢) فقط و اللّٰہ تعالیٰ اعلم

أنبیاء، صحابہ اور اَولیاء کی قبروں پر جا کر دعا کی درخواست کرنا:

سوال (47:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : انبیاء کرام، صحابہ کرام، اولیاء اللہ، شہداء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور لوگوں کے لئے اپنی قبور میں کچھ کر سکتے ہیں؟ ان سے کہنا کہ ہمارے لئے یہ کروا دیں کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

حضراتِ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ موجود ہیں، ان کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی؛ لیکن حضراتِ صحابہ اور شہداء کرام کو ایسی حیات حاصل نہیں ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام سے طلب شفاعت درست ہے؛ لیکن کسی صحابی یا ولی سے اس طرح دعا کے لئے کہنا صحیح نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ : {إِيَّاکَ نَعْبُدُ وَإِيَّاکَ نَسْتَعِينُ} [الفاتحة :۴]

و قال عليه السلام : إذا سألت فاسئل اللّٰہ، و إذا استعنت فاستعن باللّٰہ۔ (مشكوة المصابيح/باب التوكل و الصبر ٢/٤٥٣)

قال العلامة الآلوسي : و لا أرى أحداً ممن يقول ذلک إلا و هو يعتقد أن المدعو الحي الغائب أو المبت المغيب يعلم الغيب أو يسمع النداء، و يقدر بالذات أو بالغير على جلب الخير و دفع الأذى، و إلا لما أدعاه و لا فتح فاه، لم يشک في أن الاستغاثة بأصحاب القبور . . . أمر يجب اجتنابه، و لا يليق بأرباب العقول ارتكابه۔ (روح

المعاني، المائدة :۳۵، ۱۲۹/۶-۱۲۸ دار إحياء التراث العربي)

عندنا و مشائخنا حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حي في قبره الشريف و حياته صلى الله عليه وسلم دنوية من غير تكليف و هي مختصة به صلى الله عليه وسلم و بجميع الأنبياء صلاة الله عليهم۔ (المهند على المفند ۳۸-۳۷، مرقاة المفاتيح ۲۵۶/۱۱، رسائل بن عابدين ۲۰۲/۲، شرح الشفاء للملا علي القاري ۴۹۹/۳، فتح الباري ۱۳۰/۱، عقائد أهل السنة والجماعة ۱۷۰)

عن العتبي قال :كنت جالساً عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم، فجاء أعرابي، فقال :السلام عليک يا رسول الله، سمعت الله يقول :{وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا} و قد جئتک مستغفراً لذنبي مستشفعاً بک إلى ربي، أنشأ يقول :

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي التُّرْبِ اَعْظُمُهٗ

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِيْ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ

فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

ثم انصرف الأعرابي، فغلبتني عيني فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم، فقال :يا عتبي ألحق الأعرابي، فبشره أن الله قد غفر له۔ (تفسير ابن كثير، النساء :۶۴، ۱/۶۹۱ مكتبة دار الفيحاء) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

حضور پاک علیہ السلام اور بزرگوں کے وسیلہ سے دعا کرنا:

سوال (48):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :

حضور پاک کے وسیلہ سے یا بزرگانِ دین کے صدقہ طفیل سے دعاء مانگنا کہاں ثابت ہے؟ دعاء بغیر وسیلہ کے بھی مانگ سکتے ہیں، تو وسیلہ تلاش کرنے سے کیا مراد ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

آنحضرت اور بزرگانِ دین کے وسیلہ سے اس عقیدہ کے ساتھ دعاء مانگنا درست اور ثابت ہے کہ ان بزرگوں کے صدقہ میں ہماری دعاء بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت حاصل کرنے کی زیادہ مستحق ہوگی۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب قحط سالی ہوتی تو سیدنا حضرت عمر بن الخطاب ص آنحضرت اور حضرت عباس ص کے وسیلہ سے بارش کی دعاء مانگا

کرتے تھے۔ ادعیہ ماثورہ کی مشہور کتاب حصن حصین میں وسیلہ کو آدابِ دعاء میں شمار کیا ہے، اور علامہ شامیؒ نے علامہ سبکیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ دعاء میں آنحضرت ا کا وسیلہ درست ہونے پر سوائے علامہ ابن تیمیہؒ کے سارے علماء سلف وخلف متفق ہیں۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ أن عمر بن الخطاب ص کان إذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب ص، فقال: اللّٰھم إنا کنا نتوسل إلیک بنبینا و إنا نتوسل إلیک بعم نبینا فاسقنا۔ (صحیح البخاري ۱/۱۳۷)

وقال في الشامي: وقد عد من آداب الدعاء التوسل علی ما في الحصن۔ فیہ: وقال السبکي: یحسن التوسل بالنبي إلی ربہ ولم ینکرہ أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تیمیۃ فابتدع ما لم یقلہ عالم قبلہ۔ (شامی کراچی ۶/۳۹۷، زکریا ۹/۵۶۹، البحر الرائق ۸/۲۰۷، بدائع الصنائع زکریا ۴/۳۰۲، عین الھدایۃ زکریا ۴/۳۵۷، روح المعاني ۶/۱۲۸)

عن عثمان بن حنیف أن رجلاً کان یختلف أبي عثمان ابن عقان في حاجۃ لہ فکان عثمان لا یلتفت إلیہ ولا ینظر في حاجتہ فلقی عثمان فصل فیہ رکعتین، ثم قل: إني أسئلک وأتوجہ إلیک بنبینا محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبي الرحمۃ یا محمد إني أتوجہ بک إلی ربي فتقضي لحاجۃ۔ (المعجم الصغیر ۱۰۳)

وبعد ھٰذا کلہ أنا لا أری بأساً في التوسل إلی اللّٰہ تعالیٰ بجاہ النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عند اللّٰہ تعالیٰ حیاً ومیتاً، ویراد من الجاہ معنیً یرجع إلی صفۃ من صفاتہ تعالیٰ، مثل أن یراد بہ المحبۃ التامۃ المستدعیۃ عدم ردہ وقبول شفاعتہ، فیکون معنیً قول القائل: إلٰھي! أتوسل بحاہ نبیک صلی اللّٰہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم أن تقضی لي حاجتي، إلٰھي! اجعل محبتک لہ وسیلۃً في قضاء حاجتي... الخ۔

إن التوسل بجاہ غیر النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا بأس بہ أیضاً إن کان المتوسل بجاھہ مما علم أن لہ جاھاً عند اللّٰہ تعالیٰ کالمقطوع بصلاحہ وولایتہ، وأما من لا قطع في حقہ بذٰلک فلا یتوسل بجاھہ۔ (روح المعاني ۶/۱۲۹-۱۲۶، المائدۃ: تحت آیۃ: ۳۵، مطبوعۃ مصطفائیۃ دیوبند، المدخل ۱/۲۵۴ مصر، بحوالہ: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳/۱۴۶-۱۳۲، امداد الفتاویٰ زکریا ۴/۳۶)

قال ابن حجر: واستسقی معاویۃ بیزید بن الأسود فقال: اللّٰھم إنا نستسقي بخیرنا وأفضلنا، اللّٰھم إنا نستسقي بیزید بن الأسود، یا یزید! ارفع یدیک إلی اللّٰہ، فرفع یدیہ ورفع الناس أیدیھم، فثارت سحابۃ من المغرب کأنھا

ترس، وهبّت ريح، فسقوا حتى كاد الناس لا يبلغون منازلهم۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة/باب الاستسقاء ۳/۲۲۰-۲۱۹ كوئٹه)

وقال السبكي يحسن التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم إلى ربه ولم ينكره أحد من السلف والخلف إلا ابن تيمية فابتدع ما لم يقله عالم قبله۔ (رد المحتار، الحظر والإباحة/فصل في البيع ۹/۵۶۹ زكريا، ۶/۳۹۷)

ويستفاد من قصة العباس رضي الله عنه استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة۔ (فتح الباري ۳/۱۵۱)

عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين في حياتهم وبعد وفاتهم بأن يقول في دعائه: اللّٰهم إني أتوسل إليك بفلان أن تجيب دعوتي وتقضي حاجتي إلى غير ذٰلك۔ (المنهد على المفند ۱۳-۱۲، عقائد أهل السنة والجماعة مدلل ۱۷۵ لاهور) فقط والله تعالىٰ اعلم

دعاؤں میں توسل اور عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

سوال (49):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام طور پر لوگ اولیاء اللہ کا وسیلہ لیتے ہیں تو کیا یہ شرک ہے؟ مگر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ مانگنا اپنی دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیوں؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک انسان تھے، اور وہ انتقال فرما چکے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

وسیلہ سے دعا مانگنا مطلقاً شرک نہیں ہے، وسیلہ کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آدمی اللہ کے کسی مقرب بندے کے اعمالِ صالحہ کو مقبول سمجھ کر دعا کی قبولیت میں ان کو ذریعہ بنائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اصل میں فیصلہ کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے، جس پر نہ کسی کا دباؤ ہے اور نہ زور وزبردستی، تاہم اس نے خود مقبول اعمال کی برکت سے اللہ تک وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے اس عمل کو اختیار کیا جا رہا ہے۔ بزرگانِ دین اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ کا مطلب ان کی ذات کا وسیلہ نہیں ہے؛ بلکہ ان کے مقبول اعمال کا وسیلہ ہے؛ کیوں کہ وہ ان اعمال سے متصف ہیں، اس لئے ان کا نام لے لیا جاتا ہے؛ لہٰذا اولیاء اللہ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص وسیلہ کا مطلب یہ سمجھے کہ نعوذ باللہ بزرگوں کا نام لیتے ہی اللہ پر قبول کرنا لازم ہو جائے گا، تو ظاہر ہے کہ یہ بالکل ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ ہرگز کسی

کے کہنے کا پابند نہیں ہے، وسیلہ کے متعلق حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن عثمان بن أبي حنيف أن رجلاً ضرير البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أدعو الله أن يعافيني، قال: إن شئت دعوت وإن شئت صبرت فهو خير لك، قال: فادعه، قال: فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه ويدعو بهذه الدعاء: "اللّهم إني أسئلك وأتوجه إليه بنبيك محمد نبي الرحمة إني توجهت بك إلى ربي في حاجتي هذه لتقضي لي، اللّهم فشفعه في" هذا حديث حسن صحيح۔ (سنن الترمذي ۱۹۸/۲، المعجم الكبير ۳۱/۹، مسند امام احمد ۱۳۸/۴، مستدرک حاکم ۷۰۱/۱، المعجم الصغير للطبراني رقم ۱۰۳)

و بعد هذا كله أنا لا أرى بأسا في التوسل إلى الله تعالىٰ بجاه النبي صلى الله عليه وسلم عند الله تعالىٰ حياً و ميتاً - إلى قوله - وإن التوسل بجاه غير النبي صلى الله عليه وسلم لا بأس به أيضاً إن كان المتوسل بجاهه مما علم أن له جاهاً عند الله تعالىٰ كالمقطوع بصلاحه وولايته۔ (روح المعاني ۱۸۴/۴)

اعلم أنه يجوز ويحسن التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبي صلى الله عليه وسلم إلى ربه سبحانه وتعالىٰ وجواز ذٰلك وحسنه من الأمور المعلومة لكل ذي دين والمعروفة من فعل الأنبياء والمرسلين وسير السلف الصالحين والعلماء والعوام من المسلمين، ولم ينكر أحد ذٰلك من أهل الأديان، ولا سمع به زمن من الزمان حتى جاء ابن تيمية فتكلم في ذٰلك۔ (شفاء السقام ۱۳۳، خلاصة الوفاء ۵۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیوی اعتبار سے وفات پا چکے ہیں؛ لیکن اپنی قبرِ اطہر میں اعلیٰ درجہ کی برزخی حیات کے ساتھ تشریف فرما ہیں، اور قبر میں اس خاص برزخی حیات کا ثبوت اس سے ہوتا ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : "جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے مجھ تک پہنچاتے ہیں، اور جو میری قبر پر آ کر درود پڑھتا ہے تو میں خود اسے سن کر جواب دیتا ہوں"۔ اگر آپ کو برزخی حیات حاصل نہ ہوتی تو آپ سن کر کیسے جواب دیتے؟ الغرض آپ کی وفات عنصری ہے، اور حیات برزخی؛ لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن أوس بن أوس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأكثروا علي من الصلوٰة فيه فإن صلاتكم معروضة عليّ، فقال رجل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ قال: يقولون بليت، قال: إن الله عز وجل قد حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء عليهم السلام۔ (سنن ابن ماجة ۷۶، سنن أبي داؤد ۱۵۰/۱، سنن النسائي ۲۰۳/۱)

عن أبي الدرداء رضي اللّٰہ عنه قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :اکثروا الصلوٰۃ عليّ فإنه شهود تشهده الملائكة وإن أحداً لن يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حتى يفرغ منها، قال :قلت :وبعد الموت؟ قال: وبعد الموت إن اللّٰہ تعالیٰ حرّم علی الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبي اللّٰہ حيي يرزق۔ (سنن ابن ماجة ۱۱۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شفاء کے عقیدے سے ریکارڈنگ پر قرآنی آیات سننا:

سوال (50):

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ریکارڈنگ جو آیات قرآنی پر مشتمل ہے، جو رقیہ شرعیہ کے نام سے عوام وخواص میں گردش کر رہا ہے، اسے سننے والا شفاء حاصل کرنے کی غرض سے سنتا ہے اور پڑھنے پر بھی سننے کو ترجیح دیتا ہے۔اس کے متعلق کچھ سوالات درپیش ہیں : کیا کسی ریکارڈنگ سننے سے یہ اعتقاد قائم کرنا کہ اس سے شفاء حاصل ہوتی ہے، از روئے شریعت کیسا ہے؟ کیا یہ ریکارڈنگ قرآن پڑھ کر بند کرنے کے حکم میں آئے گی؟ جب کہ اس کے سننے سے سجدہ وغیرہ واجب نہ ہونے پر اتفاق ہے۔کیا یہ اعتقاد رکھنا کہ اس سے سحر اور جادو جیسے مہلک امراض ختم ہوجاتے ہیں، درست ہے؟ آج کے اس پرفتن دور میں اس قسم کی ریکارڈنگ کو رواج دینا کیسا ہے؟ جب کہ اغیار و باطل کی طرف سے طرح طرح کے الیکٹرانک ذرائع امت میں داخل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

ریکارڈنگ کی آواز صدائے بازگشت کے حکم میں ہے، اس کے سننے میں تو حرج نہیں ہے؛ لیکن اس عقیدے کے ساتھ سننا کہ سننے سے وہی اثر ہوگا جیسے آیاتِ قرآنیہ پڑھ کر دَم کرنے سے ہوتا ہے یہ قطعاً غلط اور بے دلیل ہے، اس میں وہ تاثیر ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی جو کسی مکلف مسلمان صاحبِ علم وعمل کے پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ نیز اس طرح کی چیزوں کے رواج سے دینی امور کے ساتھ بے حرمتی اور لہو ولعب سے مشابہت بھی لازم آتی ہے، لہٰذا اس کی شرعاً تائید نہیں کی جاسکتی؛ بلکہ اس پر نکیر کرنا ضروری ہے، اور اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے اس کے سننے سے فائدہ پہنچا ہے، تو یہ فائدہ سننے سے نہیں؛ بلکہ اس کے وہم وعقیدے سے ہے؛ کیوں کہ اکثر اوپری بیماریوں کا تعلق وہم سے ہوتا ہے اور یہ وہم جیسے بھی دور ہوجائے آدمی کو سکون مل جاتا ہے؛ لہٰذا اسے قرآنی آیات کا اثر سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔ (مستفاد : فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۷/۲۷۴)

بخلاف السماع عن الببغاء والصدی فإن ذٰلک لیس بتلاوۃ، وکذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذٰلک لیس بتلاوۃ صحیحۃ لعدم أھلیۃ القاري۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۴۷، شامی کراچی ۱۰۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فاسق وفاجر کی مغفرت نہ ہوگی؟

سوال (51)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا فاسق وفاجر شخص کی بخشش نہیں ہوگی، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ} وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

فاسق وفاجر شخص کی بخشش اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب دے، نیز باجازتِ خداوندی انبیاء، صلحاء، علماء اور حفاظ کی سفارش سے فاسقوں کی مغفرت میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۱۳۵/۱)

إن مذھب أھل السنۃ وما علیہ أھل الحق من السلف والخلف أن من مات موحداً دخل الجنۃ قطعاً - إلی قولہ - فلا یخلد في النار أحد مات علی التوحید ولو عمل من المعاصي ما عمل کما أنہ لا یدخل الجنۃ أحد مات علی الکفر ولو عمل من أعمال البر ما عمل۔ (شرح النووي علی مسلم ۴۱/۱)

والشفاعۃ ثابتۃ للرسل والأخیار في حق أھل الکبائر، وقال المحشي: (قولہ) والأخیار ھم الصلحاء والأتقیاء والأنبیاء والشھداء والأصحاب والعلماء۔ (شرح العقائد النسفیۃ ۱۱۴)

وأھل الکبائر من أمۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم في النار لا یخلدون، إذا ماتوا وھم موحدون، وإن لم یکونوا تائبین، بعد أن لقوا اللّٰہ عارفین مؤمنین، وھم في مشیئتہ وحکمہ إن شاء غفر لھم، وعفا عنھم بفضلہ، کما ذکر عز وجل في کتابہ: {وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ يَّشَآءُ} [النساء: ۴۸]

وإن شاء عذبھم في النار بعدلہ، ثم یخرجھم منھا برحمتہ وشفاعۃ الشافعین من أھل طاعتہ، ثم یبعثھم إلی جنتہ۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن أبي العز الدمشقي ۲۹۶، الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۵/۱۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

سوال(:52)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : خودکشی حرام ہے تو کیا اگر کوئی متقی شخص خودکشی کر بیٹھے تو وہ جہنم میں لازمی طور پر جائے گا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا، یا دوسرے گنہگار مسلمانوں کی طرح اس کا معاملہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے چاہے وہ پہلے سے متقی شخص ہی کیوں نہ ہو؛ تاہم اگر کوئی مؤمن خودکشی کا مرتکب ہو جائے تو انشاء اللہ اپنے ایمان کی بدولت خودکشی کی سزا بھگتنے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ملنے کے بعد وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

{وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا} [النساء :٢٩]

{وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا} [النساء :٣٠]

عن أبي هريرة ص أراه رفعه قال :من قتل نفسه بحديدة جاء يوم القيامة وحديدته في يده يتوجأ بها بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً أبدا۔ (سنن الترمذي ٢/٢٥)

وأما أحكام الأحاديث ومعانيها ففيها بيان تحريم قتل نفسه۔ (شرح النووي على صحيح مسلم ١/٧٣، فتح الباري ٣/٥٩٣، عمدة القاري ٤/١٩١ بيروت)

إن مذهب أهل السنة وما عليه أهل الحق من السلف والخلف أن من مات موحداً دخل الجنة قطعاً -إلى قوله- فلا يخلد في النار أحد مات على التوحيد ولو عمل من المعاصي ما عمل كما أنه لا يدخل الجنة أحد مات على الكفر ولو عمل من أعمال البر ما عمل۔ (شرح النووي على مسلم ١/٤١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا محض کفریہ خیالات آنے کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟

سوال(53):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ایک شخص ایمان والا ہے؛ لیکن گذشتہ کچھ دنوں سے اس شخص کے دل میں مسلسل کفریہ خیال آرہے ہیں، نعوذ باللہ مثلاً مذہب اسلام کے بارے میں غلط خیال آرہے ہیں، وہ شخص ان خیالات کی وجہ سے اتنا پریشان ہے کہ وہ اپنے آپ کو گویا یہ محسوس کر رہا ہے کہ اس کو مذہب اسلام کے

بارے میں یقین ہی نہیں رہا۔

اب جب یہ خیال اس شخص کے دل میں آتے ہیں تو اس شخص کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے اور دل اندر ہی اندر رونے لگتا ہے اور فوراً اللہ سے استغفار کرتا ہے تو کیا وہ شخص ان خیالات کی بنا پر خارج از ایمان ہو گیا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق : محض کفریہ خیالات آنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا؛ البتہ اگر کفریہ کلمہ زبان سے نکالے گا یا کوئی کفریہ عمل کرے گا تو کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے، مذکورہ شخص کو چاہئے کہ وہ دل لگا کر استغفار کرے اور جہاں تک ممکن ہو سکے، ایسے فاسد خیالات سے بچنے کی کوشش کرے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ :إن الله تجاوز عن أمتي ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أو تتكلم۔ (صحيح البخاري، العتق/باب الخطأ والنسيان ۱/۳۴۳ رقم :۲۵۲۸، صحيح مسلم، الإيمان/ باب تجاوز الله عن حديث النفس رقم :۲۰۲)

قوله :"ما لم تعمل أو تتكلم" إشارة إلى أن وسوسة الأعمال والأقوال معفوة قبل ارتكابها۔ (مرقاة المفاتيح ملتان ۱/۱۳۴)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :جاء ناس من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فسألوه :إنا نجد في أنفسنا ما يتعاظم أحدنا أن يتكلم به! قال :"أو قد وجدتموه؟" قالو :نعم، قال: "ذاک صريح الإيمان"۔ (صحيح مسلم، الإيمان/باب بيان الوسوسة من الإيمان رقم :۲۰۹)

إذا خطر بباله أشياء توجب الكفر به، لكنه لا يتكلم به فذلک محض الإيمان بالحديث۔ (مجمع الأنهر ۲/۵۰۲ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کافروں کو دنیا میں تکلیف کیوں نہیں؟

سوال (54:)- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کافر اگر مال دار ہے یا بہت آسودہ حال ہے، تو اس کا جواب علماء یہ دیتے ہیں کہ اس کو اس کی ہر بھلائی اور خیر کا حصہ دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے؛ کیوں کہ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے؛ لیکن جو کافر غریب اور پریشان حال ہیں یا بیمار ہیں، انہوں نے تمام تکالیف دنیا میں اٹھائیں، اب آخرت میں بھی وہ تکالیف اٹھائیں گے، تو بوجہِ کفر اس بارے میں مغالطے کئی بار لوگ سامنے لاتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

اصل بات یہ ہے کہ اس طرح کے معاملات میں بندہ کو چوں چرا کرنے کا حق نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ اور عمل میں خود مختار ہے، اور اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق وہ جس کے ساتھ جس طرح کا چاہے معاملہ کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے متعلق ہمارا آپس میں بحث و مباحثہ کرنا محض بے فائدہ، بے کار اور لغو ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو ایسی جھک بازی سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر کسی کے سامنے ایسا سوال اٹھایا جائے تو یہ کہہ کر بحث پر بند لگا دینا چاہئے کہ ہماری ناقص عقلیں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ تاہم آپ نے جو سوال اٹھایا ہے، اس کے متعلق خود قرآنِ کریم میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ سب ہی لوگ کافر ہو جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ سب ہی کفار پر بلا امتیاز دنیوی نعمتوں کے دہانے کھول دیتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کو نعمتوں سے محروم کرنا اس حکمت کی بنا پر ہے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ خود نفس کفر موجبِ نعمت ہے؛ بلکہ یہ یقین کرلیا جائے کہ دنیوی آسائش سے محرومی کا مدار قدرتی فیصلوں پر ہے نہ کہ ایمان و کفر پر۔

{لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ} [الأنبياء :٢٣]

{وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ} [الزخرف :٣٣]

وفي روح المعاني :والكراهة المذكورة هي وجه الحكمة في ترك تنعيم كل كافر وبسط (الرزق) عليه۔

(روح المعاني ١٤/١٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتب سماویہ پر ایمان کی کیفیت؛

سوال (55)؛

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار آسمانی کتب پر ایمان لائے مگر وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل کئے گئے ان پر ایمان نہ لائے یا اسے معلوم ہی نہ ہو تو ایسا شخص مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب؛

صورت مسئولہ میں جملہ کتب سماویہ پر اجمالی ایمان کافی ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہ سب حق ہے۔ تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں، ہاں! اگر ان میں سے کسی کا انکار کر دیا تو اس صورت میں یہ شخص مؤمن نہیں کہلائے گا۔

لمافي الصحيح لمسلم (١/٢٧) :حدثنا عبيدالله بن معاذ العنبري......قال حدثني عمر بن الخطاب ☐ رضي الله عنه...قال فأخبرني عن الايمان قال ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر۔

وفی المشکوۃ (صـ ۱۱) :عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ......قال فأخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر۔

وفی المرقاۃ (۱/۵۷) تحت ھذہ الروایۃ :(وکتبہ) ای ونعتقد بوجود کتبہ المنزلۃ علی رسلہ تفصیلا فیما علم یقینا کالقرآن والتوراۃ والزبور والانجیل واجمالا فیما عداہ وانہا منسوخۃ بالقرآن۔فقط واللہ اعلم

چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے؛

سوال (56):

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی شخص چار آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو لیکن وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل ہوئے ان کو لاعلمی کی وجہ سے یا علم ہونے کے باوجود نہ مانتا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب؛

چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف پر بھی اجمالی ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان لانے سے وابستہ ہے، ان میں ایک کا انکار بھی گمراہی اور اللہ تعالی سے دوری کا موجب ہے۔البتہ تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں۔لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص ان صحائف کا انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقولہ تعالی (النساء: ۱۳۶) :یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا

وفی مشکوۃ المصابیح (۱/۱۱) :عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض...قال فاخبرنی عن الایمان قال أن تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر...

وفی شرح الفقہ الاکبر (۱۲۹) :أصل التوحید ومایصح الاعتقاد علیہ یجب أن یقول :أمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ۔۔۔(وکتبہ) ای المنزلۃ من عندہ کالتوراۃ والانجیل والزبور والفرقان وغیرھا من غیر تعیین عددھا۔

(۴) ایمان کیلئے فقط توحید ورسالت کا اقرار کافی ہے؟

سوال (57)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہندو دوران تقریر یوں کہنے لگا جبکہ وہ بلدیاتی انتخابات میں اپنے لئے ووٹ مانگ رہا تھا اور علاقہ بھی مسلمانوں کا تھا' مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیوں کلمہ نہ پڑھوں؟ اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کروں اور محمد عربی ﷺ کو اپنا پیغمبر نہ مانوں؟ کیا ان الفاظ کے کہنے سے اسے مسلمان تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مسئولہ میں صرف اس قدر کہنا کافی نہیں ہے بلکہ تمام قطعیات پر ایمان لانا ضروری ہے لہٰذا اگر مذکورہ ہندو شریعت مطہرہ کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن تسلیم کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور اگر قطعیات میں کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا بلکہ وہ بدستور ہندو ہی ہے۔

لما فی مشکوۃ المصابیح (۱/۱۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان متفق علیه۔

عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله ﷺ ذاق طعم الایمان من رضی بالله رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد رسولاً رواه مسلم۔

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۴): اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضرورات الدین کحدوث العالم... فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الشر او نفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اهل القبلة۔

وفی الیواقیت والجواهر (ص۳۹۵): اما من خرج ببدعته من اهل القبلة کمنکری حدوث العالم ومنکری البعث للنشر والحشر للاجسام والعلم بالجزئیات علی ما مر فی مبحث اسمه تعالی العالم فلا نزاع فی کفرهم لانکارهم بعض ما علم مجیٔ الرسول به ضرورة۔

وفی الشامیة (۴/۲۶۳): صرح فی کتابه المسایرة بالاتفاق علی تکفیر المخالف فیما کان من اصول الدین وضروریاته۔

(۵) نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت؛

سوال (58)؛

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نصرانی یوں کہے کہ میں نصرانیت سے برأت کا اعلان کرتا ہوں اور ساتھ میں شہادتین کا اقرار کرے تو مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب؛

صورت مسئولہ میں ایسا شخص فیما بینہ وبین اللہ تو مسلمان ہوگا البتہ دنیاوی احکامات کے اجراء کے لئے یا تو یہودیت سے بھی برأت کا اعلان ضروری ہوگا یا یہ صراحت ضروری ہوگی کہ "میں دین اسلام میں داخل ہوتا ہوں"۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوئی نصرانی ہمارے درمیان رہتے ہوئے اسلام قبول کرے ورنہ اگر میدان جنگ میں ہو تو ہر ایسا کلمہ جو اس کے مسلمان ہونے پر دلالت کرے اس کے خون کو بچانے کے لئے اس کلمہ کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔

لمافی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۱۳/۶) :واذاقال النصرانی اشهدان لااله الاالله واتبرأعن النصرانیة لایحکم باسلامه لجوازانه دخل فی الیهودیة اذالیهودیقول ایضاوان زادوقال وادخل فی دین الاسلام زال الاحتمال۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۶/۴) :الکفاراصناف خمسة:من ینکر الصانع کالدهریة ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن یقر بهمالکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة ومن ینکر الکل کالوثنیة، ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفیٰ کالعیسویة فیکتفی فی الاولین بقول لااله الاالله وفی الثالث بقول محمدرسول الله وفی الرابع باحدهماوفی الخامس بهمامع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام۔

وفی الشامیة تحته :(وفی الخامس بهمامع التبری) ذکرابن الهمام فی المسایرة ان اشتراط التبری لاجراء احکام الاسلام علیه لالثبوت الایمان فیمابینه وبین الله تعالی......قال فی الفتح :ان اشتراط التبری انماهو فیمن بین اظهرنامنهم وامامن فی دارالحرب لوحمل علیه مسلم فقال محمدرسول الله فهومسلم۔

مرتد کے مسلمان ہوجانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم؛

سوال (59)؛

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتد اگر مسلمان ہوجائے تو اس کی نیکیاں دوبارہ لوٹ کر آتی ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب؛

ارتداد کی وجہ سے سابقہ نیک اعمال ختم ہو جاتے ہیں البتہ اگر وہ توبہ کر کے دائرہ اسلام میں آجاتا ہے تو اس کے سابقہ نیک اعمال آئندہ کے نیک اعمال میں معاون ہوں گے۔

لمافی التاتارخانیة(۵/ ۴۶۱) :ثم مایکون کفرابلاخلاف یوجب احباط العمل وتلزمه اعادة الحج ان کان قدحج......وفی الیتیمة، قیل له :لو تاب أتعود حسناته؟قال :هذه المسئلة مختلفة فعندابی علی وابی هشام واصحابنا انها لاتعود، وعندابی القاسم انها تعود ونحن قلنا انه لایعود مابطل ثوابه لکنه تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب من بعد۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار(۴/ ۲۵۱) :وماأدی منها فیه یبطل ولایقضی من العبادات الا الحج۔

وفی الشامیة :(وماأدی منها فیه یبطل) فی التتارخانیة معزیا الی الیتیمة قیل له لو تاب تعود حسناته؟قال هذه المسئلة مختلفة فعندابی علی وابی هاشم واصحابنا انه یعود وعندابی القاسم الکعبی انها تعود ونحن نقول انه لایعود مابطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعداه بحر۔

قریب المرگ شخص کا حکم؛

سوال(60)؛

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مرض کی شدت کی بناء پر قریب المرگ ہے اسی حالت میں اس کے منہ سے کوئی شرکیہ کلمہ نکل جاتا ہے۔کیا اس کلمہ کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ شخص اس کلمہ کی بناء پر مشرک سمجھا جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب؛

صورت مسئولہ میں قریب المرگ شخص کے کلمات کا اعتبار نہیں۔لہذا قریب المرگ شخص اگر کفریہ کلمات بکتا ہے تو وہ کافر نہ ہو گا البتہ کوئی کافر قریب المرگ اگر اسلام لے آئے تو اس کے بارے میں اللہ تعالی سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے۔

لمافی صحیح البخاری(۲/ ۶۷۴):عن سعید بن المسیب، عن أبیه، قال :لماحضرت أباطالب الوفاة دخل علیه النبي صلی الله علیه وسلم، وعنده أبو جهل وعبدالله بن أبي أمیة، فقال النبي صلی الله علیه وسلم :"أي عم، قل :لا إله إلا الله أحاج لك بها عندالله"، فقال أبو جهل، وعبدالله بن أبي أمیة :یاأباطالب أترغب عن ملة عبد المطلب، فقال النبي صلی الله علیه وسلم :لأستغفرن لك مالم أنه عنك، فنزلت :{ماکان للنبي والذین آمنوا أن

یستغفروا للمشرکین ولو کانوا أولي قربی، من بعد ماتبین لهم أنهم أصحاب الجحیم}۔

وفی الشامیة(۲/۱۹۰):لکن الظاهر ان زمان الیاس زمان معاینة الهول والمسطور فی الفتاویٰ ان توبة الیاس مقبولة لا ایمانه...... والحاصل ان المسألة ظنیة واما ایمان الیاس فلایقبل اتفاقاً الخ۔

غرغرہ اورقریب المرگ شخص سے متعلق حکم؛

سوال(61)

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غرغرہ کی حالت سے کیامراد ہے ایک صاحب کا کہنا ہے کہ قریب المرگ شخص کے کلمات (ایمان یا کفر) کااعتبار ہوتا ہے مگر غرغرہ والے کا نہیں۔ بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ غرغرہ اورقریب المرگ ایک ہی چیز تو ہیں تو احکام مختلف کیوں؟ اس نے کچھ تفصیل بتائی جو بندہ نہ سمجھ پایا۔ برائے مہربانی جواب دے کرشکریہ کاموقع عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب؛

قریب المرگ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس پرموت حاضر ہو یعنی موت کی علامات اس پر طاری ہو جائیں مثلاً اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں اورناامیدی کی کیفیت پیدا ہوجائے،اورغرغرہ کی حالت وہ ہوتی ہے جب روح تمام جسم سے نکل کرحلق تک پہنچ جائے، ایمان اورکفر کا اعتبار نہ تو پہلی صورت میں ہوتا ہے اور نہ دوسری صورت میں یعنی اگراس حالت میں کفریہ کلمات زبان سے نکل گئے تواس کی وجہ سے اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے گااورایسی حالت میں اگرکوئی شخص ایمان لاتا ہے تو ایمان لانا بھی اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتا، البتہ پہلی صورت یعنی قریب المرگ شخص سے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے۔

لمافی قولہ تعالیٰ(المؤمن:۸۴) :فَلَمَّارَأَوْا بَأْسَنَاقَالُوا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَکَفَرْنَا بِمَا کُنَّا بِهٖ مُشْرِکِیْنَ۔

وفی الشامیة، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز (۲/۱۸۹) طسعید :قولہ بوجہ المحتضر بالبناء للمفعول فیھما ای یوجد وجہ من حضرہ الموت او ملائکتہ والمراد من قرب موتہ قولہ وعلامتہ ای علامة الاحتضار کمافی الفتح وزادعلی ماھنا ان تمتد جلدة خصیتہ لانشمار الخصیتین بالموت، وکذاقال(ص ۱۹۰) :لکن الظاهر ان زمان الیاس زمان معاینة الهول والمسطور فی الفتاویٰ ان توبة الیاس مقبولة لا ایمانه......

والحاصل ان المسألة ظنیة واما ایمان الیاس فلایقبل اتفاقاً الخ۔

غیراللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعداللہ کے نام سے ذبح کرنے کاحکم؛

سوال (62)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس کافی تعداد میں گائیں موجود ہیں اس شخص نے ان میں سے ایک گائے کو غیر اللہ کیلئے مقرر کر دیا تھا بطور ثواب کے، پھر اس شخص کی نیت بدل گئی اور اس نے وہی گائے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دی اب مفتی صاحب آپ بتائیں کیا اس گائے کا گوشت حرام ہے یا حلال ہے؟ کیا اس کے گوشت کو کھایا جا سکتا ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب؛

کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے نام پر مقرر کرنا نذر معصیت ہے، اور ان جیسی نذروں کو ترک کرنا لازم ہے۔ اگر یہ نذر جانور کی صورت میں ہو، تو جانور پر ذبح کے وقت کی نیت اور کلمات کا اعتبار ہوتا ہے، کہ اگر اس وقت اس کی نیت درست ہو، اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، تو یہ ذبح کرنا درست، اور اس جانور کا گوشت حلال ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں چونکہ اس شخص کی نیت تبدیل ہو چکی ہے، اور اس گائے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر دیا ہے، اس لئے یہ ذبح درست ہے، اور اس گائے کا گوشت کھانا حلال ہے۔

لمافی الدر المختار (۳۰۲/۶) :وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح . . . والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس . . . الخ۔

"وفی الشامية" "من الذابح" اراد بالذابح محلل الحيوان ليشمل الرامی والمرسل وواضع الحديد، واحترز به عما لو سمی له غيره فلا تحل . . . "حال الذبح" قال فی الهداية :ثم التسمية فی ذكاة الاختيار تشترط عند الذبح، وهی علی المذبوح وفی الصيد تشترط عند الارسال والرمی . . . "قبل تبدل المجلس" ای حقيقة او حكما كالفاصل الطويل كما يأتی فافهم . . . وان كان كثير الا يحل لأن ايقاع الذبح متصلا بالتسمية بحيث لا يتخلل بينهما شئ لا يمكن الا بحرج عظيم فأقيم المحلس مقام الاتصال والعمل القليل لا يقطعه والكثير يقطع۔

وفی الدر المختار (۴۳۹/۲) :واعلم ان النذر الذی يقع للأموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الی ضرائح الأولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سيما فی هذه الأعصار۔

وفی الشامية تحته :"تقربا اليهم" كان يقول يا سيدی فلان ان رد غائبی او عوفی مريضی او قضيت حاجتی

فلک من الذهب او الفضة او من الطعام او الشمع او الزیت کذا بحر "باطل وحرام" لوجوه :منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق، ومنها ان المنذور له میت والمیت لایملک، ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الأمور دون اللہ تعالیٰ واعتقاده ذلک کفر۔

وفی التفسیر المظهری (۱۹۲/۲، ۱۹۳) :قال ابو عبیدة السائبة البعیر الذی یسیب وذلک ان الرجل من اهل الجاهلیة اذا مرض او غاب له قریب نذر فقال ان شفانی اللہ او شفی مریضی او ردغائبی فناقتی هذه سائبة ثم تسیب فلا تحبس عن رعی وماء ولا یرکبها احد فکانت بمنزلة البحیرة وقیل الناقة اذا انتجت ثنتی عشره اناثا سیبّت ولم یرکب ظهرها ولم یجز وبرها ولم یشرب لبنها الا ضیف۔ . . والسائبة کانو یسیبونها لألهتهم لایحمل علیها شیٔ۔

مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا؛

سوال (63)؛

کیافرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لے تو اس کلمہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب؛

صورت مسئولہ میں جو شخص مرتے وقت (یعنی قریب المرگ شخص) کلمہ طیبہ پڑھ لے تو اس کے بارے میں توبہ کی امید کی جاسکتی ہے بشرطیکہ غرغرہ کی حالت میں نہ پڑھے بلکہ اس سے پہلے پڑھے البتہ یہ کافر شخص کا حکم ہے مسلمان چاہے پہلے پڑھے یا غرغرہ کے بعد اس کا کلمہ طیبہ پڑھنا معتبر ہے۔

لما فی قوله تعالی (النساء:۱۸) :وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الآنَ وَلاَ الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُوْلَئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

قال ابو عبداللہ القرطبی تحتها (۹۳/۵) :قوله تعالی (لیست التوبة) نفی سبحانه ان یدخل فی حکم التائبین من حضره الموت وصار فی حین الیأس کما کان فرعون حین صار فی غمرة الماء۔

وفی الصحیح للبخاری (۹۸۸/۲):حدثنا ابو الیمان . . . سعید بن المسیب عن ابیه قال لما حضرت اباطالب الوفاة جاءه رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم فقال قل لا اله الا اللہ کلمة احاج لک بها عند اللہ۔

ملحد کی تعریف؛

سوال (64)

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں ملحد کسے کہتے ہیں؟ امید ہے کہ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب بعون الملک الوھاب؛

ملحد وہ کہلاتا ہے جو شریعت سے ہٹ کر کفر کی طرف مائل ہو اور قرآن وسنت کے صحیح معانی ومفاہیم کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کی تاویلات کرے۔

لمافی شرح العقائد(صـ۲۴۴) :الحاد ای میل وعدول عن الاسلام و اتصال و التصاق بکفر لکونہ تکذیبا للنبی فیما علم مجیئہ بالضرورۃ۔

وفی ردالمحتار(۴/۲۴۱) :والملحد:وھو من مال عن الشرع القویم الی جھۃ من جھات الکفر، من الحد فی الدین:حاد وعدل لا یشترط فیہ الاعتراف بنبوۃ نبیناﷺ ولا بوجود الصانع تعالی وبھذا فارق الدھری ایضا ولا اضمار الکفر وبہ فارق المنافق، ولا سبق الاسلام وبہ فارق المرتد فالملحد اوسع فرق الکفر حدا :ای ھو اعم من الکل۔

(وھکذا فی القاموس الفقھی :ص ۳۲۹)

زندیق کی تعریف؛

سوال(64):

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زندیق کی تعریف کیا ہے؟ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب؛

زندیق کا اطلاق ایسے شخص پر کیا جاتا ہے جو کسی دین کا پابند نہیں ہوتا۔ نیز وہ بظاہر اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور بباطن کفریہ عقائد رکھتا ہے۔

لمافی القاموس الفقھی(صـ۱۶۰) :الزندیق من یؤمن بالزندقۃ......وقال العلامۃ ابن کمال باشا ان الزندیق فی لسان العربِ یطلق علی من ینفی الباری تعالی، وعلی من یثبت الشریک وعلی من ینکر حکمتہ۔عندالمالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ والجعفریۃ والزیدیۃ :ھو الذی یظھر الاسلام ویخفی الکفر وکان یسمی فی عصر النبوۃ منافقا فصار فی العرف الشرعی زندیقا۔

عندالحنفیۃ وفی قول للشافعیۃ :ھو الذی لا ینتحل دینا۔

وفی ردالمحتار (۴/ ۶۹) :یازندیق یامنافق الاول ھو من لایتدین بدین، والثانی ھو من یبطن الکفر ویظھر الاسلام۔

وفی التقریرات (صـ۴۷) تحت تعریف الزندیق :(قولہ الاول ھو من لایتدین بدین) وجعلہ فی النھر بمعنی المنافق۔

وفی الدر المختار (۴/ ۲۴۳) :والمنافق الذی یبطن الکفر ویظھر الاسلام کالزندیق الذی لایتدین بدین۔

وفی الشامیۃ تحتہ :ویجب ان یکون حکم المنافق فی عدم قبولنا توبتہ کالزندیق لان ذلک فی الزندیق لعدم الاطمینان الی مایظھر من التوبۃ اذا کان یخفی کفرہ الذی ھو عدم اعتقادہ دینا والمنافق مثلہ فی الاخفاء۔

وفی ردالمحتار (۴/ ۲۴۱) :قال العلامۃ ابن کمال باشا فی رسالتہ :الزندیق فی لسان العرب... والفرق بینہ وبین المرتد العموم الوجھی لانہ قد لایکون مرتدا، کمالو کان زندیقا اصلیا غیر منتقل عن دین الاسلام، والمرتد قد لایکون زندیقا کمالو تنصر او تھود وقد یکون مسلما فیتزندق واما فی اصطلاح الشرع، فالفرق اظھر لاعتبارھم فیہ ابطان الکفر والاعتراف بنبوۃ نبینا علی مافی شرح المقاصد لکن قید الثانی فی الزندیق الاسلامی بخلاف غیرہ۔

ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب؛

سوال (65)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بہت عبادت گزار ہو، اچانک اس سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جس سے وہ کافر ہو جائے اور وہ فوراً کلمہ بھی پڑھ لے اور توبہ کرلے تو اس کی سابقہ عبادات کا ثواب باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب؛

صورت مسئولہ میں اس آدمی کا پہلا ثواب ختم ہو جائے گا لیکن اس کی وہ عبادات اور طاعات جو اس نے پہلے کیں وہ ثواب میں مؤثر ہوں گی۔ اور ثواب میں مؤثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی طرف لوٹنے کی وجہ سے اس کو جدید ثواب عطا فرمائیں گے جو اس ثواب کے علاوہ ہوگا جو باطل ہو چکا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے ان عبادات کے لوٹانے کا مطالبہ دوبارہ نہیں ہوگا جو یہ کافر ہونے سے پہلے ادا کر چکا۔

لمافی البحر الرائق (۵/ ۱۲۷) :لوتاب أتعود حسناتہ......نقول انہ لایعود مابطل من ثوابہ لکنہ تعود

طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعده۔

وفی ردالمحتار (۲/۷۶) :وفی البحر والنهر......تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد ولعل معنی کونها مؤثرة فی الثواب بعد ان الله تعالی یثیبه علیها ثوابا جدیدا بعد رجوعه الی الاسلام غیر الثواب الذی بطل او ان الثواب بمعنی الاعتداد بها وعدم مطالبة بفعلها ثانیا وان حکمنا ببطلانها لان ذلک فضل من الله تعالی۔

جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا؛

سوال (66)؛

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس کسی بھی واسطہ سے اسلام نہیں پہنچا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب؛

اگر کوئی شخص ایسی جگہ موجود ہو جہاں کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچ سکا، کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا صحرا میں گوشہ نشین ہو جہاں اس کی ہدایت کا کوئی سامان نہ ہو تو اگر یہ شخص کفر یا شرک کا ارتکاب کرے گا تو اس پر مؤاخذہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالی نے اسے عقل وشعور عطا کیا وہ اس کے ذریعے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اس کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ البتہ باقی احکامات یعنی حلال وحرام کی تمیز، نماز اور روزہ کی عدم ادائیگی پر اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ احکامات عقل سے معلوم نہیں ہو سکتے۔

لمافی روح المعانی (۳۹/۱۵) :روی عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال :لو لم یبعث الله تعالی رسولا لوجب علی الخلق معرفته وقد صرح غیر واحد من علمائهم بان العقل حجة من حجج الله تعالی ویجب الاستدلال به قبل ورود الشرع... وما کنا معذبین فی الاعمال التی لا سبیل الی معرفتها الا بالشرع الا بعد مجئ الشرع۔

اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار؛

سوال (67)؛

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نعیم اور خرم کی آپس میں گفتگو ہو رہی تھی باتوں باتوں میں نعیم نے خرم سے کہا کہ یار نماز پڑھ لیا کرو۔ خرم نے غصہ میں کہا ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ خرم اس کلام سے ہندو بن گیا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب کوئی شخص غیر مسلم ہونے کا اقرار یا نصوص قطعیہ کا انکار کرے تو بلا شبہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے پس صورت مسئولہ میں جب نعیم نے خرم سے کہا کہ نماز پڑھ لیا کرو تو جواب میں خرم کا یہ کہنا کہ ''ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا'' تو خرم نے غیر مسلم ہونے کا اقرار کیا جس کی بنا پر خرم دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ لہٰذا خرم کو چاہیئے کہ وہ اللہ جل شانہ سے توبہ و استغفار کر کے ایمان کی بھی تجدید کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو از سر نو نکاح کرے۔

لمافی القران الکریم (النحل: ۱۰۶) :مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

وفی الهندية (۲/۲۵۷) :ومن یرض بکفر نفسه فقد کفر... (ص۔۲۶۸) لو قال لمریض صل فقال واللہ لا أصلی أبدا ولم یصل حتی مات یکفر۔

وفی التاتارخانية (۵/۵۱۵) :مسلم قال :أناملحد یکفر لأن الملحد کافر، هکذا ذکره الامام ابو المعین ولو قال :ماعلمت أنه کفر :لا یعذر بهذا۔ واللہ اعلم

گھر میں نحوست کا عقیدہ؟

سوال (:68)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک شخص نے ایک گھر میں سکونت اختیار کی، جہاں وہ بہت سی بیماریوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو گیا، جس کی وجہ سے وہ اور اس کے گھر والے اس گھر کو منحوس سمجھنے لگے، تو کیا اس وجہ سے اس گھر کو چھوڑنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

انسان پر جتنی بھی مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہیں وہ اللہ کی مشیت اور تقدیر کی وجہ سے آتی ہیں، اس میں کسی چیز کا براہِ راست دخل نہیں ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس گھر کی وجہ سے ہمارے اوپر پریشانیاں اور مصیبتیں آرہی ہیں، قطعاً غلط ہے؛ تاہم اگر کسی کو کسی گھر میں رہنا پسند نہ ہو تو وہاں سے منتقل ہونا اس کے لئے جائز ہے۔

وقیل هذا إرشاد منه صلی اللہ علیه وسلم لأمته فمن کان له دار یکره سکناها، أو إمراة یکره صحبتها، أو فرس لا تعجبه بأن یفارق بالإنتقال عن الدار، وتطلیق المرأة، وبیع القرس، فلا یکون هذا من بابِ الطیرة المنهي عنها۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح أشرفی ۶/۱۹۱)

قال الخطابي :هذه الأشياء الثلاثة ليس لها بأنفسها وطباعها فعل وتاثيز وإنما ذٰلک كله بمشيئته وقضائه۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ۱۹۱/۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عصر کی نماز کے بعد گھر میں جھاڑو لگانے سے برکت ختم ہونے کا عقیدہ رکھنا؟

سوال(69):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کیا عصر کی نماز کے بعد جھاڑو لگانے سے گھر میں خیر و برکت ختم ہو جاتی ہے؟ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغرب کے بعد بالکل بھی صفائی نہیں کرنی چاہئے، اگر کرنی ہے تو کپڑے وغیرہ سے کی جائے،تو کیا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

عصر کی نماز کے بعد جھاڑو لگانے یا مغرب کے بعد صفائی کرنے سے متعلق یہ کہنا کہ اس کی وجہ سے گھر میں خیر و برکت ختم ہو جاتی ہے، یہ بالکل بے اصل اور قابل ترک ہے، یہ محض توہم پرستی ہے، قرآن و حدیث میں کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

قال اللہ تعالیٰ :{قُلْ لَنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا}[التوبة :۵۱]

عن ابن عمر رضي اللہ عنهما عن رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم قال: لا عدویٰ ولا طيرة ولا هامة ولا صفر۔

(صحيح البخاري ۸۵۷/۲)

التطير هو التشاؤم بمرئی أو بمسموع أو معلوم كالتشاؤم ببعض الأيام أو بعض الشهور أو بعض السنوات فهذه لا ترىٰ ولا تسمع۔(كتاب التوحيد ۹۳/۲، بحواله :المسائل المهمة ۴۴/۲، أغلاط العوام ۲۲۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵۳۳/۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا دو عیدوں کے درمیان نکاح غلط ہے؟

سوال(70)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح ٹھیک نہیں، اس لئے عید الفطر سے پہلے اور عید الاضحی کے بعد شادی کر لینا چاہئے، اگر دونوں عیدوں کے درمیان نکاح کیا تو پھر شادی کامیاب نہیں رہتی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

دونوں عیدوں کے درمیان ہونے والے نکاح کے کامیاب نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا بے اصل اور خلافِ شرع ہے، صحیح روایت میں ہے کہ ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم انے شوال کے مہینہ میں مجھ سے نکاح فرمایا، اور اسی مہینہ میں میری رخصتی ہوئی، اسی بنا پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عام لوگوں کے لئے بھی اسی مہینہ میں نکاح کرنے کو مستحب سمجھتی تھیں، اور شوال کا مہینہ دونوں عیدوں کے درمیان ہی آتا ہے، اس لئے اس طرح کے عقیدہ اور خیال سے ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت : تزوجني رسول الله افي شوال وبنىٰ بي في شوال، وكانت عائشة تستحب أن يبنىٰ بنسائها في شوال۔ (سنن الترمذي ۱/۲۰۷)

وفي الحديث : استحباب التزوج والدخول في شوال رداً لما كان أهل الجاهلية كما فيا سم الشوال من الأشالة والدفع، لمعات۔ (نفع قوت المغتذي على هامش السنن للإمام الترمذي للعلامة السيد علي بن السيد سليمان الدمنتي المالكي ۱/۲۰۷)

والبناء والنكاح بين العيدين جائز وكره الزفاف، والمختار أنه لا يكره، لأنه عليه السلام تزوج بالصديقة في شوال وبنىٰ بها فيها۔ (شامي زكريا ۴/۶۷) فقط والله تعالىٰ اعلم

صفر کے مہینے کو برا سمجھنا اور اس میں نکاح کرنے سے باز رہنا؟

سوال (71:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : اکثر لوگ صفر کے مہینے میں نکاح کرنے کو منع کرتے ہیں، اور صفر کے مہینہ کو اچھا نہیں مانتے، کیا صفر میں کسی صحابی یا نبی کا نکاح ہوا ہے؟ اگر ہوا ہے تو جواب میں اس کا ذکر کریں، مہربانی ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

صفر کے مہینہ کو برا سمجھنا اور اس میں نکاح وغیرہ کرنے سے رکنا اس وجہ سے کہ یہ مہینہ اچھا نہیں ہے، جاہلیت والا عقیدہ ہے، اس سے احتراز لازم ہے، اور اس مہینہ میں کسی صحابی یا نبی کے نکاح کی صراحت نہیں ملی۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر۔ (صحيح البخاري ۲/۸۵۶ رقم :۵۷۵۷)

قال القاضي :ويحتمل أن يكون نفياً لما يتوهم أن شهر صفر تكثر فيه الدواهي والفتن۔ (مرقاة المفاتيح أشرفية ۹/۴)

إذ الأيام كلها الله تعالیٰ لا تنفع ولا تضر بذاتها۔ (روح المعاني زكريا ١٣١/١٥)

وقيل :في الصفر قول آخر، وهو أن المراد به شهر صفر، وذٰلك أن العرب كانت تحرم صفر وتستحل المحرم كما تقدم في كتاب الحج، فجاء الإسلام برد ما كانوا يفعلونه من ذٰلك، فلذٰلك قال صلى الله عليه وسلم :''لا صفر'' قال ابن بطال :وهذا القول مروى عن مالك۔ (فتح الباري شرح صحيح البخاري للإمام الحافظ أحمد بن حجر العسقلاني ٢١١/١٣ تحت رقم :٥٧١٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدھ کے دن ناخن کاٹنے سے برص کی بیماری کا عقیدہ رکھنا؟

سوال (:72)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :بدھ کے دن ناخن کاٹنے سے برص کوڑھ کی بیماری ہوجاتی ہے، مجھے اس قول میں تردد ہے؛ کیوں کہ بلاشبہ ناخن جمعہ کے روز کترنا مستحبات سے ہے مگر اس کے علاوہ دنوں میں مندرجہ بالا وجہ (برص) کی بناء پر منع ہونا عام معلومات میں نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

بدھ کے دن ناخن کاٹنے سے برص ہوجانے کی روایت بے اصل اور ناخن کاٹنا مطلقاً سنت ہے، اس میں کسی دن کی اور کیفیت کی قید لازم نہیں ہے۔

قلت :وفي المواهب اللدنية قال الحافظ بن حجر :إنه يستحب كيف ما احتاج إليه ولم يثبت في كيفيته شيئ ولا في تعيين يوم له عن النبي صلى الله عليه وسلم وما يعزىٰ من النظم في ذٰلك للإمام علي ثم لابن حجر قال شيخنا :إنه باطل۔ (الدر المختار مع الشامي كراچی ٤٠٦/٦، زكريا ٥٨٢/٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کھاتے وقت زبان یا گال کٹ جانے پر یہ سمجھنا کہ کسی برائی کا نتیجہ ہے؟

سوال (73):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :لوگوں کا کہنا ہے کہ بولتے وقت یا کچھ کھاتے وقت اگر زبان یا گال کٹ جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ کوئی برائی کر رہا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ مہربانی کرکے تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

بولتے یا کھاتے وقت زبان یا گال کٹ جانا ایک اتفاقی امر ہے، اس کی بنا پر یہ سمجھنا کہ کوئی برائی کر رہا ہے، یہ بے دلیل خیال ہے۔ شریعت کی اس میں کوئی اصل نہیں۔ (مستفاد : آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/۸۱)

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال :قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم :لاعدوى ولا طيرة...،
وفرّ من المجذوم فرارك من الأسد۔ (صحيح البخاري رقم :۵۷۰۷)

وفي حاشيته :وإنما أراد بذلك نفي ما اعتقدوا من أن العلل المعدية مؤثرة لا محالة فأعلمهم أن ليس كذلك؛ بل هو متعلق بالمشية إن شاء كان وإن لم يشاء لم يكن۔ (مشكوة المصابيح /باب الفال والطيرة ۳۹۱) فقط
والله تعالىٰ اعلم

داڑھی کا مذاق بنانے والے کا کیا حکم ہے؟

سوال (74)؛

جو شخص داڑھی اور ٹوپی کا مذاق بنائے اس شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب و باللہ التوفیق:

ڈاڑھی تمام انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی سنت، مسلمانوں کا قومی شعار اور مرد کی فطری اور طبعی چیزوں میں سے ہے۔

"عن عائشة رضي الله عنها، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية، والسواك، واستنشاق الماء، وقص الأظفار، وغسل البراجم، ونتف الابط، وحلق العانة، وانتقاص الماء، قال زكريا :قال مصعب ونسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة"۔ (۲) "عن أبى هريرة رضي الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(جزوا الشوارب وارخوا اللحى خالقوا المجوس"۔

نیز نصوص سے ثابت شدہ ایک اہم سنت کے ساتھ استہزاء اور مذاق اڑانا درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء ہے؛ کیوں کہ سنت کسی بندے کی ایجاد نہیں ہوتی؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہوتی ہے اور نبی کے ساتھ استہزاء صریح کفر ہے۔

"استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع أو عاب شيأ من القرآن كفر" عبد الرحمن بن محمد، مجمع الأنهر، "كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع" :ج ۲، ص :۵۰۷۔

رجل كفر بلسانه طائعا و قلبه مطمئن بالإيمان يكون كافرا و لا يكون عند الله مؤمنا، كذا في فتاوى "جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، "الباب التاسع :في أحكام المرتدين، موجبات الكفر أنواع، ومنها :ما يتعلق بتلقين الكفر" :ج ۲، ص :۲۹۳۔

{قُلْ أَبِاللّٰهِ وَأٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ٦٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ} سورة التوبة :٦٦-٦٥۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کیا اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہی تمہاری ہنسی اور دل لگی ہوتی ہے، تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ الغرض مذکورہ شخص نے جو کچھ کہا یا کیا وہ موجب کفر ہے، اس پر ضروری ہے کہ توبہ کر کے تجدید ایمان و نکاح بھی کرے۔

اہلِ بیت سے محبت رکھنا اہلِ ایمان کی شان ہے:

سوال (75:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :اہل بیت سے محبت رکھنا اور اس محبت کو لازمی اور ضروری سمجھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

حضرات اہلِ بیت سے محبت رکھنا یقیناً اہل ایمان کی شان ہے؛ لیکن یہ محبت نہیں کہ ان کے مقدس نام پر دنیا میں طوفان بدتمیزی برپا کیا جائے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أحبوا أهل بيتي بحبي۔ (سنن الترمذي ۲۱۹/۲)

عن يعلى بن مرة حدثهم... وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :حسين مني وأنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط۔ (سنن ابن ماجة: ۱۴) فقط و اللہ تعالی اعلم

یزید کو کافر اور جہنمی سمجھنا؟

سوال (76:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :یزید کو کافر اور جہنمی سمجھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

اہلِ سنت والجماعت یزید کے تمام برے اعمال سے بیزار ہیں، اور اسے غلطی پر سمجھتے ہیں؛ خاص کر حضرات اہل بیت کے ساتھ اس کے معاملات سے ہر مؤمن بے زار ہے، لیکن اسے کافر قرار دینے کی کوئی حتمی دلیل نہیں ہے، محض گناہ کرنے سے کوئی کافر نہیں ہوجاتا۔

لم یثبت لنا عنه تلک الأسباب الموجبة أي لکفره وحقیقة الأمر المتوقف فیه، ومرجع أمره إلی اللّٰہ سبحانه وتعالی۔ (شرح الفقه الأکبر ۸۸)

ویجوز أن یکون أي الشخص مؤمناً أي بتصدیقه وإقراره فاسقاً لعصیانه وإصراره غیر کافر۔ (شرح الفقه الأکبر ۸۹) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کافر کو کافر کہنا؟

سوال (77):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کافر کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو قرآن وحدیث، آثارِ صحابہ اور فقہاء احناف کے اقوال کو مدلل تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کسی کافر کو چڑھانے کے لئے گالی کے طور پر کافر کہنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر تحقیر مقصود نہ ہو؛ بلکہ اظہارِ حقیقت کے طور پر کسی کافر کو کافر کہا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنها أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: أهجوا قریشاً فإنه أشد علیهم من رشق النبل۔ (صحیح مسلم/فضائل حسان بن ثابت رقم: ۲۴۹۰، مشکوۃ المصابیح ۲)

لو قال لیهودي أو مجوسي یا کافر یأثم إن شق علیه۔ (البحر الرائق ۵/۴۴)

والمنهي عنه هو التلقیب بما یتداخل المدعو به کراهة لکونه تقصیراً به وذماله وشیئاً۔ (روح المعاني دیوبند ۲۶/۱۵۴، امداد الفتاوی ۴/۱۶۶، ۴/۵۳۶) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو مؤمن نہ ماننا؟

سوال (78)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو بہت سے لوگ مؤمن نہیں مانتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات ان کے ایمان کے قائل ہیں اور بعض عدمِ ایمان کے، دلائل دونوں طرف ہیں، کسی ایک جانب کو ترجیح نہیں ہے، اس لئے محققین علماء کے نزدیک اس سلسلہ میں توقف کرنا بہتر ہے، اور جہاں تک ہوسکے اس بارے میں بحث سے اجتناب کرنا چاہئے۔

ولا يقال :إن فيه إساءة أدب لاقتضائه كفر الأبوين الشريفين مع أن الله تعالىٰ أحياهما له وآمنابه، كما ورد في حديث ضعيف... وما فيه أيضا أن رجلاً قال :يارسول الله! أين أبي؟ قال :في النار، فلما قفا دعاه فقال :إن أبي وأباك في النار۔ وأما الاستدلال على نجاتهما بأنهما ماتا في زمن الفترة، فهو مبني على أصول الأشاعرة أن من مات ولم تبلغه الدعوى يموت ناجياً۔ أما الماتريدية، فإن مات قبل مضي مدة يمكنه فيها التأمل -إلى قوله- وعلى هذا فالظن في كرم الله تعالىٰ أن يكون أبواه صلى الله عليه وسلم من أحد هذين القسمين؛ بل قيل :أن آباءه صلى الله عليه وسلم كلهم موحدون۔ وبالجملة كما قال بعض المحققين :أنه لا ينبغي ذكر هذه المسئلة إلا مع مزيد الأدب، وليست من المسائل التي يضر جهلها أو يسأل عنها في القبر أو في الموقف، فحفظ اللسان عن التكلم فيها إلا بخير أولى وأسلم۔ (شامي زكريا ۳۴۸/۴)

وروي بأسانيد ضعيفة أن النبي ادعاربه فأحياه وآمنة أم رسول الله افآمنا به۔ واختار الإمام الرازي أنهما ماتا على ملة إبراهيم عليه الصلاة والسلام، والجمع أن الإحياء كرامة لهما ليضاعف ثوابهما۔ وقد ألف الحافظ المحقق جلال الدين السيوطي رسائل ستًا في إثبات إيمانهما وإيمان جميع آباء النبي إلى آدم، وتبعه محققوا المتأخرين، وعارضه علي بن سلطان القاري برسالته في إثبات كفرهما، فرأى استاذه ابن حجر مكي في منامه أن القاري سقط من سقف فانكسرت رجلاه، فقيل :هذا جزاء إهانة والدي رسول الله ا، فوقع كما رأى، ومن أراد كشف مشكلات هذه المسئلة فلينظر في رسائل السيوطي۔ (النبراس شرح شرح العقائد النسفية ۳۱۶،

بحواله :فتاوىٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۰۹/۱) فقط والله تعالىٰ اعلم

خواجہ ابوطالب کو کافر کہنے والے پر تنقید کرنا؟

سوال (79)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :زید کے مندرجہ ذیل اشعار سے جو علماء کرام "ابوطالب" کے ایمان کے قائل نہیں ہیں، ان کی سخت قسم کی توہین ہوتی ہے، ایسے شاعر کی ان اشعار کی کتاب پر

تقریظ لکھنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

گستاخِ زباں بغض وعداوت میں پلی ہے
کافر ابوطالب کو جو کہنے پے تلی ہے
بس یہ تھا سبب اس نے جو دو بچوں کو پالا
اِک ان میں ہے محبوبِ خدا ایک علی ہے

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

سرورِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خواہش تھی کہ آپ کے چچا جناب ابوطالب - جنہوں نے آڑے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت اور حمایت ونصرت کا بے مثال نمونہ پیش کیا تھا - کہ وہ دولت ایمان سے مشرف ہوجائیں، اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوطالب کی وفات کے وقت تک اس سلسلہ میں کوشاں رہے، چناں چہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جب جناب ابوطالب کی حالت نازک تھی، تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس تشریف لے گئے، وہاں کفار مکہ کے کئی سردار ابوجہل اور عبداللہ بن اَبی امیہ وغیرہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری وقت میں اپنے محسن چچا کو کلمہ کی دعوت پیش فرمائی، جس پر ابوجہل نے جناب ابوطالب کو عار دلاتے ہوئے کہا کہ : ''کیا آپ اپنے والد عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ کر اپنے مرنے کے بعد رسوائی کا سامان کریں گے''؟ اس کے باوجود پیغمبر علیہ السلام بار بار انہیں اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے۔

بالآخر جناب ابوطالب نے مرنے کے بعد کی عار سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھنے سے صراحۃً انکار کردیا اور یہ کہا کہ : ''میں اپنے والد عبدالمطلب کے دین پر ہوں''۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان کے انکار کا بڑا اثر ہوا، آخر ابوطالب کی وفات ہوگی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ ہوکر واپس تشریف لے آئے، اس واقعہ کے سلسلہ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینے کے لئے قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ۔ [القصص :۵٦]

آپ جس کو چاہیں ہدایت سے نواز نہیں سکتے؛ بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت عطا فرمائے۔

پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوطالب سے طبعی تعلق کی بنا پر ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تھے؛ تا آں کہ قرآنِ کریم کی آیت : {مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ وَلَوۡ کَانُوۡۤا اُولِیۡ قُرۡبٰی} نازل

ہوئی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مشرک کے لئے استغفار سے منع کر دیا گیا۔
اسی طرح صحیح روایات میں یہ مضمون بھی وارد ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب جناب ابوطالب کو ہوگا؛ لیکن وہ نجات نہیں پاسکیں گے؛ کیوں کہ وہ دولت ایمان سے دنیا میں مشرف نہیں ہوئے، یہ تفصیلات صحیح احادیث سے ثابت ہیں، جن کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔
اس کے برخلاف تاریخ کی بعض کتابوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ جناب ابوطالب وفات سے قبل ہونٹ ہلا رہے تھے، اور یہ ہونٹ ہلانا کلمہ پڑھنے کی بنا پر تھا، اسی روایت کو رافضیوں نے جناب ابوطالب کے اسلام پر وفات پانے کے لئے دلیل بنایا ہے؛ لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ساقط ہے، اور صحیح اور مستند احادیث کے مقابلہ میں اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں، اور اس پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔
بریں بنا سوال میں جن اشعار کو تحریر کیا گیا ہے جن میں جناب ابوطالب کو کافر کہنے والوں پر تنقید کی گئی ہے، یہ اشعار یا تو صحیح روایات سے ناواقفیت پر مبنی ہیں، یا رافضیوں کے بے اصل عقیدے سے متأثر ہو کر لکھے گئے ہیں، شاعر کو ایسی بات سے رجوع کرنا لازم ہے، اور اس شاعر کی کتاب پر تقریظ لکھنے والوں نے اگر ان اشعار کو دیکھ کر اس کی تائید میں تقریظ لکھی ہے، تو انہیں بھی اس سے برأت اور توبہ کرنی چاہئے۔

عن سعيد ابن المسيب عن أبيه أن أبا طالب لما حضرته الوفاة دخل عليه النبي صلى الله عليه وسلم وعنده أبو جهل، فقال: أي عم، قل لا إله إلا الله كلمة أحاجّ لك بها عند الله، فقال أبو جهل وعبد الله بن أبي أمية: يا أبا طالب! ترغب عن ملة عبد المطلب؟ فلم يزالا يكلّماه حتى قال آخر شيئ كلمهم به على ملة عبد المطلب، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لأستغفرن لك ما لم أنه عنه فنزلت: {مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُوْلِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمُ} ونزلت: {اِنَّکَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ} (صحيح البخاري ١/٥٤٨ رقم: ٣٨٨٤)

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أهون أهل النار عذابا أبو طالب وهو منتعل بنعلين يغلي منهما دماغه۔ (صحيح مسلم ١/١١٥)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر عنده عمه أبو طالب فقال: لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من النار، يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه۔ (صحيح البخاري ١/٥٤٨، صحيح مسلم ١/١١٥)

سمعت العباس رضي اللّٰه عنه يقول :قلت :يارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم! إن أبا طالب كان بحوطک وينصرک ويغضب لک، فهل نفعه ذٰلک، قال :نعم! وجدته في غمرات من النار فأخرجته إلى ضحضاح۔ (صحيح مسلم ۱۱۵/۱)

قال أبو طالب لو لا أن تعيرني قريش يقولون ما حمله عليه إلا جزع الموت لأقررتُ بها عينک۔ (فتح الباري أشرفية ۲۴۸/۷)

عذاب الكفار متفاوت والنفع الذي حصل لأبي طالب من خصائصه ببركة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم۔ (فتح الباري أشرفية ۲۴۸/۷)

وقد استدل بعض من ذهب من الشيعة وغيرهم من الغلاة إلى أن أبا طالب مات مسلماً يقول العباس هذا الحديث "يا ابن أخي! لقد قال أخي الكلمة التي أمرته أن يقولها - يعني لا إله إلا اللّٰه - والجواب عن هذا من وجوهٍ، أحدها أن في السند مبهماً لا يعرف حاله وهو قوله عن بعض أهله، وهذا إبهام في الاسم والحال ومثله يتوقف فيه لو انفرد۔ (البداية والنهاية ۱۲۳/۳، سيرة ابن هشام بيروت ۲۷۷/۲) فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

کفریہ و شرکیہ کلمات اور اعمال

شرک کی تعریف؛

سوال (80)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : شرک کس کو کہتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

اللہ کی ذات وصفات میں غیر اللہ کی ہمسری کا عقیدہ رکھنا شرک ہے، اس کی ظاہری علامت یہ ہے کہ جو عبادت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، مثلاً رکوع اور سجدہ اسے غیر اللہ کے سامنے بجالانا، یا غیر اللہ کے نام پر چڑھاوا چڑھانا اور قربانیاں کرنا وغیرہ، اس طرح کی سب باتیں ممنوع اور حرام ہیں۔

حقيقة الشرک أن يعتقد إنسان في بعض المعظمين من الناس أن الآثار العجيبة الصادرة منه إنما صدرت لكونه متصفاً بصفة من صفات الكمال مما لم يعهد في جنس الإنسان؛ بل يختص بالواجب جل مجده لا يوجد في غيره إلا أن يخلع هو خلعة الألوهية على غيره أو يغنيغيره في ذاته ويبقى بذاته أو نحو ذٰلک مما يظنه هذا المعتقد من الخرافات۔ (حجة اللّٰه البالغة للإمام الشاه ولي اللّٰه الدهلوي ۱۴۴/۱، عقائد أهل السنة والجماعة

(۷۷)

والشرک یکون بمعنی اعتقاد أن للہ تعالی شانہ شریکا، أما في الألوھیۃ أو في الربوبیۃ۔ (روح المعاني ۵/ ۵۱)

الشرک الأکبر وھو اتخاذ الشریک للہ في الوھیتہ أو عبادتہ، وھو المراد بقولہ تعالی: {إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ} (الموسوعۃ الفقھیۃ ۵/ ۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شدتِ غم کی حالت میں اللہ کا شکوہ کرنا:

سوال (81:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک غم زدہ عورت کا بچہ مرگیا اور کچھ دن بعد اس کا والد بھی مرگیا، غم میں یہ الفاظ جاری ہو گئے کہ ’’اللہ تجھے ایسا نہیں کرنا تھا یہ تو نے کیا کیا‘‘؟ یہ الفاظ صدمے اور غم میں نکلے۔ اب تجدید نکاح ضروری ہے؟ جب کہ اس نے توبہ کرلی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

غم کی شدت میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ کے جو الفاظ مذکورہ غم زدہ عورت سے نکلے ہیں وہ ہرگز مناسب نہ تھے، ان پر توبہ و استغفار لازم ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے ایمان اور نکاح پر کوئی اثر نہ پڑا؛ لہٰذا مذکورہ عورت کو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

وفي ألفاظ تکلم بھا خطأ نحو إن اراد أن یقول: لا إلٰہ إلا اللہ فجری علی لسانہ بلا قصد إن مع اللہ إلھاً آخر لا یکفر فیہ قطعاً لکن یؤخر بالاستغفار والرجوع۔ (ھدایۃ المھدیین ۱۳، بحوالہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲/ ۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

’’میں اسلام کو نہیں مانتی‘‘ کیا یہ کفریہ جملہ ہے؟

سوال (82:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی معاملہ میں فاطمہ کو سمجھانے پر فاطمہ غصہ میں یا ضد میں کہتی ہے کہ: ’’میں اسلام کو نہیں مانتی‘‘ کیا یہ جملہ کفریہ ہے؟ اگر کفریہ ہے اور فاطمہ اس جملہ کی وجہ سے خارجِ اسلام ہوجاتی ہے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

’’میں اسلام کو نہیں مانتی‘‘ اس جملہ میں یہ تاویل ممکن ہے کہ تمہارے پیش کردہ اسلام کو نہیں مانتی، گویا حقیقتاً اسلام کا انکار

نہیں؛ بلکہ مدعی کے دعویٰ کا انکار ہے، اگر یہی مراد ہو تو مسئولہ صورت میں فاطمہ کافر نہ ہوگی، اور اگر واقعۃً فاطمہ نے بغیر کسی تاویل کے اسلام کو ماننے کا انکار کیا ہے، تو یقیناً وہ کافر ہو جائے گی، اور اس پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم ہوگا۔

لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن۔ (در مختار ۶/۳۶۷)

ثم إن كان نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوىٰ المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذٰلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته۔ (هندية ۲/۲۸۳، شرح الفقه الأكبر ۱۹۲)

وفي شرح الفقه الأكبر: أو قال: ماذا الشرع هذا؟ كفر۔ (شرح الفقه الأكبر ۱۷۴، عقائد أهل السنة والجماعة ۷۴-۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غصہ کی حالت میں یہ کہنا کہ ”میں قرآن کو نہیں مانتی“

سوال (83):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر مجھے قرآن کی آیت پڑھ کر اس کے معنی سمجھا رہے تھے، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں قرآن کو مانتی ہوں؟ مگر اس وقت میں بہت غصہ میں تھی؛ اس لئے میں نے قرآن کو ماننے سے انکار کر دیا، یہ بات میرے شوہر نے تین دفعہ معلوم کی، تینوں دفعہ میں نے قرآن کو ماننے سے انکار کر دیا، مگر جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو پھر میرے شوہر نے معلوم کیا کہ میں قرآن کو مانتی ہوں؟ تو اس وقت میں نے کہا مانتی ہوں، غصہ کی حالت میں میں نے زبانی طور پر قرآن کو ماننے سے انکار تو ضرور کیا تھا، مگر میرے دل کا حال تو خدا ہی جانتا ہے، اور میں دل سے قرآن کو مانتی ہوں، تو کیا اس صورت میں میرے نکاح پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ کیا میں اسلام میں ہوں یا اسلام سے خارج؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

فقہ کا اصول ہے کہ ایک مسلمان کے کلام کو جہاں تک ہو سکے اچھے محمل پر رکھ کر اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ بریں بنا مسئولہ صورت میں شوہر کے قرآنِ کریم پڑھ کر سمجھانے کے جواب میں بیوی کا یہ کہنا کہ: ”میں قرآن نہیں مانتی“ اس کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ میں تمہارے بیان کردہ معنی نہیں مانتی، گویا کہ اصل قرآن کا انکار مقصود نہیں ہے؛ بلکہ شوہر کے کلام کا انکار مقصود ہے۔ نیز اگر بلا کسی متعین نیت کے یہ کلام محض غصہ اور جھنجھلاہٹ کی بنا پر صادر ہوا ہے تو بھی تکفیر میں احتیاط کی جائے گی، تاہم ایسا کلام زبان سے ادا کرنے کی وجہ سے بیوی گنہگار ہوگی، اور احتیاطاً یہ حکم دیا جائے گا

کہ وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :المراء في القرآن كفر۔(سنن أبي داؤد ٢/ ٦٣٢ رقم :٤٦٠٣)

وفي الظهيرية :وإن لم تكن له نية حمل المفتي كلامه على وجه لا يوجب التكفير ويومر بالتوبة والاستغفار واستجداد النكاح۔(الفتاوىٰ التاتارخانية ٧/ ٢٨٦، رقم :١٠٤٨٧ زكريا)

عن الضحاک بن مزاحم قال :إذا ارتد الرجل بانت منه امرأته فإن أسلم فهو خاطب۔(رواه سعيد بن منصور في سننه ٢/ ٢٩٧ رقم :٢٨٣٤)

وفي الينابيع :قال أبو حنيفة :لا يكون الكفر كفراً حتى يعقد عليه القلب۔(الفتاوىٰ التاتارخانية ٧/ ٢٨٦، رقم :١٠٤٨٧ زكريا) فقط والله تعالىٰ اعلم

”میں نماز نہیں پڑھوں گی“ کہنے کا حکم

سوال (84):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک روز کا واقعہ ہے زید کی منکوحہ چونکہ حالت حمل میں تھی، اور درد شکم میں مبتلا تھی، فجر کا وقت تھا اس وقت زید نے اس سے نماز پڑھنے سے متعلق سوال کیا کہ کب پڑھوگی؟ اس کے جواب میں منکوحہ کا جملہ تھا کہ ”نہیں پڑھوں گی“، اس کے نتیجہ میں زید نے اس سے قطع تعلق کرلیا، اس خیال سے کہ یہ جملہ کفریہ ہے جس سے نکاح باقی نہ رہا، پھر اسی روز شام کو زید نے اپنے والد اور دادا سے مشورہ کیا کہ نکاح اس جملہ مذکورہ کے بعد باقی نہ رہا؛ لہٰذا از سرِ نو کلمہ پڑھوا کر نکاح کیا جائے، چنانچہ بعد نماز مغرب زید کی منکوحہ کے نانا نے جو زید کے دادا ہیں بحیثیت ولی اس سے کلمہ پڑھوا کر اس کی اجازت سے دوبارہ نکاح کردیا، اور زید نے اس کو قبول کرلیا، اس وقت مجلس میں زید کے علاوہ اس کے والد اور والدہ تھیں۔ یہ واضح ہو کہ منکوحہ سے اس کے جملہ مذکورہ بالا کے بارے میں یہ تفتیش بھی نہ ہوئی کہ اس کی نیت کیا تھی؟ محض اس خیال سے کہ اس نے بلا سوچے سمجھے یہ جملہ بول دیا ہے نیز دوسرے نکاح میں کسی قسم کے مہر کا بھی تذکرہ نہ ہوا، صرف اجازت لیکر منکوحہ کے نانا نے زید سے یہ کہدیا کہ آپ اس کو اپنے نکاح میں قبول کرتے ہیں؟ زید نے جواباً کہا کہ قبول کیا۔

یہ واقعہ آج سے تقریباً چھ سال قبل کا ہے اس وقت سے زوجین برضاء ورغبت اپنی ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں، پھر

اس بیچ ایک دوسرے بچہ کی بھی ولادت ہوئی، مندرجہ بالا پس منظر کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل امور کے جواب مطلوب ہیں :

(۱) کیازید کی منکوحہ کے مندرجہ بالا جملہ ''نہیں پڑھوں گی'' کہنے سے اس کا نکاح باقی رہایا نہیں؟

(۲) اگر باقی رہا تو زید نے جو اس کے رد عمل میں منکوحہ کے ولی کے ذریعہ کلمہ پڑھوا کر دوبارہ نکاح قبول کیا یہ عمل کیا ہوا؟

(۳) اگر نکاح باقی نہ رہا تو کیا دوران حمل یہ مؤثر ہوگا یا نہیں؟ حمل کی وجہ سے کوئی فرق تو نہیں؟

(۴) اور یہ نکاح ثانی جو منکوحہ کی اجازت سے ہوا اور زید نے قبول بھی کیا مگر مہر کا کوئی تذکرہ نہیں، تو کیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر ہوگیا تو مہر نکاح اول والا کافی ہے یا علیحدہ مہر ضروری ہے؟ اگر علیحدہ مہر ضروری ہے تو کون سا مہر لازم ہوگا؟

(۵) اور اس نکاح ثانی کی مجلس میں زید کے صرف والدین تھے اور منکوحہ کے ولی نانا تھے، تو کیا یہ گواہ ہونگے یا یہ نکاح بلا گواہ تسلیم کیا جائے گا؟

(۶) اگر زوجین نکاح ثانی کا مہر آپسی رضامندی سے ایک مقدار مقرر کرلیں تو کیا وہ متعین ہوجائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

کسی تکلیف وغیرہ کی وجہ سے جھنجھلا کر یہ کہہ دینے سے کہ ''میں نماز نہیں پڑھوں گی'' مذکورہ عورت کو کافر نہیں کہا جائے گا، اور نہ اس کے نکاح کو توڑنے کا حکم ہوگا، اس لئے تجدید نکاح کی کوئی ضرورت نہ تھی، تاہم نئے نکاح سے سابقہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

وقول الرجل :لا أصلي يحتمل أربعة أوجه :أحدها لا أصلي؛ لأني صليت۔ والثاني :لا أصلي بأمرك، فقد أمرني بها من هو خير منك۔ والثالث :لا أصلي فسقاً مجانةً، فهٰذه الثلاثة ليست بكفر۔ والرابع :لا أصلي إذ ليس يجب عليّ الصلوٰة ولم أومر بها، يكفر۔ ولو أطلق وقال :لا أصلي لا يكفر لاحتمال هٰذه الوجوه۔ (الفاوىٰ الهندية ۲/۲۸۴، البحر الرائق ۵/۱۲۲، الفتاوىٰ التاتارخانية ۷/۳۱۹ رقم :۱۰۵۸۶ زكريا) فقط والله تعالىٰ اعلم

''ہم نہیں جانتے شریعت اور مفتی کو، ہم تو اپنے باپ کی وصیت کو جانتے ہیں'' کہنے والے کا حکم:

سوال (85)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : مسلمانوں کو شرعی مسئلہ کا احترام اور شرعی مسئلہ بتانے والوں کا احترام ضروری ہے یا نہیں؟ اس کو وضاحت اور دلائل سے سمجھا دیں؟ اگر کوئی کہے کہ ہم نہیں جانتے، شریعت اور مفتی کو، ہم تو اپنے باپ کی وصیت کو جانتے ہیں، تو اس شخص کا یہ کہنا شرعاً کیسا ہے؟ اسی طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم باپ کی وصیت کے مقابلہ میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت اسلامیہ کو اہمیت دیتے ہے، اس کے مقابلہ میں کسی بات کو بھی جو فرمانِ رسول کے خلاف ہوگی اور شریعت اسلامیہ کے خلاف ہوگی، ہم اس کو نہیں مانیں گے، چاہے وہ کسی کی بھی ہو، آپ سے سوال یہ ہے کہ یہ دوسرا شخص شرعاً مجرم تو نہیں ہے، اور نافرمان تو نہیں کہلائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

کسی بھی مفتی کے فتویٰ اور احکام شریعت سے بلا وجہ انکار موجب فسق ہے اور بسا اوقات موجب کفر ہو جاتا ہے؛ لہٰذا جو شخص بھی احکام شریعت اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے، اسے فوراً توبہ کرکے حدیث اور شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اور وارثین کے حق میں وصیت کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد ہے کہ اللہ نے تمام وارثین کے حق کو پورا پورا ادا کر دیا ہے؛ لہٰذا اب وارثین کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارثٍ۔ (سنن الترمذي ۲/ ۳۲)

رجل عرض عليه خصمه فتوىٰ الأئمة فردها وقال : ”اين چه شرع است“ كفر - إلى قوله - إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه فتوىٰ الأئمة، فقال صاحبه : ليس كما أفتوا، أو قال : لا نعمل بهٰذا، كان عليه التعزير، كما في الذخيرة۔ (هندية ۲/ ۲۷۲)

وإذا قال الرجل لغيره : حكم الشرع في هٰذه الحادثة كذا، فقال ذٰلك الغير : ”من برسم كار كنم، نه بشرع“ يكفر عند بعض المشائخ۔ رجل عرض عليه خصمه فتوىٰ الأئمة، فردها وقال : ”چه بار نامه فتوىٰ آورده“ قيل: يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع، وكذا لو لم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوىٰ على الأرض، وقال : ”اين چه شرع است“ كفر۔ إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوىٰ الأئمة، فقال صاحبه : ليس كما أفتوا، أو قال : لا نعمل بهٰذا، كان عليه التعزير۔ (هندية ۲/ ۲۷۲، الفتاوىٰ التاتارخانية ۵/ ۴۵۸ إدارة القرآن كراچی)

اور جو لوگ باپ کی وصیت کے مقابلہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وشریعت کے احکام کو ترجیح دیتے ہیں یہ لوگ شرعاً مجرم نہیں؛ بلکہ عند اللہ اجر وثواب کے مستحق ہیں۔

کما قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: {تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ} [النساء: ۱۳] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

"اوپر اللہ نیچے آپ کا سہارا" کہنا

سوال (86):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کسی ضرورت مند کا سوال کرتے وقت اپنے سامنے والے سے یہ کہنا جائز ہے، کہ "اوپر اللہ ہے اور نیچے آپ کا سہارا ہے"؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

"اوپر اللہ ہے اور نیچے آپ کا سہارا ہے" اس جملہ سے کہنے والے کی کیا مراد ہے؟ اگر مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو میری مدد کا سبب بنایا ہے، تو اس میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر خدانخواستہ مراد یہ ہے کہ آپ ہی اصل میں دینے والے ہیں جیسے اللہ دینے والا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ کہنا قطعاً غلط ہوگا؛ اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ سوال کرتے وقت ایسے موہم الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔

قال في ردالمحتار: ومجرد إیھام اللفظ مالا یجوز کاف في المنع۔۔۔۔ (شامی زکریا ۹/۴۸۵-۴۸۴)

قالوا: علی ھذا لو قال مطرنا بنوء کذا معتقدا أنہ من اللّٰہ وبرحمتہ وأن النوء میقات لہ وعلامۃ اعتبارا بالعادۃ فکأنہ قال: مطرنا في وقت کذا، فھذا لا یکفر۔ (شرح النووي علی صحیح مسلم ۱/۵۹) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی توہین کرنے والے کا حکم؟

سوال (87):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مخاصمت اور جھگڑے کی بنا پر اپنی زبان سے مسلم آبادی کے درمیان چیخ چیخ کر بلند آواز سے کہا کہ میں اس علاقہ میں ہندو مسلم فساد کرادوں گا اور یہاں کی مسجدوں میں خنزیر کا گوشت پھکوادوں گا، اور اسی طرح کی مغلظات استعمال کرتا ہے، ایسا شخص شریعت مطہرہ کی روشنی میں مسلمان صاحب ایمان ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مسجد کی توہین اور استخفاف سے قائل مذکور کے ایمان سے محروم ہونے کا خطرہ ہے؛ لہٰذا اس پر توبہ و استغفار لازم اور ضروری ہے۔

إذا أنكر آية من القرآن أو استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع كفر۔ (مجمع الأنهر ۱/۶۹۳-۶۹۲ بیروت)

سئل عن رجل قيل له: "مرا یک درم ده، بعمارتِ مسجد حاضر شوی به نما" فقال الرجل: "من نه بمسجد آیم و نه درهم ده، مرا با مسجد چه کار"؟ وهو مصرّ علی ذٰلک، فقال: لا یکفر ولکن یعزر۔ (الفتاویٰ التاتارخانية ۵/۵۲۹ کراچی، المحیط البرهاني ۵/۵۸۱ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کی شکل کا انکار کرنا، اور حیض کو پاک جاننا؟

سوال (88):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کسی سے بیعت ہوا، حالاں کہ وہ بیعت ہونے سے قبل نماز و روزہ اور دیگر احکام کا بہت پابند تھا؛ لیکن بیعت ہونے کے بعد وہ کہہ رہا ہے کہ جس طرح لوگ نماز ادا کرتے ہیں اور ان کی جو شکل ہے وہ بالکل درست نہیں؛ بلکہ نماز تو دل میں ہے اور میں ہر وقت نماز ادا کرتا ہوں، چاہے وہ کھانے کی حالت ہو یا پینے کی حالت ہو، الغرض نماز دل میں ہونے کی وجہ سے ہر آن ادا کرتا ہوں اور جس شکل میں لوگ نماز ادا کرتے ہیں اور علماء کرام ادا کرتے ہیں، یہ محض علماء کا دھوکہ اور بہکانا ہے۔

نیز وہ یہ بھی کہتا ہے کہ حیض پاک ہے اور حیض کی حالت میں نماز و روزہ کا ادا کرنا درست ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں نماز روزہ ادا کرنا درست نہیں یہ ان کا بہکاوا ہے۔

اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کے اندر موجود ہے، تو پھر انسان کو سجدہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے، تو میں اپنے پیر صاحب کو سجدہ کرتا ہوں جو کہ درست ہے، اور دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ فرشتوں کو آدم ل کا سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا؛ لیکن اس کے سجدہ کرنے کی بناء پر ان کو شیطان کہا گیا، اگر ہم انسان کو سجدہ نہ کریں تو ہم بھی شیطان کہلائیں گے؟

اور ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اگر آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کو سزا دنیا ہی میں مل جائے گی اور اگر نیکی کرتا ہے تو وہ خوش وخرم زندگی بسر کرے گا اور آخرت میں کچھ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں جب سے اپنے پیر سے ہاتھ ملائے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں، اگر تم بھی دیکھنا چاہو تو تم بھی پیر صاحب سے بیعت ہو جاؤ، تو کیا زید کے اس طرح کے عقیدہ رکھنے پر اسے مسلمان کہا جائے گا یا نہیں؟ اگر ان کو مسلمان نہیں کہا جائے گا تو کس عقیدہ کی بناء پر تعیین فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

سوال میں زید کی طرف جن عقائد کا انتساب کیا گیا ہے کہ وہ نماز کا منکر ہے، حیض کو پاک جانتا ہے، غیر اللہ کے سجدہ کا قائل ہے وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں موجب کفر ہیں، زید کو ان کفریہ عقائد سے توبہ کرنی لازم ہے، اگر وہ شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

{إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا} [النساء :۱۰۳]

هي فرض عين على كل مكلف ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعيّ۔ (درمختار مع الشامي، كتاب الصلاة ۳/۲ زكريا، ۳۵۱/۱ كراچی)

من انكر المتواتر فقد كفر۔ (عالمگیری ۲۶۵/۲)

الصلوات الخمس فريضة على المسلمين العاقلين البالغين من الرجال والنساء دون الحائض والنفساء في المواقيت المعروفة۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳/۲ رقم :۱۴۸۸ زكريا)

قال العلامة الآلوسي :والمسجود له في الحقيقة هو اللّٰه تعالىٰ... وفيه أن السجود الشرعي عبادة، وعبادة غيره سبحانه وتعالىٰ شرك محرّم في جميع الأديان والأزمان، ولا أراها حلت في عصر من الأعصار۔ (روح المعاني ۲۲۸/۱)

{وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِيْضِ، قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ} [البقرة :جزءآيت :۲۲۲]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال :من أتى حائضاً أو امرأة في دبرها... كفر بما أنزل على محمد صلى اللّٰه عليه وسلم۔ وفي رواية :برئ مما أنزل على محمد صلى اللّٰه عليه وسلم۔ (رواه أحمد ۴۰۸/۲، وسنن أبي داؤد رقم :۳۹۰۴، الترغيب والترهيب مكمل :۵۲۵)

وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي :مايكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح، وأولاده أولاد زنا، ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والنوبة وتجديد النكاح"۔ (درمختار مع الشامي، كتاب الجهاد/باب المرتد، مطلب جملة من لايقتل إذا ارتد ۳۹۰/۶ زكريا، ۲۴۶/۴ كراچی) فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم

علماء اور اہل مدارس کو "بھک منگے" اور "شیطان کی ذریت" کہنا؟

سوال):(89)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :

علماء اور اہل مدارس کو "بھک منگے" اور "شیطان کی ذریت" کہنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

علماء پر اس طرح کے الزمات اور تہمت لگانے والے لوگ بجائے خود قابل مذمت ہیں، ان کو اپنے فعل سے باز آنے کی ضرورت ہے، علماء ایسے مکروہ الزامات سے قطعاً بری ہیں۔

والاستخفاف بالعلماء لکونهم علماء استخفاف بالعلم۔ (بزازية على هامش الهندية ٦/٣٣٦) فقط والله تعالیٰ اعلم

مسلمان بیوی کو کہنا کہ "تو ابولہب کی بیوی سے کم نہیں"

سوال(:90)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : زید اپنے بیٹے بکر کی بیوی سے معمولی جھگڑے یا باتوں میں معمولی فرق پانے کی وجہ سے یا اپنی بات کو اعلیٰ رکھنے کی وجہ سے کہتا ہے کہ "تو ابولہب کی بیوی سے کم نہیں ہے"۔

آپ بتلائیں کہ امتِ محمدیہ کو اس جیسی عورت سے تشبیہ دینا کہاں تک درست ہے؟ نیز ایسی عورت سے تشبیہ دینے والا شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟ یا اس پر توبہ لازم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

کسی مسلمان عورت کو کافرہ کے مشابہ قرار دینا قطعاً مناسب نہیں ہے، مسئولہ صورت میں خسر کو اپنی بہو کے ساتھ محبت کا معاملہ کرنا چاہئے، اور لعن طعن سے بچنا چاہئے، اور ساتھ میں بہو کو بھی چاہئے کہ وہ خسر کے ساتھ احترام کا معاملہ کرے؛ تاکہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے۔

عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :سباب المسلم فسوق۔ (صحيح البخاري ٢/٨٩٣) فقط والله تعالیٰ اعلم

کسی مفتی کے فتویٰ کا انکار کرنا:

سوال (91)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : جو شخص قرآن وحدیث کی روشنی میں منگائے گئے فتویٰ کو نہ مانے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

جو شخص کسی حکم شرعی یا فتویٰ کا انکار کرے تو وہ سخت گنہگار ہے، اور اس پر کفر کا اندیشہ ہے؛ لٰہذا توبہ واستغفار لازم ہے۔

سئل والدي عن قائل يقول : لا أقول بفتوى الأئمة ولا أعمل بفتواهم ما حاله؟ قال : بلزمة النوبة والاستغفار، وسئل عن هذا بعضهم، فقال : إذا كان ذا رأي واجتهاد وعنى أنه يجتهد رأي نفسه دون رأيهم فهو معذور۔

(الفتاوى التاتارخانية ٧/ ٣٣٦ رقم : ١٠٦٢٧ زكريا)

وإذا قال الرجل لغيره : حكم الشرع في هذه الحادثة كذا، فقال ذٰلك الغير : "من بر سم كار كنم، نه بشرع" يكفر عند بعض المشائخ... الخ۔ إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمة، فقال صاحبه : ليس كما أفتوا، أو قال : لا نعمل بهٰذا، كان عليه التعزير۔ (هندية ٢/ ٢٧٢، الفتاوى التاتارخانية ٥/ ٤٥٨ إدارة القرآن كراچي)

ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً بغير سبب۔ (عالمگیری ٢/ ٢٧٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن کی آیت کا انکار کرنا اور اس کی سزا

سوال (92)؛

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ایک عالم سند یافتہ نے قرآنِ مجید کی مقدس آیتوں کو غلط قرار دیا ہے، وہ آیتیں یہ ہیں : پندرہواں پارہ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۸/ ۷۳- ۷۴- ۷۵/ تک کا منکر ہے۔ کہتے ہیں یہ غلط ہیں : {وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ} سے لے کر {ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا} تک انکار کیا، ایسے شخص کے لئے کیا سزا مقرر کی جائے؟ مار دیا جائے یا کوئی اور سزا دی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

قرآنِ کریم کی آیتوں کا منکر کافر ہے؛ لیکن اس کو سزا دینے کا اختیار اسلامی حکومت کو ہے، کسی فرد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ

خود اپنے طور پر یہ سزا کسی پر جاری کرے؛ لہٰذا آپ کے لئے مذکورہ شخص کو جان سے مارنا ہرگز جائز نہیں، آپ اس کو سمجھانے کی کوشش کریں، اور اس کے لئے دعاءِ خیر کریں، اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے۔ (کفایت المفتی ۲/ ۱۶۳، ۲۶۸/۹)

إذا أنكر الرجل آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن۔ وفي الخزانة أو عاب فقد كفر، كذا في التاتارخانية۔ (الفاوىٰ العالمگيرية ۲/ ۲۶۶)

ويكفر إذا أنكر آية من القرآن۔ (البحر الرائق ۵/ ۲۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآنِ کریم کا مذاق اُڑانا؟

سوال (93):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر الف کے والدین کو راہِ راست پر لانے کے لئے قرآنی آیات کا حوالہ دیا جائے اور وہ قرآنِ پاک کی آیتوں کا یہ کہہ کر مذاق اڑائے کہ دیکھیں گے ہمارا کوئی کیا کرتا ہے، تو ایسے شخص کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ: الجواب و باللہ التوفیق:

قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ کا مذاق اڑانا اور اس کے بیان کردہ احکامات کو ذلت سے ٹھکرانا موجبِ کفر ہے، ایسے شخص کو توبہ و استغفار اور تجدیدِ ایمان و نکاح کرنا چاہئے۔

{قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ} [التوبة: ٦٥]

{لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ} [التوبة: جزء آيت: ٦٦]

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المِرَاء في القرآن كفر۔ (سنن أبي داؤد، كتاب السنة/ باب النهي عن الجدال في القرآن ۲/ ۶۳۲ رقم: ۴۶۰۳، مسند أحمد ۲/ ۲۸۶ رقم: ۷۸۳۵، ۵/ ۱۲۹ رقم: ۲۱۵۰۷)

الاستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر۔ (شرح الفقه الأكبر ۱۷۶)

إذا أنكر آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن، وفي الخزانة: أو عاب فقد كفر۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا ۷/ ۳۱۵ رقم: ۱۰۵۷۶، هندية ۲/ ۲۶۶، بزازية على هامش الهندية ۲/ ۳۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو یہ کہے کہ قرآنِ مجید کچھ نہیں؟

سوال (94):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ایک شخص جو مسلمان ہے اور ۵-۶/ آدمیوں کے درمیان کہہ رہے ہیں کہ "بھائی قرآنِ مجید کچھ نہیں ہے، (معاذ اللہ) یہ تو پہلے والوں کے قصے اور کہانی ہیں"؛ لہٰذا ایسا شخص کس میں شامل ہوگا، مسلم یا غیر مسلم؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

قرآنِ کریم کے بارے میں ایسی بے ادبی اور گستاخی کی باتیں کہنا سخت گناہ اور موجب کفر ہے، کہنے والے پر لازم ہے کہ وہ صدق دل سے توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کرے۔

إذا أنكر آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن، وفي الخزانة : أو عاب فقد كفر۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا ٣١٥/٧ رقم : ١٠٥٧٦، هندية ٢٦٦/٢، بزازية على هامش الهندية ٣٢٨/٢)

قال في المسايرة : وبالجملة: فقد ضُم إلى التصديق بالقلب، أو بالقلب واللسان في تحقيق الإيمان أمور الإخلال بها إخلال بالإيمان اتفاقاً، كترك السجود لصنم، وقتل نبي، والاستخفاف به، وبالمصحف۔

(درمختار مع الشامي، كتاب الجهاد/باب المرتد ٣٥٦/٦ زكريا)

عن الضحاك بن مزاحم قال : إذا ارتد الرجل بانت منه امرأته فإن أسلم فهو خاطب۔ (رواه سعيد بن منصور في سننه ٢٩٧/٢ رقم : ٢٨٣٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

قرآن میں تبدیلی کا نظریہ رکھنا اور اس کی آیت میں شک کرنا:

سوال (:95):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ہمارے یہاں ایک مسلمان ہے جو کہتا ہے کہ قرآن کو اللہ نے چودہ سو برس پہلے نازل فرمایا اور وہ زمانہ کچھ اور تھا اور یہ زمانہ کچھ اور ہے؛ لہٰذا اب قرآن میں تبدیلی ہونی چاہئے؟ ہم کیسے قرآن کو صحیح کہیں اور یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ جبرئیل امین بتلائی ہو وہی ہے، یا کسی دوسرے خود ساختہ کی اپنی طرف سے کہی ہوئی بات ہے اور یہ کس نے دیکھا کہ قرآن کو اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور ان کے سینہ میں کیوں نازل فرمایا؟ ان صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ کیسا قرآن ہے، اس میں سب کچھ ہے، اس سورت کو نماز میں پڑھتے ہیں، اور پھر اسی سورت سے کسی تکلیف آنے پر جھاڑ پھونک

کرتے ہیں، نماز کے لئے الگ اور جھاڑ پھونک کے لئے مستقل الگ الگ سورت ہونی چاہئے۔ از روئے شرع ایسے شخص کے ایمان اور نکاح کا کیا حکم ہے؟ نیز ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

قرآنِ کریم اللہ کی آخری اور سچی کتاب ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اور قرآن کی سچائی پر خود قرآنِ کریم میں ایسی واضح اور قطعی دلیلیں موجود ہیں کہ بڑے سے بڑا منکر اسلام بھی ان کو جھٹلانے کی ہمت نہیں کرسکتا؛ البتہ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں، لہٰذا جو شخص قرآنِ کریم میں تبدیلی کا قائل ہو یا اس کی کسی آیت میں شک کرے یا اس کے بارے میں استہزاء اور مذاق کی بات کرے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ایسے شخص کے لئے تجدید ایمان اور تجدید نکاح دونوں لازم ہیں۔

{الٓمّٓ۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ} [البقرة :۲-۱]

قال تعالیٰ :{اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ۔ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ} وقال :{تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ أَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ۔ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ} [الواقعة :۸۲-۷۷]

وقال تعالیٰ :{اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ} [الحجر :۹]

وقال تعالیٰ :{وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ} [الشعراء :۱۹۳-۱۹۲]

وقال تعالیٰ :{اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ۔ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ۔ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِیْنٍ} [التکویر :۲۱-۱۹]

قال العلامة الآلوسي تحت قوله تعالیٰ :{یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ} [النساء :۴۶] :المراد به ههنا إما ما في التوراة، وإما ما هو أعم منه۔ والأول هو المأثور عن السلف کابن عباس ومجاهد وغيرهما، وتحريف ذٰلک إما إزالته عن مواضعه التي وضعه اللّٰه تعالیٰ فيه۔ وإما صرفه عن المعنی الذي أنزل اللّٰه تعالیٰ فيه إلی ما لا صحة له بالتأويلات الفاسدة والمحتملات الزائغة کما تفعله المبتدعة في الآيات القرآنية۔ (روح المعاني ۴۶/۵ بیروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه عليه وسلم قال :المِرَاء في القرآن کفر۔ (سنن أبي داؤد، کتاب السنة/باب النهي عن الجدال في القرآن ۶۳۲/۲ رقم :۴۶۰۳، مسند أحمد ۲۸۶/۲ رقم :۷۸۳۵، ۱۲۹/۵ رقم :۲۱۵۰۷)

إذا أنکر آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن، وفي الخزانة :أو عاب فقد کفر۔ (الفتاویٰ التاتارخانية زکريا

٣١٥/٧ رقم :١٠٥٤٦، هندية ٢/ ٢٦٦، بزازية على هامش الهندية ٢/ ٣٢٨)

وقال ابن نجيم :و(يكفر) بإبداله حرفاً أو آية من القرآن"۔ (البحر الرائق ٥/ ٢٠٩، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٢/ ٣٥٢)

وما كان في كونه كفراً اختلافاً فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ٧/ ١٨٤ رقم :١٠٤٩٦ زکریا)

عن الضحاک بن مزاحم قال :إذا ارتد الرجل بانت منه امرأته فإن أسلم فهو خاطب۔ (رواه سعيد بن منصور في سننه ٢/ ٢٩٧ رقم :٢٨٣٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

توحید ورسالت اور قرآن سے متعلق بعض کفریہ عقائد؛

سوال (96):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : جس کے عقائد ونظریات حسبِ ذیل ہیں، وہ ان نظریات کا حامل اور داعی ہے، یہ باتیں اس کی اپنی سی ڈی میں موجود ہیں، جس کو وہ لوگوں میں تقسیم کرتا ہے:

(١) {وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ} اور محمد تو صرف اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں محمد سے پہلے رسولوں کے گذرنے کا ذکر کیا ہے، اور بعد میں کسی رسول کے آنے کا ذکر نہیں کیا ہے، تو یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ان کے بعد کوئی رسول نہیں آئیں گے۔

(٢) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی بات سورہ مائدہ کی آیت ٧٥ : میں کہی گئی ہے۔ آیت : {مَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ اِلاَّ رَسُوْلٌ} اس آیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے والے رسولوں کا ذکر ہے، مگر بعد میں کوئی رسول آئیں گے اس بات کا ذکر نہیں، مگر ہم جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہمارے نبی آئے ہی تھے۔

(٣) سورہ غافر کی آیت ٣٥ : میں بھی یہی فرماتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اس بات کو کہنا ترک کردیں کہ محمد علیہ السلام کے بعد کوئی رسول نہیں آئیں گے۔

(٤) سورۃ الحدید کی آیت ٢٨ : ٥٧/ کے تحت لکھتا ہے : اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کو جانتے ہیں، جانتے تھے کہ ہمارے

دشمنوں کے ذریعہ ایجاد کردہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب باتوں پر ایمان لاکر یہ امت اپنی راہ کھودے گی، اس لئے بطور رحمت اس نے ایک اور رسول کا انتظام کیا، جو ان ایجاد کردہ باتوں کی نفی کرے گا، اور امت کو پھر راہ راست بتائے گا۔

(۵) ختم نبوت کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ : اس کی بے پناہ رحمت ہے کہ اس نے ہمیں ایک کتاب عطا کی جو کہ ایک صاف روشنی ہے اور پھر اس نے اس کتاب کو اپنی حفاظت میں لی اور اس نے سلسلہ نبوت کو ختم کیا، مگر سلسلہ رسالت کو ختم نہیں کیا۔

(۶) کیا قرآن کافی ہے؟ کے تحت لکھتا ہے کہ : جو لوگ قرآن پر زور دیتے ہیں انہیں نبی کے اقوال سے (جس سے آپ کا مطلب احادیث یا نبی سے منسوب اقوال ہیں) ان سے غفلت برتنے کا الزام نہ دو، قرآن کے بارے میں ہم یقیناً یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نبی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں، اور اس بات کی تصدیق اللہ تعالی فرماتے ہیں :{إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ}

(۷) آگے لکھتے ہیں کہ : اس کے برعکس احادیث نبی سے منسوب اقوال ہیں اور ان لوگوں کی بولی ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ نبی نے یہ کہا۔

اس کے علاوہ تمام نمازیں اس کے نزدیک صرف دو رکعتیں ہیں، اور حج کے ارکان رمضان سے لے کر ذی الحجہ تک کر سکتے ہیں، یعنی حج کے فرائض، طواف وغیرہ کے لئے ذی الحجہ کے پانچ دن ہی ضروری نہیں ڈھائی فیصد زکوۃ کو سود کہتے ہیں، جمعہ کے خطبہ کا منکر ہے، اس کے علاوہ شعائر اسلام، مسجد نبوی، مسجد الحرام کی عمارتوں اور وہاں یادگاروں کا مذاق اڑاتا ہے، اور سنن ونوافل وتر وغیرہ ادا کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ سب منکر عمل کر رہے ہیں، ختنہ کا منکر ہے، صحابہ کی جماعت کو منافقین کی جماعت کہتا ہے، اس طرح کے آدمی کے بارے میں علماء کرام کا کیا فتوی ہے؟ معاشرہ میں اس کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

سوال میں ذکر کردہ خیالات اسلام کے مقررہ عقائد وتعلیمات کے قطعاً خلاف ہیں، جو شخص بھی ایسی باتوں کا قائل ہو وہ یقیناً گمراہ اور اسلام سے خارج ہے۔ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اور اس پر قرآن وسنت میں واضح اور روشن دلائل موجود ہیں، نیز احادیثِ شریفہ شریعتِ مقدسہ کے بنیادی مأخذ میں سے ہیں، ان کو غیر معتبر ماننا یا اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کی تصدیق یا تکذیب کرنا نری جہالت اور سراسر گمراہی ہے، ایسے لوگوں کا

دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

{وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى، وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا} [النساء :١١٥]

{مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا} [الحشر :٧]

”وقد أخبر اللّٰہ تبارک وتعالیٰ في كتابه ورسوله صلى الله عليه تعالىٰ عليه وسلم في السنة المتواترة أنه لا نبي بعده، ليعلموا أن كل من ادعى هذا المقام بعده، فهو كذاب وأفاك دجال ضال مضل“۔ (تفسير ابن كثير الأحزاب :٤٠ /٦٥٢/٣ مكتبه دار الفيحاء)

قال القاضي عياض :من شتم أحداً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أبا بكر أو عمر أو عثمان أو معاوية ... كانوا في ضلال قتل، وإن شتمهم بغير هذا من شاتمة الناس، نكل نكالاً شديداً۔ (تنبيه الولاة والحكام ٣٧٥/١ لابن عابدين الشامي)

قال أبو زرعة الرازي :إذا رأيت الرجل ينتقص أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه زنديق۔ (الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر العسقلاني ٢٢/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معوذتین کو خارج از قرآن ماننا؟

سوال(:97):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :جو شخص معوذتین (یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) کو کسی صحابی کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہے کہ یہ سورتیں قرآنِ کریم میں شامل نہیں ہیں اور ان کو نماز میں نہ پڑھنا چاہیے؛ بلکہ یہ آیات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سحر کو دفع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں، تو یہ دعاء ماثورہ کی طرح ہیں؛ لہٰذا یہ آیات قرآن میں شامل نہیں ہیں؛ بلکہ کسی صحابی نے ان کو بعد میں شامل کیا ہے، تو کیا ایسا شخص اسلامی نقطہ نظر سے دائرۂ اسلام سے خارج ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ ”معوذتین“ قرآنِ کریم کا جزو ہیں، دورِ صحابہ میں بعض حضرات سے اس کے مخالف رائے ملتی ہے؛ مگر امت نے اس مخالف رائے کو سختی سے رد کر دیا ہے؛ اور اس کی کسی صحابی کی طرف نسبت کو باطل قرار دیا

ہے، لہٰذا آج جو شخص ان سورتوں کے قرآنِ کریم میں شامل ہونے کے بارے میں شک وشبہ ظاہر کرے اسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰہ عنهما أنه أنكر قرانيتهما، وقال البزار :لم يتابع ابن مسعود أحد من الصحابة -إلى قوله -وقالوا :إن إنكار ذٰلک اليوم كفر، ولعل ابن مسعود رجع عن ذٰلک۔(روح المعاني ٢٧٩/٣، عالمگیری ٢٦٧/٢)

وقال الإمام النووي في شرح المهذب :أجمع المسلمون على أن المعوذتين والفاتحة من القرآن، وإن من جحد منها شيئاً كفر، وما نقل عن ابن مسعود رضي اللّٰہ عنه باطل ليس بصحيح۔(الاتقان :٨١/١، فيض الباري ٢٦٢/٤)

وقال ابن الحزم في المحلّٰى :وكل ما روي عن ابن مسعود من أن المعوذتين وأم القرآن لم تكن في مصحفه فكذب موضوع، لا يصح وإنما صحت عنه قراءة عاصم عن زر بن حبيش عن ابن مسعود وفيها أم القرآن والمعوذتان۔(المحلي لابن حزم ١٣/١ مصر ودمشق)

وقال بحر العلوم :فنسبة إنكار كونها من القرآن إليه غلط فاحش، ومن أسند الإنكار إلى ابن مسعود فلا يعبأ بسنده عند معارضة هذه الأسانيد الصحيحة بالإجماع والملتقاة بالقبول عند العلماء الكرام بل والأمة كلها كافّة، فظهر أن نسبة الإنكار إلى ابن مسعود باطل۔(بحر العلوم شرح مسلم الثبوت ١٢/٢، فواتح الرحموت ١٣/٢ بيروت)

وقال العلامة الكوثري :ومن زعم أنه لم يكن في مصحفه الفاتحة والمعوذتان أو أنه كان يحک المعوذتين فكاذب قصداً أو واهم من غير قصد، والمعوذتان موجودتان في قراءة ابن مسعود المتواترة عنه بطريق أصحابه...، وأنى يناهض خبر لآحاد الرواية المتواترة... وقد أجاد ابن حزم الرد على تقولات المتقولين في هذا الصدد في كثير من مؤلفاته۔(مقالات كوثري ١٦ كراچی، بحواله :فتاوىٰ عثمانی ٢١١/١-٢٠٧)

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

دینی مسائل اور نماز کا استہزاء؛

سوال(:98)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :میرا شوہر مسائل دینیہ کے بارے میں غلط

باتیں استعمال کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ مسئلہ وسلہ میں نہیں جانتا مسئلہ تو لیٹرین (پاخانہ) میں پڑا ہے۔ مسئلہ، دین، ایمان سب ڈھونگ ہیں، میرے گھر کے سامنے مندر ہے میں نماز یا مسجد کو نہیں جانتا، ان الفاظ سے وہ کافر تو نہیں ہوگیا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

یہ الفاظ کفریہ ہیں، شوہر پر توبہ و استغفار اور تجدیدِ ایمان و نکاح لازم ہے۔

{قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُوْنَ} [التوبة :٦٥]

الاستهزاء بأحكام الشرع كفر۔ (الفتاوىٰ الهندية ٢/ ٢٨١)

إذا أنكر آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن، وفي الخزانة :أو عاب فقد كفر۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا ٧/ ٣١٥ رقم :١٠٥٧٦، هندية ٢/ ٢٦٦، بزازية على هامش الهندية ٢/ ٣٢٨)

الاستهزاء على الشريعة كفر؛ لأن ذٰلك من أمارات التكذيب وعلى هذه الأصول أي كفر المستحل والمتسحلين والمستهزئ۔ (نبراس ٣٣٩)

وما كان في كونه كفراً اختلافاً فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالنوبة والرجوع عن ذٰلك بطريق الاحتياط۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ٧/ ٢٨٤ رقم :١٠٤٩٦ زكريا)

عن الضحاك بن مزاحم قال :إذا ارتد الرجل بانت منه امرأته فإن أسلم فهو خاطب۔ (رواه سعيد بن منصور في سننه ٢/ ٢٩٧ رقم :٢٨٣٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

"مصطفی بن کر خدا خود آیا ہے آمنہ کے آنگن میں"

سوال (99)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین حسبِ ذیل شعر کے بارے میں کہ : کہنے والے کہتے ہیں کہ :"مصطفی بن کر خدا خود آیا ہے آمنہ کے آنگن میں"۔ شرعی نقطہ نظر سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق:

مذکورہ شعر کفریہ کلام ہے اس سے حلول کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ خدا حضور کی صورت میں دنیا میں آئے جو کہ صریح کفر ہے۔

وليس حالٌ ولا محلاً۔ (شرح الفقه الأكبر ٣٦)

ومن زعم أن الإلٰه سبحانه يحل في شيءٍ من أحاد الناس فهو كافر۔ (إعلاء بقواطع الاسلام، بحواله :مجموعة

الفتاویٰ ۲/۳۴۸)

قال ابن بطال :واللّٰہ منزہ عن الحلول في المواضع :لأن الحلول عرض یفنی، وھو حادث، والحادث لا یلیق اللّٰہ۔ (فتح الباري ۱۳/ ۴۷۵)

أن المعقول من حلول الشيء في غیرہ کون ھذا الحال تبعاً لذلک المحل في أمر من الأمور، وواجب الوجود لذاتہ یمتنع أن یکون تبعاً لغیرہ، فوجب أن یمتنع علیہ الحلول۔ (أصول الدین للرازي ۴۴)

الثاني :أن الحلول في الغیر إن لم یکن صفۃ کمال، وجب نفیہ عن الواجب، وإلا لزم کون الواجب مستکملاً بالغیر وھو باطل۔ (الفتاویٰ الحدیثیۃ ۴۳۸، شرح المقاصد ۳/ ۳۹ بیروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حضرات خلفاء راشدینؓ کو برا کہنے والے کا حکم:

سوال (100:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنے والے کا ایمان درست ہے یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنے والے کا ایمان درست ہے یا نہیں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنے والے کا ایمان درست ہے یا نہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہنے والے کا ایمان درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

امت کی ان برگزیدہ شخصیات پر زبانِ طعن دراز کرنے والا شخص اول درجہ کا ضال، مضل، گمراہ اور فاسق ہے، اسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنہما قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :إذا رأیتم الذین یسبون أصحابي فقولوا لعنۃ اللّٰہ علی شرکم۔ (سنن الترمذي ۲/ ۲۲۵)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :من سب أصحابي فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس أجمعین۔ (رواہ الطبراني ۱۲ رقم :۱۲۷۰۹)

وفي روایۃ :لعن اللّٰہ من سب أصحابي۔ (رواہ الطبراني ۱۲ رقم :۱۳۵۸۸

وأما من سب أحداً من الصحابۃ فھو فاسق ومبتدع بالإجماع۔ (تنبیہ الولاۃ والحکام ۱/ ۳۶۷ لابن عابدین الشامي)

قال القاضي عياض :من شتم أحداً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أبا بكر أو عمر أو عثمان أو معاوية ... كانوا في ضلال، قتل، وإن شتمهم بغير هذا من شاتمة الناس، نكل نكالاً شديداً۔ (تنبيه الولاة والحكام ١/ ٣٧٥ لابن عابدين الشامي)

قال أبو زرعة الرازي :إذا رأيت الرجل ينتقص أحداً من أصحاب رسول الله فاعلم أنه زنديق۔ (الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر العسقلاني ١/ ٢٢ بيروت)

وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفراً لكن يضلل۔ (شامی کراچی ۴/ ۲۳۷، شامی زکریا ٦/ ٣٧٧)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دورِ نبوت کے واقعات کی فرضی تصاویر کے ذریعہ فلم بنانا؟

سوال (101)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی جو ویڈیو چل رہی ہے جس میں دورِ نبوی کو انسانی شکل میں بتایا گیا ہے، یہ کیا ہے؟ آیا دشمنانِ اسلام کی کوئی سازش تو نہیں یہ مضر ہے یا مفید رہنمائی فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

دورِ نبوت کے واقعات کی فرض تصاویر کے ذریعہ فلم بنانا محض جھوٹ اور فراڈ ہے، اور دیکھنے والوں کو حقیقی اسلام سے قریب کرنے کے بجائے کھیل تماشے میں مشغول کرنے کی سازش ہے؛ اس لئے ایسی فلموں کو بنانا، دیکھنا، رکھنا، خرید وفروخت کرنا سب ناجائز ہے، اس میں دین کا کوئی فائدہ نہیں؛ بلکہ سراپا نقصان ہی نقصان ہے۔

{وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ} [لقمان :٦]

{وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ} [المؤمنون :٣]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه۔ (شعب الإيمان للبيهقي ۴/ ٢٥٥، حديث :۴٩٨٧)

وإذا قرأ القرآن على ضرب الدف أو القصب فقد كفر۔ (الفتاوى التاتارخانية ٧/ ٣١٦ زكريا)

وفي تتمة الفتاوى :من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع كُفِّرَ۔ (شرح الفقه الأكبر

(١٦٧)

من أهان الشريعة... كفر۔ (شرح الفقه الأكبر ١٧٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا سود کو جائز کہنے والا اسلام سے خارج ہوجاتا ہے؟

سوال (102)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا سود جیسی قبیح شئ کو جائز قرار دینے والا اسلام سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

سود کی حرمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اعتقاداً کسی حرام چیز کو حلال یا حرام کو حلال کہے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کے لئے تجدید ایمان وتوبہ لازم ہوگی، اور اگر اعتقاداً تو نہیں؛ بلکہ حکم سے لاعلمی کی بنا پر کہتا ہے تو ایسے شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کہہ سکتے؛ تاہم اس کے لئے توبہ لازم ہے۔

من اعتقد الحلال حراماً أو على العكس يكفر - أما لو قال الحرام هذا حلال لترويج السلعة أو بحكم الجهل لا يكفر - وإن اعتقده وإنما يكفر إذا كانت الحرمة ثابتة بدليل مقطوع به۔ (فتاوى بزازية على هامش الهندية ٣٢١/٦)

وسألت إذا اعتقده حلالاً وهو حرام، قال: ينظر، إن كان حراماً لغيره كمال الغير لا يكفر إذا اعتقده حلالاً، وإن كان محرم العين بأن كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر، وما ثبت حرمته بالأخبار الآحاد لا يكفر۔ (الفتاوى التاتارخانية ٣٢٢/٧ رقم: ١٠٦١٤ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ٦، البحر الرائق ٢٠٦/٥، كتاب السير ٢٧٢/٢، خلاصة الفتاوى ٣٨٣/٤، شرح العقائد ١٢٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسلمان کو کافر کہنا:

سوال (103)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسلمان کو کوئی شخص اپنے عندیہ میں کافر کہے تو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو مدلل تحریر فرمائیں، اور اگر ناجائز ہے تو بھی مدلل تحریر فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

کسی مسلمان صاحبِ ایمان کو کافر کہنا ہرگز جائز نہیں ہے، اگر مخاطب کافر نہیں ہے تو کفر کا وبال قائل پر لوٹ آئے گا؛ اس لئے مسلمان کے کلام کو جہاں تک ممکن ہو بہتر معنی پر محمول کرنا چاہئے، اور معمولی سا بہانہ بنا کر کسی کی تکفیر کی جسارت نہیں کرنی چاہئے۔

عن ابن عمر رضي اللہ عنهما قال :قال رسول اللہ :أيما امرئٍ قال لأخيه :كافر فقد باء بها أحدهما إن كان كما قال، وإلا رجع عليه۔ (صحيح مسلم ۱/۵۷)

وذكر العلامة النووي في شرح الحديث :وجوه عدم تكفير القائل إلا في صورة بطلان دين الإسلام فلير اجع إليه۔ (نووی علی المسلم ۱/۵۷)

وفي الهداية في فصل التعزير :وكذا إذا قذف مسلماً بغير الزنا فقال يا فاسق أو يا كافر (أي يعزر) (هداية مع الفتح ۵/۳۴۷، هندية ۲/۲۷۸)

لا يفتى يكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن۔ (در مختار ۶/۳۶۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کو "پیر کی جوتی" کہنا؛

سوال (104-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک شخص بظاہر دیندار اور متبع شریعت وسنت ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، دینی اجتماعات وغیرہ میں بھی شرکت کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ "عورت پیر کی جوتی ہے" اسلام کی نظر میں عورتوں کے مقام کی وضاحت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

مطلقاً عورت کے لئے ایسے توہین آمیز الفاظ کہنا روا نہیں ہے، اسلام میں عورت کو ماں، بیوی، بہن، خالہ وغیرہ ہونے کی حیثیت سے بہت عزت دی گئی ہے، عورتوں کے حقوق کا لحاظ رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے، جو شخص اس میں کوتاہی کرے گا، وہ کامل دیندار کہلائے جانے کے لائق نہیں ہے۔

قال تعالى :{وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ} [البقرة :جزء آيت :۲۲۷]

عن جابر بن عبد اللہ رضي اللہ عنه قال :قال رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم في خطبة حجة الوداع:... اتقوا اللہ في النساء، فإنكم أخذتموهن بأمان اللہ واستحللتم فروجهن بكلمة اللہ، ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن

بالمعروف۔(صحیح مسلم ۱/۳۹۷ رقم :۱۲۱۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدعات ورسومات

بدعت کی تعریف کیا ہے؟

سوال (105):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بدعت کی کیا تعریف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

جو کام شریعت اور سلفِ صالحین سے ثابت نہ ہو اور اسے دین اور کارِثواب سمجھ کر انجام دیا جائے تو وہ بدعت ہے۔

البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة و التابعون و لم يكن مما اقتضاه الدليل۔ (قواعد الفقه ۲۰۴)

إيراد قول لم يستن قائلها و فاعلها فيه بصاحب الشريعة و أماثلها۔ (المفردات للإمام راغب ۱/۳۶ ميمنية مصر، لسان العرب ۲/۶ بيروت)

وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول۔ (درمختار، الصلاة/باب الإمامة ۲/۲۹۹ زكريا)

كذلك كل محدث قولاً و فعلاً لم يتقدم فيه متقدم، فإن العرب تسميه بدعة۔ (تفسير ابن كثير ۱/۲۲۲ دار السلام رياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی عمل پر بدعت کا اطلاق کب ہوتا ہے؟

سوال (106):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : میں ایک بات سے بہت پریشان ہوں، وہ یہ کہ دین میں کوئی بھی نئی بات پیدا کرنا بدعت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے جو کام نہیں کئے ان کو کرنا بدعت، یا پھر اس میں کسی طرح سے کمی بیشی کرنا یہ سب بدعت ہے، جیسا کہ میرے سننے میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے کبھی کوئی وظیفہ نہیں پڑھا، اگر ہم اپنے کسی کام کے لئے وظیفہ کریں تو وہ بدعت ہوگا؟ جیسے کہ عشاء کے بعد ''إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' کی تسبیح پڑھنا، یا پھر کسی بھی قرآنی آیات کو وظیفہ کے طور پر پڑھنا بدعت تو نہیں ہوگا، اس کے علاوہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو صحابہ کرام سے ثابت نہیں جیسے کہ جمعہ کی نماز کے بعد سو بار ''یاباقی''

پڑھنا سو بار ''یا غفار'' پڑھنا کیسا ہے؟ بظاہر تو یہ سب بہت اچھی چیزیں ہیں، لیکن اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ایسا نہیں کیا اور صحابہ کرام نے بھی نہیں، تو پھر ایسا کرنا بدعت ہوگا یا نہیں؟

اسی طرح ''یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع'' جیسا کہ کتابوں میں ہے بارہ دن تک بارہ سو بار کسی کام کے لئے پڑھا جائے تو یہ سب کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

کسی عمل پر بدعت کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جبکہ اسے دین کا حکم سمجھ کر انجام دیا جائے، اور دین کا کم از کم حکم مستحب ہے، اس استحباب کے ثبوت کے لئے دورِ نبوت یا دورِ صحابہ سے صحیح اور معتبر دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے برخلاف جو آیاتِ قرآنیہ یا اذکارِ طیبہ پر مشتمل اَوراد و وظائف جنہیں اصلاحِ نفس یا اصلاحِ حال متعین تعداد یا متعین وقت میں پڑھا جاتا ہے، اُن کو سنت یا مستحب وغیرہ سمجھ کر انجام نہیں دیا جاتا؛ بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ طریقے مباح ہیں، اور ان میں اعداد کا لحاظ کرنا شرعاً کوئی لازم اور ضروری یا مستحب نہیں ہیں؛ لہٰذا اس حد تک ان وظائف کو اختیار کرنا بدعت نہیں کہلائے گا، البتہ اگر کسی وظیفہ کو اعداد کے ساتھ بلا دلیل شرعاً لازم سمجھ لیا جائے اور ثواب کو عدد کے ساتھ منحصر کر دیا جائے یا اس پر ایسا اصرار کیا جائے کہ نہ کرنے والے پر نکیر ہو، تو ایسی صورت میں یقیناً یہ بدعت میں شامل ہوگا، اور اس سے اجتناب لازم ہوگا۔ (مستفاد : امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۲۴)

البدعة طريقة مخترعة في الدين تضاهي الطريقة الشرعية يقصد بالسلوك عليها ما يقصد بالطريقة الشرعية۔ (تكملة فتح الملهم ۲/ ۵۹۵)

قال الشمني : البدعة : ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم من علم أو عمل أو حالٍ بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً۔ (شامي / باب الإمامة، مطلب : البدعة خمسة أقسام ۲/ ۲۹۹ زكريا، طحطاوي على مراقي الفلاح / باب الإمامة ۲۴۲ مصر)

ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة۔ (الاعتصام ۲/ ۹۸)

عن ابن مسعود رضي اللّٰہ عنه قال : قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم : لأن اللّٰہ يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول ۳/ ۲۶ تحت رقم : ۹۴۶ بيروت، كذا أخرجه ابن حبان في صحيحه عن ابن عباس رقم : ۳۵۴، وابن أبي شيبة في مصنفه عن ابن

عمر ۹/۵۹، والبيهقي في السنن الكبرىٰ عن نافع ۳/۱۴۰)

من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة، أو منكر۔ (مرقاة المفاتيح، الصلاة/باب الدعاء عند التشهد ۳/۲۶ تحت رقم: ۹۴۶ بيروت) فقط والله تعالىٰ اعلم

سنت اور بدعت میں کیا فرق ہے؟

سوال (107):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنت اور بدعت میں کیا فرق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اعمال فعلاً قولاً ثابت ہیں، ان کو سنت کہا جاتا ہے، اب اگر یہ اعمال عبادات کی قبیل سے ہوں تو انہیں سنن ہدیٰ کہا جائے گا، جن پر عمل ضروری ہے، اور انہیں بلا عذر چھوڑنا گناہ ہے۔ اور اگر ان اعمال کا تعلق طبعی عادات سے اور ظاہری لباس وغیرہ سے ہو تو اُنہیں سنن زوائد یا سنن عادیہ کہا جاتا ہے، جن پر عمل کرنا بہتر ہے؛ لیکن ترک میں بھی گناہ نہیں ہے۔

اس کے برخلاف بدعت کا اطلاق ان امور پر ہوتا ہے جن کا نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ سے کوئی ثبوت نہ ہو اور جنہیں کارِثواب سمجھ کر انجام دیا جائے؛ لہٰذا اگر کوئی ایسا عمل ہو جس کا ثبوت قرونِ اولیٰ سے نہ ہو؛ لیکن آج اسے عبادت سمجھ کر نہیں؛ بلکہ ضرورت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے، تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا، مثلاً ہوائی جہاز پر یا ریل گاڑی پر یا موٹر وغیرہ پر سفر کرنا یا بعض ایسے کھانے نوش کرنا جن کا تصور دورِ اول میں نہیں تھا، یہ بدعت میں شامل نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ کام دین سمجھ کر انجام نہیں دیئے جاتے۔

السنة هي الطريقة المسلوكة الجارية في الدين المأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أو صحبه۔ (الموسوعة الفقهية ۲۵/۸)

والسنة نوعان: سنة الهدىٰ، وتركها يوجب إساءة وكراهية كالجماعة۔ وسنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذٰلك، كسير النبي عليه الصلاة والسلام في لباسه وقيامه وقعوده۔ (شامي ۱/۲۱۸ زكريا)

البدعة هي طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشريعة يقصد بالسلوك عليها ما يقصد بالطريقة الشرعية۔ (الموسوعة الفقهية ۲۳/۸) فقط والله تعالىٰ اعلم

بدعتی شخص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

سوال (108):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بدعت کی صحیح تعریف کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ : (۱) بدعتی کون ہے؟ (۲) بدعتی کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ (۳) نیز بدعتی کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ (۴) اور استاذ اگر بدعتی ہو تو اس کی تعظیم وخدمت کرنی چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق:

:(۱) بدعت کی تعریف ''قواعد الفقہ'' میں ان الفاظ سے کی گئی ہے:

البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي۔

(قواعد الفقه ۲۰۴)

یعنی بدعت اس من گھڑت عقیدہ یا عمل کو کہا جاتا ہے جس پر نہ تو صحابہ اور تابعین کا عمل رہا ہو اور نہ کسی دلیل شرعی سے اس کی تائید ہوتی ہو۔

اور فتاویٰ محمودیہ میں بدعت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ ''جس چیز پر شریعت نے ثواب نہ بتایا ہو اس کو ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے''۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/۲۰۹ میرٹھ، ۳/۲۳ ڈابھیل)

(۲) اب اگر بدعت شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہے (مثلاً وہ غیر اللہ کے لیے ایسی صفات ثابت کرتا ہے جو اللہ کے لیے خاص ہیں)، تو ایسے بدعتی امام کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔

ويكره إمامة... مبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها، كقوله: إن الله تعالىٰ جسم كالأجسام، وإنكاره صحبة الصديق، لا يصح الاقتداء به أصلاً۔ (الدر المختار، الصلاة/باب الإمامة ۲/۲۹۹ زکریا، ۱/۵۵۹ کراچی، حلبي كبير، الصلاة/الأولى بالإمامة ۵۱۴ لاهور، البحر الرائق، الصلاة/باب الإمامة ۱/۶۱۱ رشیدیة، ۱/۳۴۹ کوئٹه)

اور اگر معمولی بدعت کا مرتکب ہے جو گناہ صغیرہ کے درجہ میں ہے (مثلاً ایصالِ ثواب وغیرہ کا التزام) تو نماز جائز مگر خلافِ اولیٰ ہے۔

اور اگر بدعت گناہ کبیرہ کے درجہ میں ہے (مثلاً آیات و احادیث میں بیجا تاویلات کرنا اور اجماع امت کے خلاف

رائے اپنانا) تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی؛ لہٰذا اگر مجمع میں اس سے بہتر کوئی اور شخص لائق امامت موجود ہو تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔(مستفاد : فتاویٰ محمودیہ ۶/ ۲۵۸ ڈابھیل، ۱۰/ ۲۳۱ میرٹھ)

وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة، أما لو كان مؤديا إلى الكفر فلا يجوز أصلاً۔(كبيرى ۴۸۰، البحر الرائق ۱/ ۳۴۹، شامى كراچى ۱/ ۵۶۰)

كره تقديمه كراهة تحريم۔(حلبي كبير ۵۱۳ لاهور)

(۳) اگر بدعتی کے ساتھ میل جول اور اچھا سلوک کرنے میں اصلاح کی توقع ہو تو میل جول رکھنا بہتر ہے، اور اگر اس سے خود بدعات میں مبتلا ہونے یا بدعات کی تائید کا اندیشہ ہو تو میل جول قطعاً نہ رکھا جائے۔(فتاویٰ محمودیہ ۳/ ۵۶ ڈابھیل، ۵/ ۲۳۳ میرٹھ)

عن الحسن :لا تجالس صاحب هوىً، فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك، أو تخالفه فيمرض قلبك۔

وعن يحيىٰ بن أبي كثير قال :إذا لقيت صاحب بدعة فخذ في طريق آخر۔(الاعتصام للشاطبي/باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها ۶۶ دار المعرفة بيروت)

وأما المداراة فتجوز في مواضع ثلاثة:...الثاني :لمصحة الكافر في دينه، أي إذا رجا هدايته للإسلام بالمداراة...، وهذا هو حكم المداراة وأهل الهوىٰ ونحوهم۔(أحكام القرآن الكريم للشيخ ظفر أحمد العثماني ۲/ ۱۶-۱۰)

منع أصحابنا الدخولَ إلى مجالسة الكفار وأهل البدعة۔(أحكام القرآن الكريم للقرطبي ۴/ ۱۴ جزء :۷ دار الفكر بيروت)

(۴) اور استاذ اگر بدعتی ہو تو بدعتی ہونے کی حیثیت سے اس کی تعظیم درست نہیں ؛ البتہ استاذ ہونے کی حیثیت سے وہ قابل تعظیم ہے، اس بناء پر اس کے اکرام میں حرج نہیں ہے۔(مستفاد :استاذ و شاگرد کے حقوق، افادات :حضرت تھانویؒ ۳۱، احکام القرآن الکریم للشیخ ظفر احمد العثمانی ۲/ ۱۰-۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضور علیہ السلام کا نام آنے پر انگوٹھا چومنا؟

سوال(109):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آئے تو انگوٹھا چومنا کیسا ہے؟ نیز جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ انگوٹھا چومنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے، اس سلسلہ میں وہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اس حدیث کی کیا حیثیت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے، آج کل لوگ اس کو دین کا کام سمجھ کر انجام دیتے ہیں؛ اس لئے اس کا ترک لازم ہے۔(فتاوی محمودیہ ۵/ ۳۵۸ میرٹھ)

نیز اس بارے میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

قلت :أورده صاحب المقاصد في الباب عدة أقسام من الروايات المرفوع من حديث أبي بكر عن الديلمي، ثم قال لا يصح۔(مستفاد :بوادر النوادر ۲/ ۴۰۸)وفي الشامي :ويستحب أن يقال عند سماع الأول من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله، وعند الثانية منها :قرة عيني، ثم يقول :اللّٰهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الإبهامين على العينين....

وقال الشامي بعد نقل هذه العبارة :ولم يصح في المرفوع في كل هذا شيء۔(شامي، باب الأذان ۲/ ۶۸ زكريا)

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔(صحيح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷)

قال القاري :فهذا الحديث أعم وهذا الحديث عماد في التسمك بالعروة الوثقى وأصل في الاعتصام بحبل الله الأعلى ورد للمحدثات والبدع والهوى۔(مرقاة المفاتيح، الإيمان/باب الاعتصام بالكتاب والسنة ۱/ ۳۳۶ تحت رقم :۱۴۰ بيروت)فقط والله تعالىٰ اعلم

نمازوں کے بعد سنت سمجھ کر مصافحہ کرنا؟

سوال(110:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :زید کا قول ہے کہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے، جیسا کہ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء ۵/ ۲۴۲ میں ہے کہ شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبح وعصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بنا پر ہے، جو امام نووی کے زمانہ میں تھی ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہی حکم ہے، یعنی جائز ہے۔شامی ۵/ ۲۵۲ میں ہے۔

اور بکر کا قول ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے اور کرنے والا سنت کے خلاف عمل کر رہا ہے، سختی کے ساتھ منع کیا جائے۔ (شامی ۵/۳۳۶) کس کا قول سنت کے مطابق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

نمازوں کے بعد خاص سنت سمجھ کر مصافحہ کرنا اور اس کا التزام کرنا بلا شبہ بدعت ہے، نفس مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے؛ لیکن نمازوں کے بعد اس کی خصوصیت قطعاً بے اصل ہے۔ علامہ شامیؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے تبیین المحارم کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے اسے بے اصل اور روافض کا شعار قرار دیا ہے۔ اور علامہ ابن حجر ہیثمیؒ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اس بدعت کے مرتکب کو اولاً سمجھایا جائے گا، اگر نہ مانے تو اسے سزا دی جائے گی۔

وفي الشامي :ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشرع وأنه ينبه فاعلها أولاً ويعزر ثانياً۔ (شامی زکریا ۹/۵۴۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مخصوص ایام کی رسومات

محرم کے مہینے میں ہونے والی بدعات؛

سوال (:111)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : محرم کے مہینہ میں امام حسین (رض) کی محفلیں منعقد کرنا، ان کے تذکرے کرنا، ان کے نام سے صدقہ کرنا، دسویں محرم کو کھچڑا پکا کر ان کے نام کی سبیل کرنا، اور اسے کار ثواب سمجھنا اور جو ایسا نہ کرے اس کو وہابی اور یزیدی سمجھنا وغیرہ یہ سب باتیں درست ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

ریحانۃ الرسول سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت اسلامی تاریخ کے المناک واقعات میں سے ایک ہے؛ لیکن اس واقعہ کو بنیاد بنا کر جس طرح کی ماتمی مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں، اور دین کے نام پر کھیل تماشے اور تفریحات ہوتی ہیں، اور کھانے پینے کا ماحول بنایا جاتا ہے، اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، قرآن وحدیث اور صحابہ اور سلفِ صالحین کے عمل سے اس کا دور دور تک کوئی ثبوت نہیں ملتا، یہ سب خرافات بے اصل اور بدعت ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳/۲۲۴ ڈابھیل، فتاوی رشیدیہ ۱۳۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۸۵-۸۶، کفایت المفتی ۱/۲۳۵)

فكل مسلم ينبغي له أن يحزنه قتله ص، فإنه من سادات المسلمين وعلماء الصحابة وابن بنت رسول اللهﷺ التي

هي أفضل بناته، وقد كان عابداً وشجاعاً سخياً، ولكن لايحسن مايفعله الشيعة من إظهار الجزع والحزن الذى لعل أكثره تصنع ورياء۔ وقد كان أبوه أفضل منه، فقتل، وهم لايتخذون مقتله مأتما كيوم مقتل الحسين، فإن أباه قتل يوم الجمعة وهو خارج إلى صلاة الفجر في السابع عشر من رمضان سنة أربعين۔ وكذلك عثمان كان أفضل من على عند أهل السنة والجماعة، وقد قتل وهو محصور في داره في أيام التشريق من شهر ذي الحجة سنة ست وثلاثين، وقد ذبح من الوريد إلى الوريد، ولم يتخذ الناس يوم قتله مأتما۔ وكذلك عمر بن الخطاب وهو أفضل من عثمان وعلي، قتل وهو قائم يصلى في المحراب صلاة الفجر، ويقرأ القرآن، ولم يتخذ الناس يوم قتله مأتما۔ وكذلك الصديق كان أفضل منه، ولم يتخذ الناس يوم وفاته مأتما۔ ورسول اللهؐ اسيد ولد آدم في الدنيا والآخرة، وقد قبضه اللہؐ إليه كما مات الأنبياء قبله، ولم يتخذ أحد يوم موتهم مأتما يفعلون فيه مايفعله هولاء الجهلة من الرافضة يوم مصرع الحسين۔ (البداية والنهاية ٨/ ٢٠٠، دار المعرفة، بيروت)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام، فكانوا إلى يوم عاشوراء يطبخون الحبوب، ويغتسلون ويلبسون أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيها أنواع الأطعمة، ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم۔ (البداية والنهاية ٨/ ٥٩٩-٦٠٠)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محرم کو غم کا مہینہ سمجھنا؟

سوال(112:):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :اکثر لوگ ماہِ محرم کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک غم مناتے ہیں، خوشی کا کوئی کام نہیں کرتے، جیسے نیا کپڑا پہننا، شادی وغیرہ کرنا، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

محرم کو غم کا مہینہ سمجھنا شیعوں کی رائج کردہ بدعات میں سے ہے، اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اس مہینہ میں خوشی کا کام انجام دینے کی کوئی ممانعت قرآن وسنت میں قطعاً موجود نہیں ہے، اور کسی مہینہ میں کسی کے حادثۂ شہادت کی وجہ سے وہ مہینہ منحوس نہیں کہلایا جاسکتا۔

عن أبي هريرة رضي اللہ عنه قال :قال رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم :لاعدوى ولاهامة ولا طيرة۔ (صحيح مسلم ٢/ ٢٣١)

التطير التشاؤم، وأصله الشيء المكروه من قول أو فعل أو مرئي وكانوا يتطيرون وتشأموا الها فكانت تصدهم في كثير من الأوقات عن مصالحهم، فنفي الشرع ذٰلک، وأبطله، ونهى عنه وأخبر أنه ليس له تأثير بنفع ولا ضر۔ (شرح النووي على مسلم ۲/ ۲۳۱)

لا يجوز العمل بالطيرة وهي التفاؤل بالطير والتشاؤم بها۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى/باب الفال والطيرة ۸/ ۳۹۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محرم کے مہینہ میں خواتین کا زینت ترک کرنا اور شادی بیاہ کو منحوس سمجھنا؟

سوال (113:)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بہت سی خواتین محرم کے مہینہ میں زینت ترک کردیتی ہیں، اور حضرت حسینؓ کا سوگ مناتی ہیں، چولہے پر توا بھی نہیں رکھتیں اور محرم کے مہینہ میں شادی وغیرہ نہیں کرنے دیتے، اس کی تفصیل تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

شریعت میں عام رشتہ داروں کے لئے تین دن اور بیوی کے لئے ۴/ مہینہ دس دن سے زائد سوگ منانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے؛ لہٰذا محرم کے مہینہ میں ہر سال سوگ منانا زینت ترک کرنا اور شادی بیاہ کو منحوس سمجھنا سراسر جہالت اور بے اصل ہے، اور روافض کی رائج کردہ خرافات میں سے ہے؛ اس لئے ان سب جاہلانہ رسومات کو ترک کرنا لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۸۹)

عن زينب بنت أبي سلمة رضي اللہ تعالیٰ عنها قالت :لما أتى أم حبيبة نعي أبي سفيان دعت في اليوم الثالث بصفرة، فمسحت به ذراعيها وعارضيها وقالت :كنت عن هذا غنيَّةً، سمعت النبي صلى اللہ تعالیٰ عليه وسلم يقول :لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد فوق ثلاثٍ إلا على زوج، فإنها تحد عليه أربعة أشهر وعشرًا۔ (صحيح مسلم ۱/ ۴۸۷)

ولكن لا يحسن ما يفعله الشيعة من إظهار الجزع والحزن الذي لعل أكثره تصنع ورياءٌ۔ (البداية والنهاية ۸/ ۲۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید میلاد النبی کے دن کیا سنت ہے اور کیا بدعت؟

سوال (114:)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : عید میلاد النبی کا دن تو تمام مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن ہے اس دن کیا کیا چیزیں سنت ہیں؟ اعمال، عبادات اور طعام کی لائن سے کیا کیا کریں؟ خصوصاً میٹھے چاول پکانا اور علم کو لے کر شہر یا بستی میں گھومنا جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے بستی اور شہر کے لوگ تنقید کرتے ہیں کہ آپ حضرات جلوس میں شرکت کیوں نہیں کرتے، جواب مرحمت فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

ہر مسلمان کو سرور کائنات فخر موجوات سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی اور دلی محبت ہونی لازم ہے، اس کے بغیر آدمی مؤمن قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن اس محبت کے اظہار کے لئے من گھڑت اور خود ساختہ طریقوں کو اختیار کرنا جائز نہیں؛ بلکہ صرف انہی طریقوں کو عمل میں لایا جائے گا، جن کا ثبوت خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے مقدس صحابہ سے ہے، اس کے برخلاف بے اصل اور غیر ثابت شدہ اعمال کو محبت کی دلیل سمجھنا قطعاً معتبر نہیں، یہی بات ہمیں عید میلاد النبی کے دن کئے جانے والے اعمال میں ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اس دن کے متعلق نہ تو پیغمبر علیہ السلام نے کسی طرح کی خوشی منانے کا حکم دیا ہے، اور نہ دور صحابہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے، حالانکہ وہ لوگ ہم سے زیادہ پیغمبر علیہ السلام سے محبت کرنے والے اور مر مٹنے والے تھے اور ان کے زمانہ میں بھی ہر سال ربیع الاول کی یہ تاریخ آتی تھی، مگر انہوں نے اس تاریخ میں کبھی کھیل تماشا اور ہڑبونگ والا عمل نہیں کیا؛ بلکہ اس دن کی یہ ساری من گھڑت رسومات بعد میں کے لوگوں کی ایجادات ہیں، جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ان فضول باتوں میں وقت اور صلاحیت ضائع کرنے کے بجائے سچے مسلمان کو اپنی زندگی سنت کے مطابق گذارنے پر محنت کرنی چاہئے، عبادات کی پابندی ہو، درود شریف کی کثرت ہو، ظاہری صورت اور پوشاک پیغمبر علیہ السلام کے مشابہ ہو، اخلاق اور کردار اور رہن سہن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک ہو، یہی سچی محبت ہے، اور ان امور کی پابندی کرنے والا ہی صحیح معنی میں محب رسول ہے۔

{قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ} [آل عمران :۳]

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع أعتقادهم أن ذلک من أکبر العبادات، واظهار الشعائر ما یفعلونه في الشهر الربیع الأول من المولد، وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات إلی قوله : لأن ذلک زیادة فی الدین، ولیس من عمل السلف الماضیین۔ (المدخل لابن امیر حاج المالکی ۱/۸۵، بحواله مطالعۂ بریلویت ۶/۳۴۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ربیع الاول کو حضور ا کے لئے ایصالِ ثواب کرنا اور گیارھویں شریف منانا؟

سوال (115:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو دنیا سے رحلت فرما گئے، تو کیا ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر سال بارہ وفات کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فاتحہ خوانی اور قرآن خوانی کروائے، اور دعا مانگ کر ثواب بخشوائے، اور اسی طرح گیارہویں شریف کے لئے بھی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایصال ثواب بلاتعیین زمان ومکان باعث سعادت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر امتی پر اس قدر احسان ہے کہ اگر زندگی کے ہر لمحہ میں بھی آپ کے لئے ایصالِ ثواب جاری رکھا جائے تو بھی آپ کے احسانات کا حق ادا نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا ایصال ثواب یا درود شریف کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کو سال بھر میں خاص کرلینا اور بقیہ دنوں میں اس کی طرف توجہ نہ دینا شرعاً بے اصل اور بڑی محرومی کی بات ہے، نیز یہ عمل غیر مسلموں کی سال گرہ اور برسی کے مشابہ ہے، جن کی مشابہت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اسی طرح کسی بزرگ کے لئے گیارہویں شریف منانا اور سال میں صرف ایک دن کو ایصال ثواب کے لئے مخصوص کرنا بے اصل اور بدعت ہے، جس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد : کفایت المفتی ۹/ ۸۴، اشرف الجواب ۲/ ۳۱-۳۲، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۴۸، فتاویٰ رحیمیہ ۲/ ۲۸۱-۲۸۲)

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم۔ (سنن أبي داؤد، اللباس / باب في لبس الشهرة رقم: ۴۰۳۱)

قال القاری : أی من تشبہ نفسہ بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ فهو منهم أی فی ال إثم۔ (بذل المجهود ۶/ ۳۵۶)

وقول علمائنا له أن يجعل ثواب عمله بغيره، يدخل فيه النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم فإنه أحق بذلک حيث أنقذنا من الضلالة ففی ذٰلک نوع شکر وإسداء جميل له۔ (شامی زکریا ۳/ ۱۵۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

۱۲ ربیع الاول کو سرکار ا کا جشن ولادت منانا؟

سوال (116:)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ماہ ربیع الاول میں آمد سرکار کی خوشی منانا خاص کر کے بارہ ربیع الاول کو یوم عید کی طرح منانا، ایک دوسرے کو میسیج کے ذریعہ مبارک باد دینا، نئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، اس دن کو کائنات کی سب سے بڑی عید کہنا، جشن عید میلاد النبی کہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس دن کو بارہ وفات کہنا درست ہے؟ محفل میلاد کرنا قیام وسلام وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اسلام میں کسی کی جشن ولادت پر خوشی منانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر سرورِ عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن عید کے طور پر مقرر ہوتا تو دورِ نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس کا ضرور ثبوت ہوتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور جاں نثار تھے، اس کے باوجود دورِ صحابہ یا اس کے بعد کبھی بھی اس دن کو عید اور تہوار کے طور پر نہیں منایا گیا۔

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی تاریخوں میں متعدد اقوال ہیں؛ لیکن وفات کی تاریخ اکثر مؤرخین کے نزدیک بارہ ربیع الاول ہے، اس لئے اسے بارہ وفات بھی کہا جاتا ہے، تو ذرا خود ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اس امت کے لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے سے بڑا المناک سانحہ کیا اور کوئی ہوسکتا ہے، پس اس الم ناک حادثہ کے دن کو عید اور خوشی کا دن قرار دینا اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینا، نئے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا کسی سچے محب رسول اکو کیسے گوارہ ہوسکتا ہے؟ بہر حال اس دن جشن میلاد النبی منانا اور اسے باعثِ اجر وثواب جاننا دین میں ایک زیادتی اور بدعت ہے۔

اسی طرح محفلِ میلاد متعدد منکرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور ممنوع ہے۔ ہر مسلمان کو ایسی باتوں سے احتراز کرکے سچے اور صحیح دین کی طرف لوٹ آنا چاہئے، اور اسی پر قائم رہنا چاہئے۔ (مستفاد :فتاوی محمودیہ ۳/ ۱۶۵-۱۹۱ ڈابھیل، فتاوی عثمانی ۱/ ۱۰۵، کفایت المفتی ۱/ ۱۹۲)

ويحتفل المولد النبي افي الربيع الأول وهو أول من أحدث من الملوك هذا العمل۔ (القول المعتمد في عمل المولد، بحواله :راہ سنت ۱۶۲)

إن عمل المولد بدعة لم يقل به ولم يفعل رسول اللهﷺ او الخلفاء والأئمة۔ (الشرعية الإلهية بحواله :راہ سنت ۱۶۴)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من أکبر العبادات وإظهار الشرائع یفعلونه في شهر ربیع الأول من المولد وقد احتوی علی بدع ومحرمات جمة الخ۔ (المدخل ۲/۳ بحواله :فتاوی محمودیه ڈابھیل ۱۶۵/۳)

ویظهر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدها ووضع أمه له من القیام وهو أیضا بدعة لم یرد فیه شيء۔ (الفتاوی الحدیثیة ۱۱۲ بحواله :فتاوی محمودیه ڈابھیل ۱۹۱/۳) فقط واللہ تعالی اعلم

اسلام میں پیدائش اور وفات کے دن خوشی یا غم منانا جائز نہیں؛

سوال (117:)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :بارہ ربیع الاول کے دن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن یا وفات کے اعتبار سے منانا کیسا ہے؟ دین اسلام میں کسی کی پیدائش کے دن یا وفات کے دن کے اعتبار سے منانا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن یا وفات کے اعتبار سے خوشی یا غمی منانا اسلامی تعلیم نہیں ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا، نہ صحابہ نے یہ دن منایا، نہ سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت ہے، اس لئے بارہ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا وفات کے اعتبار سے جشن وخوشی یا غمی منانا ناجائز ہے۔ (کفایت المفتی ۱۳۹/۱)

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (صحیح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷، صحیح مسلم، الأقضیة/باب کراهیة قضاء الفاضي وهو غضبان رقم :۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، السنة/باب في لزوم السنة رقم :۴۶۰۶)

عن العرباض بن ساریة رضي اللّٰہ عنه قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذات یوم في خطبته... :إیاکم ومحدثات الأمور، فإن کل محدثة بدعة، وکل بدعة ضلالة۔ (مسند أحمد ۱۲۶/۶، سنن أبي داؤد ۶۳۵/۲، سنن الترمذي ۹۶/۲، سنن ابن ماجة ۶/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادق (رض) کی ولادت کے نام سے کونڈے کرنا؟

سوال (118:)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ۲۲ / رجب المرجب کو کونڈے کی نیاز وفاتحہ خوانی ہوتی ہے یہ کہاں سے ثابت ہے؟ اور کس نے سب سے پہلے ایجاد کیا، اور کس ہجری سے امام جعفر صادق کے نام سے نیاز دینا شروع کیا، اور حضرت جعفر صادق کونسے امام ہیں؟ رجب المرجب میں ۵۰ / کلو معدہ کی روٹی بنا کر سب روٹی میں سورۃ پڑھی جاتی ہے یہ کہاں سے ثابت ہے؟ اور اسی سورۃ "تبارک الذی" کو کیوں خاص کیا گیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق:

کونڈے کی رسم قطعاً بے اصل خلافِ شرع اور بدعت ہے، ۲۲ / رجب نہ تو حضرت جعفر صادق کی تاریخ ولادت ہے اور نہ تاریخ وفات، آپ کی ولادت ۸ / رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی؛ بلکہ یہ تاریخ حضرت امیر معاویہ کی تاریخ وفات ہے، شیعوں نے اس دن خوشیاں منائی تھیں، اور جاہل سنیوں میں اسے رائج کرنے کے لئے اسے حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کر دیا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۲۲۱)

اور معدہ کی روٹی پر سورۃ "تبارك الذی" پڑھنا وغیرہ سب جاہلانہ باتیں ہیں، ان کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

حدثني عمر قال: حدثني علي قال: بايع أهل الشام معاوية- إلى أن قال- مات بدمشق سنة ٦٠ يوم الخميس لثماني بقين من رجب۔ (تاريخ بن جرير طبري، ذكر وفاة معاوية ٦/ ١٨١-١٨٠، الإكمال في أسماء الرجال / فصل في الصحابة، حرف الميم ٢/ ٦١٧ بحواله: فتاوىٰ محموديه ٥/ ٤٩٤ ميرٹھ)

عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم في خطبته... : إياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔ (مسند أحمد ٦/ ١٢٦، سنن أبي داؤد ٢/ ٦٣٥، سنن الترمذي ٢/ ٩٦، سنن ابن ماجة ١/ ٦) فقط والله تعالىٰ اعلم

شبِ معراج منانا؟

سوال (119:)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں برسہا برس سے ماہِ رجب کی ۲۷ / ویں شب کو مساجد میں شبِ معراج مناتے ہیں، جس کو عام لوگ شب برأت وشب قدر کی طرح فضائل و برکات والی رات سمجھتے ہیں اور یہ بھی جاگنے کی رات کے نام سے مشہور ہے؛ لیکن بعض علماء نے یہ سلسلہ بند کر دیا اور یہ بیان کیا کہ شبِ قدر وغیرہ کی طرح شبِ معراج منانے کی اہمیت نہیں ہے، اور قرآن وحدیث سے شبِ معراج کی کوئی اہمیت

وفضیلت ثابت نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد صحابہ وتابعین کے دور میں کہیں بھی اور کبھی بھی شب معراج نہیں منائی گئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ سب باتیں درست ہیں؟ جب کہ پچھلے آٹھ نو سال سے یہ سلسلہ بند ہے، اب کچھ لوگ شدت کے ساتھ پھر اس کو رواج دینا چاہتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ بحوالہ کتب جواب صادر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اولاً تو حتمی طور پر یہ بات طے نہیں ہے کہ معراج کس مہینہ اور کس شب میں پیش آئی؟ دوسرے اگر کوئی تاریخ ثابت بھی ہوجائے تو اس رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کرنے اور اس کا غیر ضروری اہتمام کرنے کا ثبوت دور نبوت، دور صحابہ اور سلف صالحین سے نہیں ہے، اس لئے جو حضرات اس رات میں خصوصی پروگرام وغیرہ کرنے پر نکیر کرتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ اور جن مساجد میں اس رات میں پروگرام کرنے کا سلسلہ جاری ہے اسے ختم کرنا ضروری ہے، تاکہ اس بدعت پر روک لگ سکے۔

يكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذكرها في المساجد وغيرها، لأنه لم يفعله النبي ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز، وقالوا :ذٰلک کله بدعة۔ (مراقي الفلاح مع الطحطاوي، فصل في تحية المسجد ۳۲۶)

اعلم إنا لم نجد في الأحاديث لا اثباتاً ولا نفياً مما اشتهر بينهم من تخصيص الخامس عشر من رجب بالتعظيم والصوم والصلاة۔ (ماثبت بالسنة ۱۹۲-۱۹۱، بحواله :فتاویٰ محموديه ۵/۵۰۰ ميرٹھ)

ومن هنا يعلم كراهة الإجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب أو في أولى جمعة منه، وأنها بدعة۔ (شامی زکریا ۲/۴۶۹، حلبی کبیر ۲/۴۳۲، البداية والنهاية ۳/۱۰۹، مرقاة المفاتيح ۱۱/۱۳۸، روح المعاني ۹/۱۰، معارف القرآن بيت الحكمة ديو بند ۵/۴۴۳، سيرة المصطفى ۱/۲۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شب برأت میں عبادت کی شرعی حیثیت؟

سوال (120:):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : شب برأت میں عبادت کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مستحب ہے یا مکروہ؟ اگر مستحب ہے تو تو کیا حضرت تھانویؒ کے بیان کے مطابق مکروہات شامل ہونے کی وجہ سے اس رات کی عبادت مکروہ ہوجائے گی، جیسا کہ تحریر کیا ہے کہ فعل مباح؛ بلکہ مستحب عمل بھی غیر مشروع

کے مل جانے سے غیر مشروع وممنوع ہو جاتے ہیں۔(اصلاح الرسوم ۱۱۴)

اسی طرح سبھی جانتے ہیں کہ اس رات میں مسلمانوں نے خود تراشیدہ رسومات رائج کرلی ہیں، مثلاً آتش بازی، حلوہ کا ضروری اور ثواب سمجھنا، اور اسراف بے جا وغیرہ وغیرہ، جو درجہ بدرجہ حرام اور بدعت ہیں۔ تو کیا "شر الأمور محدثاتها کل بدعة ضلالة، وکل ضلالة في النار" کا مصداق ہیں، تو کیا حضرت گنگوہیؒ کے بیان کے مطابق اس شر سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اس امر مستحب کو ترک نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ فرمایا ہے کہ دفاعِ شر کے لئے ترکِ مستحب واجب ہو جاتا ہے۔(فتاوی رشیدیہ باب التقلید والاجتہاد)

الغرض اس رات میں عبادت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

اس رات کی عبادت کو مکروہ نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ عبادت کے غلط طریقہ ہی کو غلط کہا جائے گا، اور لوگوں کو ترغیب دی جائے گی کہ نفلی عبادت تنہائی میں انجام دیں اور شرعی حدود سے تجاوز نہ کریں۔

اور حضرت تھانویؒ کے جس مقولہ سے آپ نے استدلال کرتے ہوئے اس رات کی مطلق عبادت کو مکروہ قرار دینے کی کوشش کی ہے، وہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ اس مقولہ کا محمل یہ ہے کہ وہ امور مثلاً اجتماعی طور پر نفلی عبادت کرنا اگران کے ساتھ مکروہات شامل ہو جائیں، تو اس عمل سے منع کیا جائے گا نہ کہ مطلق عبادت سے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر بالفرض کسی جگہ کے لوگ رمضان کی راتوں میں بدعات ومکروہات کا ارتکاب کرنے لگیں، تو اس کی بنا پر نفس عبادت سے نہیں روکا جائے گا؛ بلکہ بدعات و رسومات پر نکیر کی جائے گی۔

یکره الاجتماع علی إحیاء لیلة من هذه اللیالي المتقدم ذکرها في المساجد وغیرها؛ لأنه لم یفعله النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم ولا أصحابه، فأنکره أکثر العلماء من أهل الحجاز، وقالوا : ذٰلک کله بدعة۔(مراقي الفلاح مع الطحطاوي، فصل في تحیة المسجد ۳۲۶)

اعلم إنا لم نجد في الأحادیث لا اثباتاً ولا نفیاً مما اشتهر بینهم من تخصیص الخامس عشر من رجب بالتعظیم والصوم والصلاة۔(ماثبت بالسنة ۱۹۲-۱۹۱، بحواله :فتاویٰ محمودیه ۵/۵۰۰ میرٹھ)

أشار بقوله "فرادیٰ" إلی ما ذکره بعد في متنه من قوله :ویکره الاجتماع علی إحیاء لیلة من هذه اللیالي فی المساجد۔ وتمامه فی شرحه، وصرح بکراهة ذلک في الحاوي القدسي، قال :وما روی من الصلوات في

هذه الأوقات يصلي فرادى غير التراويح . . . ـ ومن هنا يعلم كراهة الإجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب أو في أولى جمعة منه، وأنها بدعة ـ (شامي زكريا ۲/ ۴۶۹، حلبي كبير ۲/ ۴۳۲، البداية والنهاية ۳/ ۱۰۹، مرقاة المفاتيح ۱۱/ ۱۳۸، روح المعاني ۹/ ۱۰، معارف القرآن بيت الحكمة ديوبند ۵/ ۴۴۳، سيرة المصطفى ۱/ ۲۸۸)

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد ـ (صحيح البخاري، الصلح/ باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷، صحيح مسلم، الأقضية/ باب كراهية قضاء القاضي وهو غضبان رقم :۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، السنة/ باب في لزوم السنة رقم :۴۶۰۶)

قال النووي علیہ الرحمہ :فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات ـ (شرح النووي على مسلم ۲/ ۷۷) فقط والله تعالىٰ اعلم

شب برأت کی فضیلت سے متعلق احادیث کا حکم؛

سوال(:121)؛-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کیا شب برأت کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، کیا وہ سب کی سب موضوع وضعیف ہیں؟ اگر موضوع وضعیف ہیں تو کیا محدثین کے یہاں پر ان کا فضائل میں بھی کوئی اعتبار ہے یا نہیں؟ نیز کیا اس شب میں دعا واستغفار ونوافل اگر کوئی بغیر اہتمام کے کرنا چاہئے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شب برأت کے متعلق اکثر روایات ضعیف اور بعض حسن درجہ کی ہیں؛ لیکن تعدد طرق کی وجہ سے بہت سے مشائخ نے ان کو فضائل میں کسی حد تک قبول کیا ہے۔ بریں بنا اس رات کی فی الجملہ فضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور اس میں انفرادی عبادت کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ اجتماعی ہیئت یا کسی خاص عبادت کا اس رات میں التزام ثابت نہیں ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (معارف القرآن ۷/ ۷۵۸، فتاوی شیخ الاسلام ص ۷۴ :، احکام شب برأت للتھانوی مرتب مولانا محمد زید صاحب ۱۳، روایات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں :شعب الایمان للبیہقی ۳/ ۳۷۸-۳۸۷، انوار رسالت ۱۷۱-۱۷۵)

ویکره الاجتماع علی إحیاء لیلة من هذه اللیالي في المساجد قال في الحاوي القدسي ولا یصلي تطوع بجماعة غیر التراویح وما روي من الصلوات في الأوقات الشریفة کلیلة القدر ولیلة النصف من شعبان ولیلتي العید وعرفة والجمعة وغیرها تصلی فرادی۔ (البحر الرائق ۲/۵۲ کوئٹه، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۳۲۶)

فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً۔ (سباحة الفکر مع مجموعة الرسائل الست ۲۷، فتح الباري ۲/۶۰۹ بیروت، مرقاة المفاتیح ۲/۱۴، فتاوی محمودیه میرٹھ ۱/۳۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شبِ برأت میں اجتماعی طور پر قبرستان جانا؟

سوال (122:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :شبِ برأت میں انفرادی یا اجتماعی طور پر قبرستان ایصال ثواب کے لئے جانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اگر کوئی شخص کبھی کبھار انفرادی طور پر شب برأت میں قبرستان چلا جائے تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن اسے ضروری سمجھنا یا تماشہ کے طور پر ٹولی در ٹولی بنا کر قبرستانوں میں بھیڑ کرنا اور روشنی وچراغاں کرنا، جیسا کہ آج کل اس کا رواج ہوگیا ہے، اس کا ثبوت دورِ صحابہ اور سلف صالحین سے نہیں ملتا اس سے احتراز لازم ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰہ عنها قالت :فقدت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذات لیلة، فإذا هو بالبقیع فقال :أکنت تخافین أن یحیف اللّٰہ علیک ورسوله، قلت یا رسول اللّٰہ! إني ظننت أنک أتیت بعض نسائک، فقال :إن اللّٰہ تعالیٰ ینزل لیلة النصف من شعبان إلی السماء الدنیا فیغفر لأکثر من عدد شعر غنم کلب۔ (مشکوة المصابیح ۱۱۴، سنن ابن ماجة ۹۹، دینی مسائل اور ان کا حل ۱/۹۰)

(هذا الحدیث ضعیف) أخرجه الترمذي :۷۳۹، وابن ماجة :۱۳۸۹، وأحمد :۲۳۸/۶، والبغوي في شرح السنة ۱۲۶/۴، کلهم من طریق یزید بن هارون، وقال الترمذي :لا نعرفه إلا من حدیث الحجاج، وسمعت محمداً یضعف هذا الحدیث، وقال :یحییٰ بن أبي کثیر لم یسمع من عروة، والحجاج لم یسمع من یحییٰ۔ (حاشیة شعب الإیمان ۳۸۹/۳، تحقیق :محمد سعید زغلول)

قال ابن المنير :فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها۔ (فتح الباري، كتاب الأذان/باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال ٢/٣٣٨ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شبِ برأت میں حضور اتنہا قبرستان تشریف لے گئے تھے یا صحابہ کو بھی ترغیب دی تھی؟

سوال (:123)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :شبِ برأت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود قبرستان تشریف لے گئے تھے یا صحابہ کرام کو بھی شبِ بیداری اور قبرستان جانے کی تلقین کی تھی؛ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبرستان تشریف نہیں لے گئے تھے، تو اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ فضیلت کی رات ہے یا عبادت کی؟ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں بتایا تھا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

بعض ضعیف روایات سے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا اس رات میں جنت البقیع تشریف لے جانا معلوم ہوتا ہے؛ لیکن آپ اکیلے تشریف لے گئے تھے، نہ تو اس کے بارے میں آپ نے صحابہ کو ترغیب دی اور نہ کسی کو قصداً ساتھ لے گئے؛ بلکہ اپنے اس عمل کو خفیہ طور پر انجام دیا، حتی کہ اپنی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پہلے باخبر نہیں فرمایا۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت :فقدت النبي صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فخرجت أطلبه، فإذا هو بالبقيع رافع رأسه إلى السماء، فقال :يا عائشة أكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله؟ قالت :قد قلت وما بي ذلك، ولكني ظننت إنك أتيت بعض نساءك، فقال :إن الله تعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا، فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب۔ (سنن ابن ماجة ٩٩، شعب الإيمان للبيهقي بيروت ٣/ ٣٨٠-٣٧٩) وقال الترمذي :لا نعرفه إلا من حديث الحجاج، وسمعت محمدا يضعف هذا الحديث۔

(سنن الترمذي ١/١٥٦)

وأخرج مسلم عن عائشة رضي الله عنها حديثا طويلا في معناه من غير ذكر ليلة النصف من شعبان۔ (صحيح مسلم ١/٣١٣-٣١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لیلۃ القدر میں مسجد کو سجانا؟

سوال (124):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :رمضان المبارک کے مہینہ میں یعنی لیلۃ

القدر میں مسجد کو سجانا یعنی جنریٹر لا کر ٹولی پتی پھول وغیرہ گیٹ بنا کر دھوم دھام کرنا عوام سے چندہ لے کر مثل غیر مسلم کے جیسا کہ مندروں اور گردواروں کو سجایا جاتا ہے، ایسا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا مباح یا مکروہ تحریمی کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق : لیلۃ القدر یا کسی بھی خاص تاریخ میں مساجد کو سنوارنے اجتماع کرنے اور پھول پتیاں وغیرہ لگانے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، یہ چیزیں غیر مسلموں سے ماخوذ ہیں، اس طرح کی واہیات چیزوں سے ہر ممکن احتراز لازم ہے۔

يكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد، لأنه لم يفعله النبي عليه الصلاة والسلام ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز. منهم عطاء وابن أبي مليكة رحمهما الله تعالیٰ فقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالك وغيرهم وقالوا : ذلك كله بدعة۔ (طحطاوي على المراقي ۳۲۶ مصر، البحر الرائق ۵۲/۲)

ومن ههنا يعلم كراهية الاجتماع على صلاة الرغائب التي تفعل في رجب أول ليلة جمعة منه، وأنها بدعة، وما يحتاله أهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والكراهة فباطل۔ (البحر الرائق/باب الوتر والنوافل ۵۲/۲، طحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي ۲۱۹ کراچی)

وقال الحلبي : إن كلاً من صلاة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، وصلاة البراءة ليلة النصف من شعبان، وصلاة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة۔ (حلبي كبير، تتمات من النوافل ۴۳۳ لاهور، فتاوىٰ رحيميه ۱۵۲/۶، أحسن الفتاوىٰ ۳۷۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ؍رمضان کو چندہ کر کے کھانا اور چاول پکانا؟

سوال (:125)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بنگال کے اکثر علاقے ۲۷؍رمضان کو چندہ اکٹھا کر کے گائے وغیرہ ذبح کرتے ہیں، اور چاول وغیرہ بھی چندہ کر کے پکاتے ہیں، اور ۲۷؍ویں ہی تاریخ کو لازم وضروری اور باعثِ ثواب سمجھتے ہیں، اور اکثر کھانا آپس میں خود ہی کھالیتے ہیں اور قلیل مقدار میں کھانا فقراء پر تقسیم کرتے ہیں، تو رمضان کے متبرک مہینہ میں اس طرح کی تقریبات کرنا کیسا ہے اگر کسی کتب فقہ وحدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے تو اس کو بحوالہ تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

اس رسم ورواج کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے؛ بلکہ اس کا ترک لازم ہے۔

عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم في خطبته... :إياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔ (مسند أحمد ۶/۱۲۶، سنن أبي داؤد ۲/۶۳۵، سنن الترمذي ۲/۹۶، سنن ابن ماجة ۱/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طاق راتوں میں تداعی کے ساتھ اجتماعی دعا کا اہتمام کرنا؟

سوال (126:)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :

ہمارے یہاں پر رمضان المبارک میں طاق راتوں کے اندر بہت ہی اہتمام کے ساتھ تہجد میں اجتماعی دعا کا اہتمام ہوتا ہے، اور لوگ دور دراز سے اجتماعی دعا میں شرکت کے لئے آتے ہیں، اسی طرح لیلۃ الجائزہ میں بھی بہت اہتمام اور زور شور سے اجتماعی دعا ہوتی ہے، بہت سارے لوگ ہمیں فون کرکے معلوم کرتے ہیں کہ آج دعا ہے یا نہیں؟ کیا شریعت میں اس طرح اہتمام سے اجتماعی دعاؤں کا ثبوت ہے؟ کیا ہمارا یہ عمل بدعت میں تو شامل نہیں ہو رہا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

مذکورہ راتوں میں باقاعدہ تداعی اور اعلان کے ساتھ اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے؛ البتہ اگر تداعی کے بغیر لوگ عبادت یا وعظ ونصیحت سننے کی غرض سے جمع ہو جائیں، اور اخیر میں دعا کرلیں تو اس میں شرعاً حرج معلوم نہیں ہوتا ہے۔

ويحصل القيام بالصلاة نفلا فرادى من غير عدد مخصوص وبقرأة القرآن والأحاديث وسماعها وبالتسبيح والثناء والصلاة والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم... ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي۔

(شامی زکریا ۲/۴۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہر مہینہ کی ۱۱/ تاریخ کو شیخ عبدالقادر جیلانی کی نیاز پڑھنا؟

سوال (127):-

کا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ہر ماہ کی قمری ۱۱/ تاریخ کو شیخ عبدالقادر جیلانی کی نیاز کرنا صلوٰۃِ غوثیہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق : متعینہ تاریخ کو نذر ونیاز کرنا اور صلوٰۃ وسلام غوثیہ پڑھنا کھلی بدعت ہے، شرعاً اس

کی اجازت نہیں۔

إعلم أن النذر يقع للأموات ومن أكثر العوام ومايوخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها للفقراء الأنام۔ (شامی زکریا ۳/ ۴۲۷)

ولا تصلى على غير الأنبياء ولا غير الملائكة إلا بطريق التبع؛ لأن في الصلوة من التعظيم ماليس في غيرها ولا يليق ذلك بمن يتصور منه خطاياً والذنوب إلا تبعاً- إلى قوله- من صلى على غيرهم إثم، وكره وهو الصحيح۔ (شامی زکریا ۱۰/ ۴۸۳)

عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم في خطبته... :إياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔ (مسند أحمد ۶/ ۱۲۶، سنن أبي داؤد ۲/ ۶۳۵، سنن الترمذي ۲/ ۹۶، سنن ابن ماجة ۱/ ۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حمل کے ساتویں مہینے میں ’’گود بھرائی‘‘ کی رسم؟

سوال (128):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعد سلام عرض خدمت یہ ہے کہ میری شادی کو دو سال ہوچکے ہیں، اب میرے یہاں خوشخبری ہے، میری شادی دوسری برادری میں ہوئی ہے اور میری سسرال والے بریلوی خیالات کے لوگ ہیں، ان کے یہاں ساتویں مہینے میں گود بھرائی کی رسم ہوتی ہے، میرے میکے میں یہ سب رسمیں نہیں ہوتی ہیں، ان لوگوں کا ماننا ہے کہ اگر وہ یہ رسم نہیں کریں گے تو کچھ بھی ہوسکتا ہے، مثلاً میری نند کے دانے، پھوڑے کچھ بھی نکل سکتے ہیں، میرے میکے کے مالی حالات بھی ایسے نہیں ہیں کہ ان رسموں پر فضول خرچی کریں، اس بات کو لے کر ہم میاں بیوی میں کچھ تناؤ بھی ہے، آپ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہے، کیا یہ رسم کرنا ضروری ہے؟ میں اپنے شوہر کو ناراض رکھوں یا یہ رسم کروں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

حمل کے ساتویں ماہ گود بھرائی کی رسم کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے نہ کرنے سے گھر میں کسی کو بیماری وغیرہ ہوگی، یہ محض ٹونہ ٹوٹکا اور ہندوانی رسم ہے، کسی بھی مسلمان کے لئے ایسی رسم کا ارتکاب ہرگز جائز نہیں ہے، چاہے کوئی راضی رہے یا ناراض۔ (مستفاد کفایت المفتی ۹/ ۶۳)

عن النواس بن سمعان رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔ (مشکوۃ المصابیح ۱ ۲ ۳)

عن عائشة رضي الله عنها قالت :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔

(صحیح مسلم ۲ /۷۷) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

مروجہ میلاد کے سد باب کے لئے ایک اہم مضمون؛

سوال(129:)-"

اسلامی شریعت میں کسی بڑے سے بڑے انسان کا یوم پیدائش یا یوم وفات ایسی کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ اس دن کو عبادت کے طور پر منانے یا یاد کرنے کا حکم دے، اسلامی شریعت میں اگر اہمیت ہے تو وہ عمل کی ہے، جب ہم پورے سال کے ان کاموں پر نظر ڈالتے ہیں جو بطور عبادت ہوتے ہیں، تو ان میں ایک بھی ایسا کام نظر نہیں آتا جو کسی تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات کی یاد دلاتا ہو۔ رمضان المبارک میں "لیلۃ القدر" کی تلاش میں عبادت کرنے کا حکم ہے جو اس بات کو یاد دلاتا ہے کہ لیلۃ القدر میں قرآنِ کریم نازل ہوا، دنیا کے تمام مسلمانوں کو عید قرباں منانے کا حکم دیا جاتا ہے، تو اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اللہ کی راہ میں دی ہوئی عظیم قربانی کو یاد کر کے ان کے عمل کی نقل کی جاسکے۔ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عمل کو یاد دلاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے غرق ہونے پر اس دن شکریہ کے طور پر روزہ رکھا تھا۔

اسلام کا پانچواں فرض حج ہے، جس کے تمام ارکان کسی نہ کسی بات کو یاد دلاتے ہیں، صفا و مروہ ان دونوں پہاڑوں کی سعی (دوڑنا) حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پانی کی تلاش کے عمل کو یاد دلاتا ہیں۔ عرفات کے میدان میں حاجیوں کا قیام اس بات کو یاد دلاتا ہے کہ یہاں حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تھی، مزدلفہ میں حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام نے قیام کیا تھا، اسی وجہ سے حاجیوں کا اس جگہ ٹھہرنا بھی حج کے ارکان میں شامل ہے۔ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کو اسی وجہ سے اہمیت حاصل ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اس پر کھڑے ہو کر دیوارِ کعبہ اٹھائی تھی۔

یہ سب کام جن تاریخوں میں ہوئے ہیں، وہ نہ تو کسی کی تاریخ پیدائش ہیں اور نہ ہی تاریخ وفات، ان کاموں کو سالگرہ یا برسی سمجھنا کوئی بے علم اور نادان ہی کرسکتا ہے؛ کیوں کہ اردو ادب کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ سال گرہ جنم دن کی

تقریب کو کہتے ہیں، اور برسی مردے کے سال پورا ہونے کی فاتحہ خوانی کو کہتے ہیں، اس لئے یہ کہنا کہ یہ کام ہر سال مخصوص تاریخوں میں ہوتے ہیں، اس وجہ سے سال گرہ یا برسی کرنا شرعاً جائز ہے، بالکل غلط اور بے ہودہ خیال ہے؛ کیوں کہ یہ سارے کام نہ کسی بادشاہ کے حکم سے ہوتے ہیں، اور نہ کسی صوفی یا ولی کے کہنے سے ہوتے ہیں، اللہ رب العزت کو تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات کی تقریبات کرانی منظور ہوتیں تو ان حضرات کی تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات بھی دوسری چیزوں کی طرح متعین کردی جاتیں اور حکم دیا جاتا کہ آپ اس دن یہ کام کریں، جب کہ ایسا نہیں ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں سال گرہ یا برسی منانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ (الحج: ۳۲)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کے تقویٰ سے ہے۔

شعائر اللہ وہ محبوب ترین چیزیں ہیں جن کو خدائے ذوالجلال کے محبوب بندوں سے نسبت ہے، اور ہر وہ دن ہے جس میں خدائے ذوالجلال کے خاص انعام کا نزول ہوا، اور ہر وہ چیز ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ اس آیت قرآنی کی تفسیر اتنی ہی غلط ہے جتنا ان کا حج کے ارکان کو سال گرہ اور برسی کہنا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں اس کا لفظی ترجمہ وتفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اور جو کوئی ادب رکھے، اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے"۔ آگے تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شعائر شعیرہ کی جمع ہے، جس کے معنی علامت کے ہیں، جو چیزیں کسی خاص مذہب یا جماعت کی علاماتِ خاصہ سمجھی جاتی ہوں، وہ اس مذہب یا جماعت کے شعائر کہلاتے ہیں۔ (معارف القرآن) یعنی جن کاموں یا چیزوں کے کرنے سے یہ تعظیم کرے اللہ تعالیٰ کے نام لگی چیزوں کی یعنی شعائر اللہ کی تو وہ دل کے تقویٰ کی علامت ہے اور ان کی تعظیم وہی کرتا ہے جس کے دل میں تقویٰ اور خوفِ خدا ہو اور احکام کی وقعت کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کا علم بھی حاصل کرے اور یہ بھی کہ ان پر عمل کا اہتمام کرے۔ (معارف القرآن)

آپ اندازہ کیجئے کہ قرآنی آیتوں کی تفسیر بھی اپنی مرضی کے مطابق بنا کر شرع کے خلاف کاموں کو شرع کے مطابق بنایا جارہا ہے۔ ہر زبان کا ایک قاعدہ (گرامر) ہوتی ہے، تفسیر اسی قواعد (گرامر) کے مطابق ہوتی ہے، ہمیں یہ کہیں نہیں ملا کہ شعائر اللہ ہر وہ چیز ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے، ایسا ہوتا تو دنیا کی ہر چیز شعائر اللہ ہو سکتی ہے، جب کہ عربی لغت میں شعائر خاص نشانی کو کہتے ہیں۔ تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات یعنی سال گرہ اور برسی کے دن شعائر اللہ نہیں ہو سکتے؛

کیوں کہ پیدا ہونا اور مرنا دنیا میں ہر خاص و عام کے ساتھ ہے، دنیا میں بہت سے مذاہب کے اہم تیوہار تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات پر ہیں، اس لئے سالگرہ یا برسی کا دن چاہے وہ کسی کا بھی ہو، شعائر اللہ نہیں ہو سکتا۔

رسولِ رحمت، روحِ کائنات، خلاصۂ کون و مکان، ہادیٔ برحق، خاتم الانبیاء، شہنشاہِ دو جہاں، سید الثقلین، احمد مجتبیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ماہِ ربیع الاول عام الفیل بروز پیر ہوا، اس بات پر سب کا اتفاق ہے، جہاں تک تاریخ کا سوال ہے اس میں اختلاف ہے۔ آپ اکثر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے، مگر یہ کہیں نہیں ملتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول کا روزہ رکھا ہو یا اس تاریخ میں کوئی خاص اہتمام کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یومِ ولادت کی تاریخ اسلامی شریعت میں اگر اہم ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت سے معلوم کر کے صحیح تاریخ متعین فرما دیتے کہ یہ میری پیدائش کی تاریخ ہے، اور اس میں یہ اہتمام کیا جاتا؛ لیکن ایسا ثابت نہیں؛ لہٰذا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سالگرہ منانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

جو لوگ سال گرہ منانے کے حامی ہیں، وہ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین زمانوں تک عید میلاد النبی یا میلاد وغیرہ کی تقریبات نہیں ہوئیں، بعد میں شاہِ اربل نے یہ تقریبات شروع کیں، مؤرخ اسلام سبط ابن جوزیؒ، علامہ فاکہانیؒ اور علامہ ابن خلقانؒ نے کہا ہے کہ یہ بادشاہ راگ و رنگ میں ڈوبا رہتا تھا، فحش رقص ناچ کود، دیکھ کر راگنیاں سن کر بہت خوش ہوتا تھا، جس مولوی نے شاہ اربل کی ان تقریبات کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، ان مولوی صاحب کا نام عمر ابن دحیۃ ابو الخطاب تھا، اس کی وفات ۶۳۳ھ میں ہوئی، ان مولوی صاحب کی حقیقت کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ علمائے سلف صالحین کی شانِ عالی مرتبت میں بے پناہ گستاخی کیا کرتا تھا، غلیظ اللسان (گالیاں بکنا) اور منہ پھٹ تھا، متکبر ہونے کے ساتھ حد سے زائد بے وقوف وابلہ بھی تھا، دینی امور میں لاپرواہی اور کاہل محض تھا۔ (لسان المیزان ۴/۲۹۶)

عید میلاد النبی منانے کا حکم اس طرح کے لوگوں نے دیا ہے اور عید الفطر و عید الاضحی منانے کا حکم رحمت عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے، تو وہاں کے لوگوں کو نوروز اور مہرجان نامی دو تیوہاروں کو مناتے ہوئے دیکھا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے کہا، ان دو دنوں کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر دو دن تم کو عطا کئے ہیں، یعنی عید الفطر اور عید الاضحی کے دن، اس کے بعد عاشقانِ رسول نے یہ دو عیدیں منانی شروع کر دیں، سچا عاشق وہی ہے جو اپنے محبوب کے کہنے پر عمل کرے، کوئی بے ادب اور

گستاخ ہی کہہ سکتا ہے کہ ہم تو عید الفطر اور عید الاضحی کو اصل عید نہیں مانتے؛ بلکہ ایک اوباش بادشاہ کی ایجاد کردہ عید میلاد النبی کو اصل عید مانیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دور حیات اور اس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ کو جب ہم دیکھتے ہیں تو چاہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہو جو مدینہ کے مسلمانوں کے لئے بے انتہا خوشی کی بات تھی، یا اسلام کی پہلی جنگ ''جنگ بدر'' میں فتح ہو یا فتح مکہ کی خوشی کا موقع ہو یا اور کوئی خوشی کا عظیم ترین موقع ہو، اس کے اظہار کرنے کے لئے کبھی شہر میں یا گھروں میں چراغاں کرنے یا گلی محلوں میں جلوس نکالنے وغیرہ کی مثال نہیں ملتی، یہ کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی ان کاموں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ چناں چہ اس طرح کے کام کسی طرح بھی دین کے نہیں ہو سکتے: لہٰذا ان کاموں کو کر کے نہ تو ہم کوئی ثواب حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی کامیابی پا سکتے ہیں؛ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے کسی ایک کی بھی اقتدا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت صحابہ کے نقش قدم پر چلنے میں ہے، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت تہتر مذہبی فرقوں میں بٹ جائے گی، سوائے ایک فرقہ کے سبھی جہنم میں ڈالے جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا کہ وہ جنتی فرقہ کونسا ہوگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر چلیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ راہِ نجات انہیں کاموں کے کرنے میں ہے جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیا ہو، جو کام صحابہ کرام نے نہیں کئے اور دیکھنے میں بھی شریعت کے خلاف لگتے ہوں، تو ان کاموں کے کرنے سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول عربی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی عزت کرو، تم میں سب سے اچھے یہی لوگ ہیں، پھر وہ اچھے ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے، اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔ (نسائی شریف)

آپ خود ہی سوچئے کہ اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ کام کہاں تک درست ہیں؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ضرور بالضرور اگلے

لوگوں کے قدم بقدم چلوگے، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اسی طرح کروگے، ہم نے کہا اگلے لوگوں سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کون؟ (بخاری شریف)

یہ حدیث آج کے ماحول پر پوری اتر رہی ہے، آج مسلمانوں میں ایک دوڑ سی لگی ہوئی ہے، دوسری قوموں کی نقل کرنے کی، چناں چہ جولوگ اس نقل سے دور ہیں انہیں جاہل سمجھا جاتا ہے، جب کہ وہی لوگ صحیح ہیں۔ ۱۲ / ربیع الاول کے سلسلہ میں بھی یہی ہورہا ہے، اس میں وہ سارے کام دین کے نام پر کئے جاتے ہیں جو دیگر مذاہب میں ہوتے ہیں، اس لئے ۱۲ / ربیع الاول کو گھروں، محلوں میں چراغاں کرنے آتش بازی چھوڑنے، جلوس و جھانکیاں نکالنے ومسجد نبوی کے طغروں پر پھول چڑھانے واگربتیاں جلانے وغیرہ سے بچنا چاہئے، یہ سب کام غیر مذاہب کی نقل ہیں، جو اسلام کی شان کے خلاف ہیں، عید الفطر کی طرح اپنے کاروبار بند رکھنا نئے کپڑے پہننا، کھانا بنا بنا کر تقسیم کرنا یعنی اس کو تیسری عید عید میلاد النبی سمجھ کر منانا اسلامی شریعت کے خلاف ہے؛ لہٰذا ہمیں ان سب کاموں سے بچنا چاہئے؛ بلکہ ان سب کاموں کے کرنے میں مدد بھی نہیں کرنی چاہئے؛ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی بدعتی کی تعظیم وتکریم کی، بلاشبہ اس نے مذہب اسلام کو گرانے میں مدد کی۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں ان کاموں سے بچنے اوران کاموں کے کرنے میں مدد دینے سے بچائے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اسی میں ہماری دین ودنیا کی کامیابی ہے“۔

سوال یہ ہے کہ درج بالا مضمون صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

عید میلاد النبی کی تقریبات شرعاً بے اصل ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۵ / ۴۰۶)

حکمت عملی کے ساتھ مسلمانوں کو بدعات سے بچانے کی مثبت کوشش کرنی چاہئے، درج بالا مضمون اس بارے میں انشاء اللہ مفید ہوگا۔

جرت عادة کثیر من المحبین إذا سمعوا ذکر وضعه صلی اللہ علیه وسلم أن یقوموا تعظیماً له صلی اللہ علیه وسلم وهذا القیام بدعة لا أصل لها۔ (الجنة لأهل السنة ۲۰۳، بحواله : محاضراتِ علمیه بر موضوع رضاخانیت ۱۶۱، فتاوی عزیزی ۱ / ۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجلس میلاد میں حضور اکے تشریف لانے کا عقیدہ رکھ کر میلاد پڑھنا؟

سوال(:130-)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :اکثر بریلوی حضرات میلاد پڑھتے ہیں اور کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں، اور اس کو کار ثواب سمجھتے ہیں اور جو کھڑے ہو کر سلام کو منع کرے اس کو گستاخ رسول بد دین سمجھتے ہیں، کیا بریلویوں کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں، قطعاً من گھڑت اور محض جھوٹ ہے اس بدعقیدگی کی بنیاد پر کھڑے ہو کر سلام پڑھنا کسی طرح جائز قرار نہیں دیا جاسکتا، یہ کار ثواب نہیں؛ بلکہ بدعت ہونے کی وجہ موجبِ گناہ ہے، اور اس دور میں فرقۂ مبتدعہ نے اسے اپنا مذہبی شعار بنالیا ہے؛ اس لئے کسی بھی صحیح العقیدہ مسلمان کو ایسے عمل میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے، اور ان بدعات سے بچتے ہوئے درود شریف کی کثرت اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب اور مبارک تذکرہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (مستفاد : تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر، المعروف :"آنکھوں کی ٹھنڈک"، کفایت المفتی ۱/ ۹۰، فتاوی خلیلیہ ۲۶۴، فتاوی رشیدیہ ۱۶۶، عزیز الفتاوی ۶۵، احیاء العلوم ۱۶۵، ۱۴۶، فتاوی محمودیہ ۳/ ۲۱۲ ڈابھیل، کیا صلوٰۃ وسلام اور محفل میلاد بدعت ہے؟ ۶۳-۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر میلاد پڑھنا اور غیر مسلم ناپاک بچوں کا مسجد میں آنا؟

سوال(131:)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : مسجد کے اندر محفل میلاد منعقد کرنا ایسی حالت میں جب کہ مسجد کے باہر تمام جگہ پڑی ہو، اور آسانی کے ساتھ پروگرام کیا جاسکتا ہو جائز ہے یا نہیں؟

مذکورہ پروگرام سننے کے لئے ہمارے علاقہ میں غیر مسلم ناپاک بچے بچیاں بھی شرکت کرتے ہیں، کیا غیر مسلم ناپاک کے بچوں کا مسجد میں آنا جائز ہے؟ نیز اس کے لئے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

مروجہ میلاد بدعت ہے، اور اس کا منعقد کرنا خواہ مسجد میں ہو یا خارج مسجد جائز نہیں ہے، اور اس میں مشرک ناپاک بچے

بچیاں وغیرہ کی شرکت سے اور قباحت پیدا ہوجاتی ہے۔(مستفاد :احسن الفتاوی ۱/۷ ۳۴، امداد الفتاوی ۵/۲۴۹)

اور اس کے لئے مسجد کا لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

إذا وقف كتباً وعين موضعها فإن وقفها على أهل ذلك الموضع لم يجز نقلها منه لا لهم ولا لغيرهم۔(شامی زكريا ٦/ ٥٥٩)

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال :أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نتخذ المساجد في ديارنا وأمرنا أن ننظفها۔(مسند أحمد ٥/ ١٧)

وفي رواية :قال عليه الصلاة والسلام :جنبوا مساجدكم صبيانكم۔(رواه ابن ماجة بسنده عن واثلة بن أسقع مرفوعاً رقم :٧٥٠)فقط والله تعالیٰ اعلم

میت اور ایصالِ ثواب کے متعلق بدعات ورسومات

متوفیہ عورت کو لال دوپٹہ پہنانا:

سوال(132:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی عورت کا انتقال ہوا اگر اس کا شوہر زندہ ہے تو اس میت عورت کو لال دوپٹہ پہنایا جائے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

مسئولہ صورت میں میت عورت کو لال دوپٹہ پہنانے کی رسم قطعاً غلط ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے اور بہر حال میت کے لئے سفید ہی کپڑا پسندیدہ ہے۔(مستفاد :کتاب المسائل ۲/ ۵۶)

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔(صحيح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم :٢٦٩٧)

فالأفضل أن يكون التكفين بالثياب البيض۔(بدائع الصنائع ٢/ ٣٩، كبيری ٥٨١، البحر الرائق ٢/ ٦٧، شامي زكريا ٣/ ١٠٠، شامي بيروت ٣/ ٩٣، هندية ١/ ١٦١)فقط والله تعالىٰ اعلم

میت کی چارپائی اٹھ جانے کے بعد عورتوں کا اجتماعی دعا کرنا؟

سوال(133:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : جنازہ چلے جانے اور اس کی نماز ہو جانے کے بعد عورتوں کا گھر میں اجتماعی دعا کرنا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

جنازہ گھر سے چلے جانے اور نماز جنازہ ہو جانے کے بعد میت کے گھر میں عورتوں کی اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے اس کا اہتمام نہیں کرنا چاہئے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۳/ ۲۲۸)

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (صحیح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷)

قال النووي علیه الرحمة :فإنه صریح في رد کل البدع والمخترعات۔ (شرح النووي علی مسلم ۲/ ۷۷) فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

شوہر کا جنازہ قبرستان لے جانے کے بعد بیوی کو نہلانے کی رسم؟

سوال(134:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بعض علاقوں میں جب شوہر کا انتقال ہوتا ہے اور اس کا جنازہ قبرستان لے جایا جاتا ہے، تو فوراً بعد اس کی بیوی کو نہلایا جاتا ہے، کیا شوہر کا جنازہ جانے کے بعد عورت کو غسل کرنا چاہئے؟ یہ شریعت کا حکم ہے یا صرف ڈھونگ ہے، یا صرف من مانی رسم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

شوہر کا جنازہ قبرستان لے جانے کے بعد معتدہ بیوہ کو نہلانے کی رسم محض جہالت ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (صحیح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷، صحیح مسلم، الأقضیة/باب کراهیة قضاء القاضي وهو غضبان رقم :۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، السنة/باب في لزوم السنة رقم :۴۶۰۶)

وقال النووي علیه الرحمة :فإنه صریح في رد کل البدع والمخترعات۔ (شرح النووي علی مسلم ۲/ ۷۷) فقط واللّٰه

تعالیٰ اعلم

شوہر کے انتقال کے وقت بیوی کا زیور اتارنا اور چوڑی توڑنا:

سوال (135)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : شوہر کے انتقال کے بعد اسی دن بیوی کو زیور مثلاً چوڑی وغیرہ اتار دینا چاہئے یا بعد میں بھی اُتار سکتی ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسی دن اتارنا ضروری ہے، اور اسی وجہ سے عورتیں اس کے ہاتھوں سے چوڑی وغیرہ توڑ دیتی ہیں؛ کیوں کہ بیوی کو اس وقت شوہر کے غم کی وجہ سے ہوش نہیں ہوتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شوہر کا انتقال ہوتے ہی اُسی وقت بیوی کو تمام زیور بدن سے اُتار دینے چاہئے، اِس میں بلا عذر تاخیر نہ کی جائے، اور چوڑی وغیرہ کو توڑنا درست نہیں؛ کیوں کہ یہ بلا وجہ مال کی اِضاعت ہے؛ بلکہ انہیں سہولت کے ساتھ اُتار دینا چاہئے، جب عدت ختم ہو جائے تو اسے پہن لے۔

قال تعالیٰ :{كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ}[الاعراف : ۳۱]

عن المغيرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه . . . إني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول : إن اللّٰه كره لكم قيل وقال وإضاعة المال وكثرة السوال۔ (صحيح البخاري رقم : ۱۴۷۷، صحيح مسلم ۵۹۳، مسند أحمد ۱۸۱۷۹، الترغيب والترهيب مكمل رقم : ۴۳۷۰)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال : نهيت المتوفى عنها زوجها عن الطيب والزينة۔ (المعجم الكبير للطبراني ۱۱/۱۵۱ رقم : ۱۱۴۵۱)

المتوفى عنها زوجها يلزمها الحداد في عدتها إذا كان بالغة مسلمة، وتفسير الحداد : الإجتناب عن الطيب والدهن والكحل . . . ولبس المطيب المعصر . . . ولبس القصب والخز والحرير ولبس الحلي والتزيين والإمتشاط۔ (الفتاوى التاتارخانية ۵/۲۵۰ رقم : ۷۷۷۷ هندية ۱/۵۳۳) فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم

مرنے کے بعد مردے کو تولنے کی رسم:

سوال (136)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : ہمارے بوڑھے کہتے چلے آرہے ہیں کہ اگر

میت ہو جائے تو اس کو فوراً کسی چیز سے ناپ لو، ورنہ وہ میت بڑی ہو جاتی ہے اور لوگوں نے کہا کہ یہ تو ہمارے تجربہ کی بات ہے کہ اگر میت کو نہ ناپا تو وہ بڑی معلوم پڑتی ہے؟ کیا یہ بات درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

یہ خیال محض جہالت اور وہم ہے، روح نکلنے کے بعد میت کے بدن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی ہے، اور ناپنے یا نہ ناپنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم :من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد۔ (صحيح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم : ٢٦٩٧، صحيح مسلم، الأقضية/باب كراهية قضاء القاضي وهو غضبان رقم :١٧١٨، سنن أبي داؤد، السنة/باب في لزوم السنة رقم :٤٦٠٦)

قال النووي علیہ الرحمہ :فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات۔ (شرح النووي على مسلم ٧٧/٢)فقط والله تعالیٰ اعلم

مردہ کے غسل میں استعمال شدہ پانی گڈھے میں جمع کرنا؟

سوال(137):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :مردہ کے غسل میں استعمال شدہ پانی کسی گڈھے میں جمع کریں یا نالیوں میں بہنے دیں، بہت سی جگہوں پر گڈھا کھود دیتے ہیں اور اس پانی کو نالیوں میں بہنے نہیں دیتے ہیں تو کیا یہ شرعاً صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

اصح قول کے مطابق میت کے غسل میں استعمال شدہ پانی ماء مستعمل کے حکم میں ہے؛ لہٰذا دیگر ماء مستعمل کی طرح اس پانی کے نالی میں بہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس کے لئے باقاعدہ گڈھا کھودنا اور نالی میں نہ بہنے دینا بے جا تکلف ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

أو بماء استعمل لأجل قربة أي ثواب ولو مع رفع حدث أو غسل ميت۔ قال الشامي :قوله أو غسل ميت معطوف على رفع حدث وكون غسالته مستعملة هو الأصح۔ (شامی کراچی ١٩٨/١، درمختار مع الشامي زكريا ٣٤٨/١-٣٤٩)فقط والله تعالیٰ اعلم

جنازہ کے ساتھ میٹھے چاول پکا کر لے جانا؟

سوال(:(138-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : زید کے یہاں جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو میت کے گھر والے کچھ میٹھے چاول پکا کر بطور توشہ کے جنازہ کے ساتھ قبرستان تک لے جاتے ہیں اور وہاں جا کر تقسیم کر دیتے ہیں، اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس پر ملامت کرتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

یہ طریقہ شریعت میں ثابت نہیں ہے، بدعت ہے۔ (بہشتی زیور اختری ۶/ ۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کی تدفین کے بعد مسجد میں جمع ہو کر مغفرت کے لئے اجتماعی دعا کرنا؟

سوال(:(139-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : جنازہ کے دفن کے بعد لوگ مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں اور امام صاحب اجتماعی طور پر میت کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، یہ دعا ہمارے یہاں نماز جنازہ سے پہلے ہوتی تھی، اس کے بعد دفن سے پہلے ہوتی تھی، ختم کر کے یہ صورت اختیار کی گئی، شرعی نقطہ نظر سے یہ دعا کرنا کیسا ہے، اور دفن کے بعد دعا کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

نماز جنازہ تو خود ہی دعا ہے، پھر اس کے بعد مزید دعا کے لئے مسجد میں جمع ہو کر اجتماعی دعا کرانا دورِ نبوت اور سلفِ صالحین سے ثابت نہیں ہے؛ البتہ میت کے قریبی اعزہ کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ دفن کے بعد قریب کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دعائیہ آیتیں پڑھیں، نیز یہ بھی حکم ہے کہ میت کے لئے قبر کے سوال جواب میں ثبات قدمی کی دعا کریں۔ (مستفاد: احیاء العلوم ۱/ ۱۲۱)

ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة، لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة۔ (مرقاة المفاتيح/ باب المشي بالجنازة والصلاة عليها ۴/ ۴۱)

قال الحصكفي :وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمة، وفي الشامية:

قوله :وجلوس الخ لما في سنن أبي داؤد :كان النبي صلى اللّٰہ تعالىٰ عليه وآله وسلم إذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره، فقال :استغفروا لأخيكم واسئلوا له بالتثبيت، فإنه الآن يسئل۔ (سنن أبي داؤد ۲/ ۴۵۹)

وكان ابن عمر رضي اللّٰہ تعالىٰ عنه يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها۔ (شامي / باب صلاة الجنازة ۳/ ۱۴۳ زكريا)

عن عبد اللّٰہ ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما قال :سمعت النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم يقول :إذا مات أحدكم فلا تحسبوه واسرعوا به إلى قبره وليقرأ عند رأسه فاتحة الكتاب وعند رجليه بخاتمة البقرة في قبره۔ (شعب الإيمان للبيهقي ۷/ ۱۶، رقم :۹۲۹۴) فقط واللّٰہ تعالىٰ اعلم

فاتحہ لگانا اور اگربتی جلانا کیوں منع ہے؟

سوال (140):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :فاتحہ پڑھنا تو اچھی چیز ہے تو پھر فاتحہ لگانا منع کیوں ہے؟ اسی طرح اگربتی جلاکر لگانا منع کیوں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

بہت سی صحیح باتیں غلط وقت میں انجام دینے سے ناجائز قرار پاتی ہیں، مثلاً نماز پڑھنا بہت اچھا ہے؛ لیکن یہی نماز اگر مکروہ وقت میں پڑھی جائے تو ناجائز ہے۔ اسی طرح قرآن پڑھنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن حالتِ جنابت میں یہی قرآن پڑھنا گناہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سورۂ فاتحہ پڑھنا بے شک اچھی چیز ہے؛ لیکن جب اسے کسی بدعت کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا، تو اس سے منع کیا جائے گا۔ اور آج کل جو فاتحہ رائج ہے یہ محض من گھڑت ہے، جس کا ثبوت دورِ نبوت یا دورِ صحابہ وسلفِ صالحین سے ہرگز نہیں ہے، اسی طرح خاص اس وقت ثواب سمجھ کر اگربتی جلانا بھی بدعت اور بے اصل ہے، اِن باتوں سے سب مسلمانوں کو احتراز کرنا چاہئے۔

عن العرباض بن سارية رضي اللّٰہ عنه قال :قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم ذات يوم في خطبته... :إياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔ (مسند أحمد ۶/ ۱۲۶، سنن أبي داؤد ۲/ ۶۳۵، سنن الترمذي ۲/ ۹۶، سنن ابن ماجة ۱/ ۶)

قال في المرقاة، قال النووي :البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق، وفي الشرع :إحداث ما لم يكن في عهد رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم۔ قال الشافعي :ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع

فھو ضلالۃ۔(مرقاۃ المصابیح ۱/۲۱۶ ملتان، مستفاد :فتاوی رشیدیہ باب البدعات ۱۵۴، فتاوی محمودیہ ۳/۶۶)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انتقال کے بعد مروجہ دعوت طعام کاشرعی حکم؛

سوال(:141)-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بعض جگہوں پر یہ دستور ہے کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے من جملہ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انتقال کے دوسرے تیسرے چوتھے یاپانچویں دن حسبِ موقع فقراء اور مدرسہ کے طلبہ کی دعوت کرنا ضروری سمجھتے ہیں، ضروری بھی اس طرح کہ کسی بھی طرح طلبہ اورفقراء حاصل کرنے پڑے، ان کو تلاش کر کے دعوتِ طعام کی جاتی ہے، اسی طرح سوا مہینے (چالیس دن) بعد ایک دعوت کی جاتی ہے، ان دعوتوں کے بارے میں میت کے ورثہ کا خیال یہ ہے کہ یہ میت کا ایک حق ہے، جس کی ادائیگی بے حد ضروری ہے، نیز دعوت نہ کرنے پر متعلقین اور رشتہ دار بھی ورثہ کو بخیل اور میت کی بے اہمیتی اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے کا طعنہ دیتے ہیں۔اسی طرح انتقال کے بعد میت کی دعوت کے متعلق پوچھ تاچھ مشورہ شروع ہوجاتا ہے کہ دعوت کب ہورہی ہے، کب کی جائے؟ اسی کے ساتھ ساتھ جب تک یہ دعوت نہ ہوجائے میت کے اہل خانہ سے تعزیت اوران کے یہاں آمدورفت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، اور میت کے اہل خانہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی ابھی میت کے اداء حقوق سے فارغ نہیں ہوئے ہیں، اوراس وقت تک کاروبار کا سلسلہ بھی موقوف رکھتے ہیں اور دعوت ہوتے ہی سارے لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف ہوجاتے ہیں، گویا کہ میت سے اب فراغت ہوئی ہے اور دعوت کے دن میت کے گھروالوں کے پاس قریبی رشتہ دار اور متعلقین اسی طرح آتے ہیں جس طرح میت کے کفن دفن میں شرکت کرتے ہیں، بعض لوگ کھانے میں شریک ہوتے ہیں، اور بعض نہیں بھی ہوتے۔دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ بالا میت کی دعوت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اس دعوتِ مروجہ کے ناجائز ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ہندوانی رسم ہے جو تشبہ بالہنود کی وجہ سے ناجائز ہے۔

دوسرے یہ کہ دعوت خوشی کے موقع پر مشروع ہے، غمی کے موقع پر دعوت مشروع نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور دعوت نہ کرنے والوں کو طعن وتشنیع کی جاتی ہے، جو التزام مالا یلتزم ہونے کی

وجہ سے ناجائز ہے۔

چوتھے یہ کہ اس میں ایصالِ ثواب مقصود نہیں ہوتا؛ بلکہ ریاونمود مقصود ہوتی ہے، جو ناجائز ہے۔

پانچویں یہ کہ بسا اوقات یتیموں کا مال بھی دعوت میں صرف کیا جاتا ہے، جو بنص قرآنی ناجائز ہے؛ لہٰذا یہ دعوت مروجہ ناجائز اور بدعت ہے۔ (احسن الفتاوی ۱/ ۳۵۵، فتاوی رحیمیہ ۱/ ۳۹۶، کفایت المفتی ۴/ ۱۱۷-۱۱۸)

ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة۔
(فتح القدیر ۲/ ۱۴۲، شامی ۲/ ۲۴۰ کراچی، شامی ۳/ ۱۴۸ زکریا)

وهذه الأفعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها؛ لأنهم لا یریدون وجه الله تعالیٰ - إلی قوله - ولا سیما إذا کان في الورثة صغار أو غائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذٰلک غالباً من المنکرات الکثیرة۔ (شامی کراچی ۲/ ۲۴۱، شامی زکریا ۳/ ۱۴۸)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم۔ (سنن أبي داؤد، اللباس/ باب في لبس الشهرة رقم: ۴۰۳۱) فقط والله تعالیٰ اعلم

تیجہ، دسواں، چالیسواں نہ کرنے والے پر طعن وتشنیع کرنا؟

سوال (142):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میت کے مرنے کے بعد تیجہ، دسواں اور چالیسواں کرنا کیسا ہے؟ جب کہ ہمارے گاؤں کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جائز ہے، اور کچھ کہتے ہیں بدعت ہے؛ لہٰذا اب جو شخص تیجہ، چالیسواں وغیرہ نہ کرے، تو جو لوگ کرتے ہیں وہ نہ کرنے والوں پر بہت ملامت کرتے ہیں، شرعاً ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ بطور رسم کرنا بدعت ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ کرنے والے لوگ حق پر ہیں اور کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس بدعت سے باز آجائیں اور نہ کرنے والوں پر طعنہ کشی سے پرہیز کریں، مذکورہ اعمال چوں کہ بدعت ہیں؛ لہٰذا ان کے مرتکب کو بدعتی کہا جائے گا۔

ویکرہ اتخاذ الطعام في الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع۔ (شامی، مطلب في کراهیة الضیافة من أهل المیت ۳/ ۱۴۸ زکریا، ۲/ ۲۴۱ کراچی)

لا فيه مصلحة في الدين، بل فيه طعن و مذمة و ملامة على السلف۔ (الجنة لأهل السنة ١٧١ بحواله : فتاویٰ محمودیه ٥/٢٩٥ میرٹھ)

عن جرير بن عبد الله رضي الله عنه قال : كنا نرى الاجتماع إلى أهل الميت و صنعة الطعام من النياحة۔ (سنن ابن ماجة/ باب ما جاء في النهي عن الاجتماع إلى أهل الميت ١١٦) فقط و الله تعالیٰ اعلم

والدین کے لئے سالانہ فاتحہ؛

سوال (143:)۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : زید اپنے مرحوم والدین کی ہر سال فاتحہ کراتا ہے، ایصالِ ثواب کے لئے مدارس کے طلبہ کو بلا کر قرآن خوانی کراتا ہے، پھر فاتحہ ہوتی ہے، فاتحہ کا کھانا طلبہ مدارس اور اپنے اعزہ واقارب کو کھلاتا ہے، شریعت مطہرہ سے اس طرح مرحومین کے لئے ایصالِ ثواب کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ بعض اہلِ علم حضرات کھانے اور شرکت سے گریز کرتے ہیں، کیا ایسی مجلس میں شرکت اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ نیز زید کے مرحوم والدین کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور یہ کھانا کھانا یا کھلانا جائز، ناجائز، یا حرام ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

اگر مرحومین کو ایصالِ ثواب کی ضرورت ہے تو اس کی اطلاع مدرسہ میں کردی جائے اور طلبہ جو قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں اس کا ایصالِ ثواب کر دیا جائے؛ لیکن مروجہ طور پر قرآن خوانی کہ قرآن پڑھنے کے بعد کھانا پینا وغیرہ اس کا ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ہے؛ لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے، اور چوں کہ قرآن خوانی کے بعد اس طرح کی دعوت عرف میں قرآن کا عوض سمجھی جاتی ہے، حالاں کہ محض تلاوت پر عوض اور اجرت لینا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسی صورت میں جب کہ خود پڑھنے والے مستحق ثواب نہیں، تو اس کے پڑھے ہوئے قرآن کا ثواب مرحوم والدین کو کیسے پہنچ سکتا ہے؟

و الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قرأة قرآن أو ذكر الله طوافا أو حجا أو عمرة أو غيره ذلك عند أصحابنا للكتاب و السنة۔ (البحر الرائق ٣/٥٩ کراچی)

بل الضرر صار في الاستيجار عليه، حيث صار القرآن مكسبا و حرفة يتجر بها، و صار القارئ منهم، لا يقرأ شيئا لوجه الله تعالى خالصا، بل لا يقرأ إلا للأجرة ... فمن أين يحصل له الثواب الذي طلب المستأجر أن يهديه لميته۔ (شرح عقود رسم المفتى ٣٨)

لا فيه مصلحة في الدين، بل فيه طعن و مذمة و ملامة على السلف۔ (الجنة لأهل السنة ١٧١ بحواله : فتاویٰ

محمودیہ ۵/ ۵۲۹ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایصالِ ثواب کس عمل سے کریں؟

سوال(:144)-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : میت کو زیادہ ثواب کس چیز کو پڑھ کر پہنچایا جائے، جس سے خدا ان کی مغفرت کردے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

قرآنِ کریم پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے یا اس کی طرف سے روپیہ کسی صدقہ جاریہ میں لگادیا جائے۔

عن عائشة زوج النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم أن رجلاً سأل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال :إن أمي افتلتت نفسها وأظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها أجر في أن أتصدق عنها؟ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :نعم۔

(السنن الکبریٰ للبیهقي ۶/ ۴۵۴رقم :۱۲۶۲۹ بیروت)

فللإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً کان أو صوماً أو حجاً صدقةً أو قرآءةً للقرآن أو الأذکار أو غیر ذٰلک من أنواع البر، ویصل ذٰلک إلی المیت وینفعه۔ (مراقی الفلاح ۶۲۲-۶۲۱، البحر الرائق ۳/ ۱۰۵، فتح القدیر ۳/ ۱۴۲، شامی ۲/ ۲۴۳ کراچی، ۳/ ۱۵۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن خوانی کا سنت طریقہ کیا ہے؟

سوال(145):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : قرآن خوانی کا پہلے کیا حکم تھا اور اب اس دور میں قرآن خوانی کا کیا حکم ہے؟ پہلے زمانے میں کس طریقے سے کرتے تھے، اب ہم لوگ کس طریقے سے کریں؟ نیز قرآن خوانی وایصالِ ثواب درست ہے یا نہیں؟ مفصل جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

بلاکسی التزام کے قرآن کریم پڑھ کر کسی کو ثواب پہنچانا فی نفسہٖ درست ہے؛ لیکن اگر قرآن خوانی میں صراحۃً یا عرفاً اجرت یا نذرانہ کا لین دین ہو، جیسا کہ آج کل مروجہ قرآن خوانی کی تقریبات میں ہوتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ روپئے، پیسے یا کھانے پینے کے بدلہ جو قرآن پڑھا جاتا ہے تو خود پڑھنے والے ہی کو ثواب نہیں ملتا تو میت کو کہاں سے ثواب ملے گا۔

(مستفاد: احسن الفتاوی کراچی ۱/۳۶۱-۳۶۲)

وأما قراءة القرآن وإهداءها له تطوعا بلا أجرة، فهذا يصل إليه كما يصل ثواب الصوم والحج. (رسائل ابن عابدين ۱/۱۷۵)

ويقرأ من القرآن ما تيسر له ثم يقول: اللّٰهم أوصل ثواب ما قرأنا إلىٰ فلان أو إليهم. (شامی کراچی ۲/۲۴۳، شامي زكريا ۳/۱۵۱)

فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة بالأجرة لا يجوز. (شامي زكريا ۹/۷۷)

بل الضرر صار في الاستئجار عليه حيث صار القرآن مكسبا وحرفة يتجر بها، وصار القاري منهم لا يقرأ شيئا لوجه اللّٰه تعالى بل لا يقرأ إلا للأجرة، وهو الرياء المحض الذي هو أراده العمل لغير اللّٰه تعالى، فمن أين يحصل له الثواب الذي طلب المستأجر أن يهديه لميته. (شرح عقود رسم المفتى ۳۸)

وفی ہذا الباب حدیث أخرجہ ال إمام البیہقی فی السنن الکبریٰ ۔ (۶/ ۴۵۴ رقم ۱۲۶۲۹ :) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن خوانی میں دو بچوں کا ایک ایک صفحہ پڑھ کر پارہ ختم کرنا؟

سوال (146):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھروں میں قرآن خوانی کے لئے لڑکیوں کو جمع کیا جاتا ہے اور قرآن خوانی کی جاتی ہے لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک پارہ کو دو لڑکیاں مل کر پڑھتی ہیں ایک صفحہ ایک لڑکی پڑھتی ہے دوسرا صفحہ دوسری لڑکی پڑھتی ہے۔ تو کیا ایسا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

بہتر تو یہی ہے کہ بالترتیب ایک ہی شخص تلاوت کرے؛ اس لئے کہ عموماً الگ الگ صفحہ پڑھنے سے تلاوت کے ترتیب باقی نہیں رہ پاتی؛ لہٰذا یہ طریقہ مستحسن نہ ہوگا؛ تاہم الگ الگ صفحہ پڑھنے سے بھی قرآنِ کریم کی تکمیل ہو جائے گی۔ (فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۲۰۳)

والأصل في أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو غير ذلک عند أصحابنا بالكتاب والسنة. (البحر الرائق ۳/ ۵۹، الفتاوى التاتارخانية ۳/ ۶۴۸)

عن علي رضي اللّٰه عنه مرفوعًا من مر على المقابر وقرأ: {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} إحدى عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات. (شرح الصدور ۳۰۳) فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم

عزیز و اقارب کے لئے ایصالِ ثواب کا طریقہ:

سوال (147):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : عزیز و اقارب کی وفات کے بعد ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، کیا دوسرے دن یا بلا کسی دن کی قید کے سوا لاکھ مرتبہ کلمہ توحید پڑھ سکتے ہیں؟ اسی طرح کیا قرآن خوانی کے لئے احباب کو جمع کر سکتے ہیں؟ جب کہ فرداً فرداً ہر شخص الگ الگ مکمل قرآن لے کر بلا کسی تخصیص و تعیین کے اپنی مرضی سے پڑھے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

ایصالِ ثواب کا کوئی خاص طریقہ شریعت میں متعین نہیں ہے، نہ اس میں کسی دن کی قید ہے نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے، اور نہ قرآنِ کریم کو ختم کرنا ضروری ہے؛ بلکہ بلا تعیین جو نفلی عبادت بدنی و مالی بسہولت ہو سکے اس کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ (مستفاد : محمودیہ ڈابھیل ۳/ ۸۷)

والأصل فیه أن الإنسان له أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو صوما أو صدقة أو قرأءة قرآن أو ذکرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غیر ذلک عند أصحابنا بالکتاب والسنة۔ (البحر الرائق ۳/ ۵۹، شامی کراچی ۲/ ۵۹۵، فتح القدیر ۳/ ۱۴۲، مراقی الفلاح ۶۲۱)

وأما قراءة القرآن وإهداءها له تطوعا بلا أجرة، فهذا یصل إلیه کما یصل ثواب الصوم والحج۔ (رسائل ابن عابدین ۱/ ۱۷۵)

ویقرأ من القرآن ما تیسر له ثم یقول : اللّٰهم أوصل ثواب ما قرأنا إلیٰ فلان أو إلیهم۔ (شامی کراچی ۲/ ۲۴۳، شامی زکریا ۳/ ۱۵۱)

وفي هذا الباب حدیث أخرجه الإمام البیهقي في السنن الکبریٰ۔ (۶/ ۴۵۴ رقم : ۱۲۶۲۹) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کیا ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

سوال (148):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : قرآنِ کریم کی تلاوت یا ذکر و تسبیحات پڑھ کر اسی طرح غرباء و مساکین پر رقم صدقہ کرنے کے بعد اپنے کسی مرحوم متعلقین مثلاً : والدہ، دادا وغیرہ کو ایصالِ ثواب

کر دینے کے بعد ان اعمال کے کرنے والوں کو تلاوت، ذکر وتسبیح اور صدقہ وغیرہ کرنے کا کچھ ثواب ہوگا یا نہیں، مثلاً قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے کو ہر حرف پر دس دس نیکی کی جو بات حدیث شریف میں مذکور ہے وہ نیکیاں اس تلاوت کرنے والے کو ملیں گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

قرآنِ کریم کی تلاوت یا ذکر وتسبیحات پڑھ کر اور اسی طرح غرباء ومساکین پر رقم صدقہ کرنے کے بعد اپنے اعزاء واقرباء کو ایصالِ ثواب کر دینے کے بعد ان اعمال کے کرنے والوں کو تلاوت، ذکر وتسبیحات اور صدقہ وغیرہ کرنے کا ثواب ملے گا، اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی؛ بلکہ ان کو اعمال کے بقدر ثواب برابر ملے گا۔

عن علي رضي اللّٰه عنه قال :قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم :من مرّ على المقابر وقرأ :{قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} أحد عشر مرةً، ثم وهب أجرها للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات۔ (كنز العمال ١٥/٦٥٥ رقم :٤٢٥٩٦ مؤسسة الرسالة، الدر المختار زكريا ٣/١٥٤)

والأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء، وهو مذهب أهل السنة والجماعة۔ (شامی زكريا ٣/١٥١، البحر الرائق/باب الحج عن الغير ٣/٥٩ كوئٹه، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/٢٦٨ رقم :٣٣٣٤ زكريا، تبيين الحقائق/باب الحج عن الغير ١/٥٣ ملتان، طحطاوى على المراقى كراچی ٣٤١)

وأخرج الطبراني والبيهقي في الشعب، عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال :قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا تصدق أحدكم بصدقة تطوعاً فليجعلها عن أبويه فيكون لهما أجرها ولا ينقص من أجره شيء۔ (شرح الصدور بشرح أحوال الموتى والقبور للسيوطي ٣٩٩ دار التراث) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

ایصالِ ثواب میں ساری اُمت کو شریک کرنا؟

سوال (149):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : میں مرنے والوں کی روحوں کو اس طرح ایصالِ ثواب کرتا ہوں کہ الحمد شریف اور قل شریف اور کلام پاک کی کچھ سورتیں پڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ یا اللہ اس کا ثواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو عطا فرما دیجئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اہل خاندان، تمام صحابہ کرام، تمام پیغمبروں تمام ولی اور درویشوں، تمام صالحات، تمام صالحین کو اس کا ثواب عطا فرما دیجئے، پھر اس کا ثواب

میرے والدین اور تمام رشتہ داروں کی روحوں کو جو انتقال کر چکے ہیں، بخش دیجئے، اس حالت میں سب مرحومین کو جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب پورا پورا سب کو ملے گا یا ان سب مرحومین میں تقسیم ہو کر تھوڑا تھوڑا سب کو ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

للہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے امید ہے کہ وہ تمام مرحومین کو برابر ثواب دے گا۔

والأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء، وهو مذهب أهل السنة والجماعة۔ (شامي زكريا ۳/ ۱۵۱، البحر الرائق /باب الحج عن الغير ۳/ ۵۹ كوئٹه، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ۲۶۸ رقم :۴۳۳۴ زكريا، تبيين الحقائق /باب الحج عن الغير ۱/ ۵۳ ملتان، طحطاوي على المراقي كراچی ۳۴۱)

سئل عن ابن حجر المكي عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب فيهم أو يصل لكل منهم مثل ثواب ذٰلك كاملاً؟ فأجاب بأنه افتى جمع بالثاني وهو اللائق بسعة الفضل۔ (شامي زكريا ۳/ ۱۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرحومین کو اجتماعی قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا؟

سوال (150):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : مردوں کو ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے؟ اگر لوگ اکٹھا بیٹھ کر قرآنِ پاک، کلمہ وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

مردوں کے لئے قرآنِ کریم یا کلمہ وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن اس عمل پر کوئی لین دین نہیں ہونا چاہئے، اور قرآن خوانی کے بعد کھانے پینے کو ضروری اور لازم بھی نہیں سمجھنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳/ ۸۶)

عن معقل بن يسار رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إقرأوها على موتاكم يعني يٰس۔ (مسند أحمد بن حنبل ۵/ ۲۷ رقم :۲۰۵۶۷)

والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذٰلك عند أصحابنا۔ (البحر الرائق كوئٹه ۳/ ۵۹)

وهٰكذا إذا تبرع له الغير بسعيه نفعه الله بذٰلك كما ينفعه بدعائه له، والصدقة عنه وهو ينتفع بكل ما يصل إليه عن

كل مسلم، سواء كان من أقاربه أو غيرهم كما ينتفع بصلاة المصلين عليه و دعائهم له۔ (تكملة فتح الملهم أشرفية ۲/ ۱٦٠)

والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره۔ (شامي زكريا ۳/ ۱۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حصولِ برکت یا ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا؟

سوال (151):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بعض جگہوں پر رواج ہے کہ کوئی نیا کام شروع کیا جائے یا کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور دیکھنے میں آتا ہے کہ دین دار کہے جانے والے لوگ بھی نہ صرف اس میں شریک ہوتے ؛ بلکہ اس کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں، اور کئی ائمہ بھی مساجد میں اعلان کرتے ہیں، جب کہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ نے اپنی کتاب میں اس کو بدعت سے تعبیر کیا ہے تو اگر یہ عمل بدعت ہے تو اس کا اعلان کرنے والے علماء وائمہ کے پیچھے نماز ادا کرنا درست ہے، جبکہ وہ جانتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے بدعت فرمایا ہے، اور جو اہل علم اس کی وکالت کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

برکت کے لئے قرآن خوانی میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایصال ثواب کے لئے بھی قرآنی خوانی کی گنجائش ہے؛ لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لیا جائے اور کوئی خاص دن اس کے لئے متعین نہ کیا جائے، اگر اس طرح کی تعیین کی جائے گی اور اسے ضروری سمجھا جائے گا تو وہ بدعت کے دائرہ میں داخل ہوگا اور حضرت ڈاکٹر عبد الحیؒ نے مطلق قرآن خوانی کو بدعت نہیں کہا ہے بلکہ مروجہ فاتحہ کو بدعت قرار دیا ہے۔

الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة، أو صوما، أو صدقة، أو غيرها عند أهل السنة والجماعة۔ (الهداية كتاب الحج ۱/ ۲۹٦)

قال تاج الشريعة في شرح الهداية : إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري۔ وقال العيني في شرح الهداية : ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي أثمان۔ (شامی زكريا ۹/ ۷۷، أحسن الفتاوىٰ ۱/ ۲٦۲، فتاوىٰ عبدالحی ۵۰۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ یٰس پڑھنا اور ختم خواجگان کرنا؟

سوال (152):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : میت کے لئے ایصالِ ثواب اور مریض کی شفاء یابی کے لئے ہمارے یہاں مسجد میں سورہ یٰس کا ختم اور ختم خواجگان وغیرہ کرایا جاتا ہے، اور اس کے بعد پڑھنے والوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور پیسہ روپیوں کا لین دین بھی ہوتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ کریم پڑھنے پڑھانے پر پیسوں کا لین دین یا کھانے وغیرہ کا اہتمام جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اجرت پر قرآن پڑھنے سے جب پڑھنے والے ہی کو ثواب نہیں ملتا تو مردے کو کہاں سے پہنچے گا؟ البتہ مریض کی شفاء یابی کے لئے کوئی عمل کر کے مریض پر دم کیا جائے خواہ وہ ختم خواجگان ہو یا اور کوئی قرآنی عمل ہو، تو اس میں نذرانہ وغیرہ کے لین دین کی اجازت ہے؛ کیوں کہ یہ رقیہ کے قبیل سے ہے، اور اگر دم نہیں کیا گیا؛ بلکہ صرف قرأت ہوئی ہے تو اس پر اجرت کے جواز کی صراحت کہیں نہیں ملی، اس لئے ایسی صورت میں روپیہ کا لین دین نہ ہونا چاہئے؛ البتہ مہمان نوازی کے طور پر اجرت کا قصد کئے بغیر کچھ کھلا پلا دیں، تو اس کی گنجائش ہوگی۔

فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوٰة كان أو صوما أو حجا أو صدقةً أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذٰلک من أنواع البر ويصل ذٰلک إلى الميت وينفعه۔ (مراقی الفلاح ۱۲۱، شامي زكريا ۳/۱۵۱)

إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري ويمنع للدنيا والأخذ والمعطي أثمان، فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز، فإذا لم يكن للقاري ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولو لا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هٰذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً ووسيلةً إلى جمع الدنيا، إنا للّٰه وإنا إليه راجعون۔ (شامي زكريا ۹/۷۷)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال : قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث ... : إن أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب اللّٰه۔ (صحيح البخاري ۲/۸۵۴)

عن خارجة بن الصلت التميمي عن عمه رضي اللّٰه عنه في حديث ... : قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: فلعمري لمن أكل برقيته باطل، لقد أكلت برقية حق۔ (سنن أبي داؤد ۲/۵۴۴) فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

میت کو نفلی روزہ اور حج کا ثواب پہنچانا؟

سوال(153):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کیامیت کے لئے نفلی روزہ، حج اورنفل نماز پڑھ کرثواب پہنچاسکتے ہیں یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نفلی روزہ حج اورنماز کاثواب دوسرے کوپہنچایاجاسکتا ہے۔

عن بريدة بن حصيب رضي الله تعالى عنه أن امرأة أتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت:... فإنها ماتت وعليها صوم فيجزئ أن أصوم عنها، قال :نعم، قالت :ولم تحج فيجزئ أن أحج عنها، قال :نعم۔(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحج /باب الحج عن الغير ۵۴۸/۴ رقم :۸۶۷۰ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے والے کی طرف سے چالیس دن کھانا کھلانا؛

سوال(154):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کسی بھی مرنے والے کی جانب سے چالیس دن تک روزانہ بلاناغہ کسی غریب کوکھانادینادرست ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے میت کے لئے بطور ایصالِ ثواب کھاناکھلائے توحرج نہیں، لیکن چالیس دن کی قید بے اصل ہے۔

وإن اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً، وأطال ذلك في المعراج۔(شامي زكريا ۱۴۸/۳، طحطاوي على مراقي الفلاح، الجنائز /فصل حملها ودفنها ۵۱۰ مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایصالِ ثواب کے لئے مدرسہ میں قرآن خوانی کرانا؟

سوال(155):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :انتقال کے بعد صبح میت کیلئے قرآن پڑھنا اور پڑھوانااوراجتماعی اعتبار سے ایصال ثواب کراناکیسا ہے؟ غریبوں کیلئے علماء کرام ناجائز قرار دیتے ہیں اورمالداروں کیلئے بچوں کوبھی بھیج دیتے ہیں اورخودبھی چلے جاتے ہیں، یہ عمل کیسا ہے؟ کیا گھروں پربچوں کو نہ بلاکرمدرسہ کے اندربھی

قرآن خوانی کرا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق:

میت کے لئے ایصال ثواب کی اگر ضرورت ہو تو اس کی اطلاع مدرسہ میں کر دی جائے اور مدرسہ کے بچے جو قرآن پاک پڑھتے ہیں اس کا ثواب مذکورہ میت کو پہونچا دیا جائے، خواہ میت غریب ہو یا مالدار، لیکن میت کے گھر جا کر قرآن پاک پڑھنا اور اس کے عوض ناشتہ یا کھانا یا اور کسی طرح اجرت لینا قطعاً جائز نہیں ہے، اس طرح بالعوض قرآن پڑھنے سے خود پڑھنے ہی والے کو ثواب نہیں ملتا ہے تو میت کو ایصال ثواب کیسے ہو سکتا ہے؛ اس لئے مروجہ قرآن خوانی سے بہر حال اجتناب لازم ہے۔

إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت و لا للقاري۔ (شامی زکریا ۹/۷۷، فتاوی رحیمیه ۱/۳۸۹، احسن الفتاوی ۱/۳۶۱) فقط و اللہ تعالی اعلم

مروجہ فاتحہ خوانی کا حکم اور بارات کو مدرسہ میں ٹھہرانا؟

سوال (156):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں برسوں سے قرآن خوانی، اور بارات کا مدرسہ میں ٹھہرنا چلا آرہا ہے، قرآن خوانی کے سلسلہ میں لوگ مزاحم ہیں، اور فاتحہ دسواں وغیرہ میں تو اڑ جاتے ہیں، اسی طرح بارات ہے کہ اس میں محرم و غیر محرم بلا حجاب مدرسہ میں مقیم ہو جاتے ہیں، اور نوجوان سنیما بینی گانے سننے میں مشغول ہوتے ہیں (بذریعہ موبائل) اور صلاۃ مکتوبہ کا تو خیال ہی نہیں گذرتا، اس صورت حال میں بارات کا مدرسہ میں قیام کیسا ہے؟ کہیں یہ ''تعاون علی الاثم والعدوان'' میں تو داخل نہیں؟ براہ کرم قرآن خوانی اور قیام بارات کے حکم شرعی سے واقف فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق:

مروجہ قرآن خوانی، فاتحہ، دسواں، تیجہ وغیرہ سب بدعات ہیں، ان باتوں کا مدرسہ میں انجام دینا یا مدرسہ کے طلبہ کو ایسی تقریبات میں بھیجنا بدعات کی تائید کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اسی طرح بارات وغیرہ کا مدرسہ میں ٹھہرانا جب کہ اس میں وہ منکرات شامل ہوں، جو سوال میں ذکر کئے گئے ہیں، یہ بھی ہرگز درست نہیں ہے؛ اہل مدرسہ کو کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور ہمت سے کام لیتے ہوئے ایسی تمام قابل اعتراض اور ناجائز تقریبات سے مدرسہ کو پاک رکھنا لازم

ہے، ورنہ وہ عنداللہ مسئول اور گنہگار ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ :{وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ}[المائدة :٢]

عن الحسن قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔(مصنف ابن أبي شيبة ١٨/ ٢٤٧، برقم :٣٤٤٠٦)فقط واللہ تعالی اعلم

میت کے گھر جا کر دعا کرنے کو لازم سمجھنا؟

سوال(157):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :لوگ میت کے گھر جا کر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر بلند آواز سے دعا مانگتے ہیں، کیا یہ بدعت ہے یا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

میت کے گھر جا کر بلند آواز سے دعا کو لازم سمجھنا بدعت ہے، اس طرح کے التزام سے بچنا چاہئے۔

يكره الاجتماع عند صاحب البيت، ويكره له الجلوس في بيته حتى يأتي إليه من يعزى؛ بل إذا فرغ ورجع الناس من الدفن فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بأمره۔(شامی زکریا ٣/ ١٤٩)

عن عائشة رضي اللہ تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔(صحيح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم :٢٦٩٧)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نذر اور نیاز

نیاز دلانا صحیح ہے یا نہیں؟

سوال(158):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :نیاز دلانا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

یہ نذر ونیاز اور ان میں التزام بدعت ہے، ان میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہئے۔(فتاویٰ رشیدیہ ١٦٤)

عن عائشة رضي اللہ تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔(صحيح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم :٢٦٩٧)

وقال الإمام النووي رحمه اللہ تعالیٰ :فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات۔(شرح النووي على مسلم ۲/۷۷)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نیاز والا کھانا کیسا ہے؟

سوال(159):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : جس شیرینی یا کھانے پرنیاز کی گئی ہو،اس کا کھانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ لجواب وباللہ التوفیق :

نیاز وفاتحہ وغیرہ کا کوئی ثبوت شریعت میں نہیں ہے؛ بلکہ یہ محض بے اصل اور بدعت ہے اوران رسموں سے بچنالازم ہے،نیاز دلانے کا مطلب کیا ہے؟ اگراس کا مطلب کسی مردے کو ایصال ثواب کرنا ہے،توایسی صورت میں یہ کھانا صرف غریبوں کو کھلانا چاہیئے،یہ عجیب بات ہے کہ خود ہی کھانا کھائیں اورخود ہی ثواب پہنچائیں،علاوہ ازیں اس طرح کے عمل کا کسی صحیح حدیث سے کہیں ثبوت نہیں ملتا،اوراس بارے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں،وہ محض بے اصل اورمن گھڑت ہیں۔

قال اللہ تعالی :{إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِين}[النوبة:٦٠]

الأصل للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان أو صدقة۔(البحر الرائق ۳/۵۹)

عن عائشة رضي اللہ تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔(صحيح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گیارھویں کی نیاز کرنا کیسا ہے؟

سوال(160):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : گیارھویں کی نیاز کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

گیارھویں شریف کی رسم کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، یہ کھلی ہوئی بدعت ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۹،کفایت المفتی

۱/۲۱۲)

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (صحیح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷)

وقال الإمام النووي رحمه اللّٰہ تعالیٰ :فإنه صریح في رد کل البدع والمخترعات۔ (شرح النووي علی مسلم ۲/۷۷) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کیا گیارھویں کی نیاز کا کھانا ما اُہل لغیر اللّٰہ میں داخل ہے؟

سوال (161):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : گیارہویں کی نیاز کا کھانا ''ما اہل بہ لغیر اللّٰہ'' میں داخل ہے یا نہیں؟ اور کیا اس نیاز کا کھانا میتہ مردار خنزیر کے حکم میں ہے یا نہیں؟ پاک ہے یا ناپاک؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

مٹھائی کھانا وغیرہ جن کو غیر اللہ کے نام پر نذر کے طور پر جاہل مسلمان بزرگوں کے مزارات پر چڑھاتے ہیں، حضراتِ فقہاء نے اس کو بھی اشتراک علت یعنی تقرب الی غیر اللہ کی وجہ سے ما اُہل لغیر اللّٰہ بہ کے حکم میں قرار دے کر حرام کہا ہے۔ (مستفاد : معارف القرآن ۱/۳۶۸)

وأما النذر الذي ینذره أکثر العوام علی ما هو مشاهد- إلی قوله- فهذا النذر باطل وحرام۔ (الدر المختار مع الشامي زکریا ۳/۴۲۸، البحر الرائق ۲/۲۹۸)

اعلم أن النذر الذي یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلی ضرائح الأولیاء الکرام تقربا إلیهم فهو بالإجماع باطل وحرام۔ (طحطاوي علی الدر المختار، کتاب الصوم/قبیل باب الاعتکاف ۱/۴۷۱ دار المعرفة بیروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کھانے کی چیز کو سامنے رکھ کر نیاز کرنا اور فاتحہ دینا؟

سوال (:162)-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کسی کھانے کی چیز کو سامنے رکھ کر نیاز دینا کیسا ہے، یا نیاز دینا ہی شرعی اعتبار سے غلط ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

کسی کھانے کی چیز کو سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے، یہ سب بدعات و منکرات ہیں جن کا ترک لازم ہے، شریعت میں مردوں کو ثواب پہنچانے کی صرف اتنی اصل ہے کہ آدمی اپنے ہر عمل خیر کا ثواب بلا کسی تعیین وتخصیص کے اپنے مردوں کو پہنچا سکتا ہے، خواہ قرآن کی تلاوت ہو یا غریب مسکین کو کھانا کپڑا دے کر۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۱۵۴، بہشتی زیور ۶/۴۸، امداد الفتاویٰ ۵/۲۶۱)

من صام أو صلى أو تصدق و جعل ثوابه لغيره من الأموات و الأحياء جاز و يصلي ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا في البدائع۔ (شامي زكريا ۳/۱۵۲، طحطاوی علی المراقی ۳۴۱)

عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم في خطبته... :إياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة۔ (مسند أحمد ۶/۱۲۶، سنن أبي داؤد ۲/۶۳۵، سنن الترمذي ۲/۹۶، سنن ابن ماجة ۱/۶) فقط والله تعالیٰ اعلم

پیر کے نام جانور چھوڑنا اور اس کے گوشت کا حکم

سوال (163):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بڑے پیر صاحب کے نام کا بکرا یا مرغ چھوڑنا کیسا ہے؟ اور اگر ایسے جانور کے گوشت سے کوئی شخص دعوت کرے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق:

غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا حرام ہے، اور ان کے نام پر یا ان کی تعظیم کے لئے جو جانور ذبح کیا جائے، اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے۔ (کفایت المفتی کراچی ۸/۱۳۱، معارف القرآن ۱/۳۶۷، امداد الفتاویٰ ۴/۱۰۰)

قال الله تعالىٰ: {وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ} [المائدة: ۳]

عن الجارود بن أبي سبرة قال: كان رجل من بني رباح و كان شاعراً، نافر أبا الفرزدق بماء بظهر الكوفة على أن يعقر هذا مائة من إبله، و هذا مائة من إبله، إذا وردت الماء، فلما وردت الماء قام إليها بسيفيهما، فجعلا يكشفان عراقيبها، قال: فخرج الناس على الحمرات و البغال يريدون اللحم، قال: وعلي بالكوفة، قال: فخرج علي على بغلة رسول الله وهو ينادي: "يا أيها الناس! لا تأكلوا من لحومها، فإنها أهل بها لغير الله"۔ (تفسير ابن كثير مكمل ۱۳۹۱ دار السلام رياض)

ذبح لقدوم الأمير و نحوه كواحد من العظماء يحرم لأنه أهل به لغير الله۔ (درمختار مع الشامي زكريا ۹/۴۴۹،

کراچی ۶/۳۰۹)

النذر للمخلوق لایجوز؛ لأنه عبادة، والعبادة لایکون للمخلوق۔ (شامی کراچی ۲/۴۳۹، شامی زکریا ۳/۴۲۷)

ذبح کردن جانور بنام غیر خدا حرام است، واگر بقصد تقرب بنام اینها ذبح کرده شد ذبیحه آں جانور هم حرام ومردار می شود۔ (فتاوی عزیزی ۱/۵۰ رحیمیه دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے دن چندہ کر کے بکرا ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا؟

سوال (164):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے دن خصوصاً چند لوگ چندہ کر کے ایک بکرا خریدتے ہیں، اور اس کو بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے ہیں، پھر اس کو پکا کر سب لوگ کھاتے ہیں اور لوگوں کو بھی کھلاتے ہیں، اور نیت حضرت کے لئے ایصال ثواب کی ہوتی ہے اور یہ سب گیارہ ربیع الثانی کو ہوتا، آیا یہ سب کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا حرام؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

سوال قابل تحقیق یہ ہے کہ اگر صرف ایصال ثواب مقصود ہے تو اس کے لئے بکرے کی جان ہی لینے پر کیوں اصرار ہے؟ اور بازار سے اتنی مقدار گوشت خرید لینا، یا اور کوئی چیز لے کر صدقہ کر دینا کیوں کافی نہیں سمجھا جاتا؟ بکرے ہی کے لئے کیوں چندہ کیا جاتا ہے؟ اگر یہ ایک اتفاقی امر ہے تو اس میں تبدیلی لازم ہے اور اگر بکرے کی جان ہی لینے پر اصرار ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بکرے کے ذبح کئے جانے کو یہ لوگ غیر اللہ یعنی حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی کی تعظیم کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں۔ اور شریعت کا اصول یہ ہے کہ جب بھی کسی جانور کو اللہ کے علاوہ کسی ذات یا شخصیت کے لئے ذبح کیا جائے گا، تو اگرچہ اس پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو پھر بھی وہ جانور مردار قرار پائے گا؛ لہٰذا صحیح صورتحال کے مطابق حکم معلوم کر کے آپ خود فیصلہ کرلیں۔

نیز کسی کے لئے ایصال ثواب کو کسی خاص تاریخ یا وقت یا خاص طریقہ کے ساتھ مخصوص کرنا بجائے خود بدعت ہے، اس کی شرعاً اجازت نہیں۔ (مستفاد : کفایت المفتی ۱/۲۱۰-۲۱۸، معارف القرآن ۱/۳۶۵، فتاوی محمودیہ ۳/۲۳ ڈابھیل،

امداد المفتیین ۱۷۱/۱، فتاوی رشیدیہ ۱۳۸/، عزیز الفتاوی ۱۲۴/)

قال اللّٰہ تعالیٰ: {وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ} [المائدۃ: ۳]

عن الجارود بن أبي سبرة قال: كان رجل من بني رباح وكان شاعراً، نافر أبا الفرزدق بماء بظهر الكوفة على أن يعقر هذا مائة من إبله، وهذا مائة من إبله، إذا وردت الماء، فلما وردت الماء قام إليها بسيفيهما، فجعلا يكشفان عراقيبها، قال: فخرج الناس على الحمرات والبغال يريدون اللحم، قال: وعلي بالكوفة، قال: فخرج علي على بغلة رسول اللّٰہ وهو ينادي: "يا أيها الناس! لا تأكلوا من لحومها، فإنها أهل بها لغير اللّٰہ"۔ (تفسير ابن كثير مكمل ۳۹۱ دار السلام رياض)

ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء ويحرم، لأنه أهل به بغير اللّٰہ ولو ذكر اللّٰہ اسم اللّٰہ تعالى۔ (الدر المختار) وفي الشامي: لو ضافه أمير فذبح عند قدومه، فإن قصد التعظيم لا تحل وإن أضافه بها، وإن قصد الإكرام تحل، وإن أطعمه غيرها۔ (شامي زكريا ۴۴۹/۹)

على أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر۔ (مرقاة المفاتيح ۳۵۳/۲)

ذبح کردن جانور بنام غیر خدا حرام است، واگر بقصد تقرب بنام اینہا ذبح کردہ شد ذبیحہ آں جانور ہم حرام ومردار می شود۔ (فتاویٰ عزیزی ۵۰/۱ رحیمیہ دیوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

نذرونیاز اور صدقات کا گوشت طلبہ کی خوراک میں صرف کرنا؟

سوال (165):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ میں لوگ نذرونیاز اور صدقات ہمہ قسم کے بکرے اور ان کا گوشت بھیجتے رہتے ہیں، بعض حضرات تو بالکل چھوٹا بچہ بلی جیسا کاٹ کر بھیج دیتے ہیں، جس کا گوشت دیکھنے سے گھن آتی ہے، بعض حضرات جان کے بدلہ جان کے عنوان پر ذبح کرکے مدرسہ بھیج دیتے ہیں، بعض حضرات بکرے یا بکری کو رات کو مریض کی چارپائی سے باندھ دیتے ہیں اور صبح کو ذبح کرکے مدرسہ بھیج دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ سب قسم کے گوشت طلبہ کی خوراک پر صرف کرنے جائز ہیں؟ اگر ناجائز ہوں تو ان کا کیا مصرف ہے اور گوشت کی اس صورت سے بچنے کی شرعاً کیا صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مدرسہ میں نذر و نیاز کی ان چیزوں کا لینا جو اللہ تعالیٰ کے لئے مانی گئی ہیں اور صدقات واجبہ کا لینا اور اس کو طلبہ کی خوراک پر صرف کرنا درست ہے؛ کیوں کہ جو لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہیں، وہی لوگ مذکورہ چیزوں کے بھی مستحق ہوں۔ (مستفاد : فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/ ۱۲۷، فتاویٰ رشیدیہ ۵۴۸)

مصرف الزكوة وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني۔ (شامي كراچي ۲/ ۳۳۹، زكريا ۳/ ۲۸۳، البحر الرائق ۲/ ۲۴۵، الدر المنتقى بيروت ۱/ ۳۲۴)

اور بکری وغیرہ کے چھوٹے بچوں کا ذبح کرنا اگر نذر معین کے طریقہ پر ہو تو درست ہے اور اگر نذر غیر معین ہو تو اس میں قربانی کے شرائط کا لحاظ ضروری ہے؛ کیوں کہ جانوروں کی نذر اسی وجہ سے صحیح ہے کہ ان کی قربانی ہوتی ہے؛ لہٰذا نذر مطلق میں قربانی کے شرائط کا لحاظ کیا جائے گا۔ (مستفاد : فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/ ۱۰۴)

ولو قال : لله علي أن أذبح جزوراً أو أتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه، ووجهه لا يخفى۔ (درمختار) وتحته في الشامية : (قوله ووجهه لا يخفى) وهو أن السبع تقوم مقامه في الضحايا والهدايا۔ (شامي كراچي ۳/ ۷۴۰، زكريا ۵/ ۵۲۴)

اور جو لوگ جان کے بدلہ جان کے عنوان پر یا بکری وغیرہ کو رات میں مریض کی چارپائی سے باندھ کر صبح ذبح کرتے ہیں، تو چوں کہ اسکا ثبوت شریعت میں نہیں ہے، اس لئے یہ طریقہ بدعت ہے؛ البتہ آفات و مصیبت کے وقت صدقہ و خیرات کی ترغیب آئی ہے، مگر عوام کا اس بارے میں اعتقاد یہ ہوگیا ہے کہ کسی جانور کا ذبح کرنا ہی ضروری ہے، اور جان کا بدلہ جان ہی سمجھتے ہیں، جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں؛ بلکہ یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے، اگر کوئی یہ عقیدہ نہ بھی رکھتا ہو تو بھی اس میں اس عقیدہ کی تائید ہوئی ہے، اس لئے یہ ناجائز ہے اور غریبوں کے لئے اس قسم کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ (مستفاد : امداد الفتاویٰ ۳/ ۵۷۰، ایضاح المسائل ۱۳۹)

یہ عقیدہ اچھے اچھے دین داروں میں بھی پایا جاتا ہے، اس لئے علماء پر لازم ہے کہ اس کی اصلاح پر خاص توجہ دیں اور مدارس دینیہ میں اس قسم کے جو بکرے دئے جاتے ہیں ان کو ہرگز قبول نہ کریں، علماء کرام کی چشم پوشی اور اس قسم کے بکروں کو قبول کر لینے سے اس گمراہی اور غلط عقیدہ کی تائید ہوتی ہے؛ لہٰذا اس قسم کے گوشت کو طلبہ کی خوراک پر خرچ نہ کریں۔ (مستفاد : احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۷، امداد الفتاویٰ ۳/ ۵۷)

عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ذات يوم في خطبته... :إيا كم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة۔(مسند أحمد ۱۲٦/٦ ، سنن أبي داؤد ٦٣٥/٢، سنن الترمذي ٩٦/٢، سنن ابن ماجة ٦/١)فقط و الله تعالیٰ اعلم

مزارات اور قبروں سے متعلق بدعات و رسومات

قبر کے اوپر اذان دینے سے متعلق ایک بدعتی کی تحقیق، اور علماء دیوبند کا موقف؛

سوال (166):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : مسلمان میت کو قبر میں دفن کرکے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے، جس کے بہت سے دلائل ہیں:

پہلی دلیل : قبر پر بعدِ دفن اذان دینا جائز ہے، احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے، مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز باب مایقال عند حضرۃ الموت میں ہے :

لقنوا موتاكم لا إله إلا الله محمد رسول الله۔

اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھلاؤ۔

دنیاوی زندگی ختم ہونے پر انسان کے لئے دو بڑے خطرناک وقت ہیں، ایک تو جانکنی ہے، دوسرے سوالاتِ قبر کہ اگر جانکنی کے وقت خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہوا تو عمر بھر کا کیا دھرا سب برباد گیا، اور اگر قبر کے امتحان میں ناکامی ہوئی تو آئندہ کی زندگی برباد ہوئی، اس لئے زندوں کو چاہئے کہ ان دونوں وقتوں میں مرنے والے کی امداد کریں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ پڑھ کر سنائیں، اور بعدِ دفن اس تک کلمہ کی آواز پہنچائیں کہ اس وقت تو وہ کلمہ پڑھ کر دنیا سے جا کر اب اس امتحان میں کامیاب ہو، لہٰذا اس حدیث کے دو معنی ہوسکتے ہیں :ایک تو یہ کہ جو مرا نہ ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔ دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ، پہلے معنی مجازی ہیں، دوسرے حقیقی اور بلا ضرورت معنی مجازی لینا ٹھیک نہیں؛ لہٰذا حدیث کا یہی ترجمہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ، اور یہ دفن کے بعد کا وقت ہے۔ چناں چہ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت میں ہے:

أما عند أهل السنة فالحديث أي لقنوا موتاكم لا إله إلا الله محمول على حقيقته...، وقد روى عنه عليه الصلوٰة والسلام أنه أمر بالتلقين بعد الدفن۔ شامی میں اسی جگہ ہے :وإنما

لاینھی عن التلقین بعد الدفن؛ لأنہ لاضرر فیہ بل فیہ نفع، فإن المیت یستأنس بالذکر علی ما ورد فی الاٰثار۔

اس حدیث اوران عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین مستحب ہے؛ تاکہ مردہ نکیرین کے سوالات میں کامیاب ہو اوراذان میں بھی کلمہ ہے؛ لہٰذا یہ تلقین میت ہے جوکہ مستحب ہے؛ بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے۔

(۲) درمختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے، ان میں سے ایک: والغیلان إن ظہرت۔

(۳) شامی میں اسی کے تحت ہے:

قد یسن الأذان لغیر الصلاۃ ...، عند إنزال المیت القبر قیاساً علی أول خروجہ للدنیا۔ (شامی زکریا ۲/ ۵۰)

الحمد للہ الذي جعل الأذان علم الإیمان وسبب الإیمان وسکینۃ الجنان وسفات أجرن ومرضاۃ الرحمن، والصلاۃ والسلام الاتمان الأکملان علی من رفع اللہ ذکرہ وأقضع قدرہ فیذکرہ زان کل خطبۃ وأذان علی آلہ وصحبہ الذاکرین إیاہ مع ذکر مولاہ في الحیوۃ والموت والوجدان والفوت وکل حین، وأن أشہد أن لا إلہ إلا اللہ الحنان المنان وأن محمداً عبدہ ورسولہ سید الإنس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ الرفین لدینہ ما أذان أذن لصوت أذان۔

قال الفقیر عبد المصطفیٰ محمد قدرت اللہ سنی حنفی القادری البرکاتی الرضوی المنظری۔ بعض علماء دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، ابن حجر مکی وعلامۃ خیر الملۃ والدین استاذ صاحب درمختار علیہ رحمۃ الغفار نے ان کا یہ قول نقل کیا: أمام المکی ففی فتاواہ وفی شرح العبادات وعارض وأما الرملی ففی حاشیۃ البحر الرائق۔ حق یہ ہے کہ اذان مذکورہ فی السوال کا جواز یقینی ہے، ہرگز شرع مطہرہ سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں، اور جس امر سے شرع منع نہ کرے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا، قائلان جواز کے لئے اسی قدر کافی ہے، جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے، پھر مقام تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہرہ سے نکال سکتا ہے۔ وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکیرین ہوتا ہے، شیطان رجیم وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے، امام ترمذی محمد ابن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفیان ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں: إن المیت إذا سئل من ربک تراءی لہ الشیطان فیشیر إلی نفسہ إنی أنا ربک فلہذا ورد سوال التثبیت لہ حین سئل، اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعاء کریں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: ویؤیدہ من الأخبار قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند دفن المیت

''اللهم جسره من الشیطان'' فلولم یکن الشیطان ہناک وسبیل ماوما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذلک۔ اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے۔ صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ ص سے مروی ہے کہ حضور اقدس ا فرماتے ہیں : إذا أذن المؤذن أدبر الشیطان سے واضح ہو کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے اور خود حدیث میں حکم آیا ہے کہ جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اذان کہی جاتی ہے اور جب مرتا ہے تو نماز ہوتی ہے، اور جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے اس کی نماز کب ہوگی؟ اس جہالت کے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ نماز یعنی نماز جنازہ صرف قیام سے ہوتی ہے جو ادنیٰ افعال نماز ہے، قیامت کے دن ایک نماز صرف سجدے سے ہوگی جو اعلیٰ افعال نماز ہے، جس دن کشف ساق ہوگا، اور مسلمان سجدہ کریں گے منافقین نہ کرسکیں گے، جس کا بیان سورۂ قٓ میں ہے، قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے۔

محترم المقام واجب الاحترام جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدۂ عرض یہ ہے کہ ایک بدعتی نے مجھے یہ پرچہ اذانِ قبر کے بارے میں لکھ کر بھیجا ہے، مگر میرے پاس یہ سب کتابیں موجود نہیں ہیں کہ ہم ان حوالہ جات کو دیکھیں، آپ سے درخواست ہے کہ آپ دیکھ کر اس کی اصلیت کی تحقیق کریں اور اس کے دلائل کے جوابات مطلوب ہیں، اور ہم نے دیکھا ہے کہ یہ بدعتی صاحب ''جاء الحق وزہق الباطل'' کتاب سے اخذ کرتے ہیں، آپ برائے مہربانی ارشاد فرمائیں کہ اس کتاب کے جو حوالے ہیں کہاں تک صحیح ہیں؟ اور جاء الحق کتاب کے جوابات میں ہمارے علماء کی طرف سے کونسی کتاب ہے؟ یہ بھی ارشاد فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

قبر پر اذان دینا سراسر بدعت ہے، قرونِ ثلاثہ اور حضرات سلف صالحین سے اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا؛ بلکہ علماء اہل سنت نے اس کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے۔ علامہ شامیؒ کفن ودفن کی سنتوں کا ذکر کرنے کے بعد صاحب درمختار کے بیان کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لایسن الأذان عند إدخال المیت في قبره کما هو المعتاد الأن, وقد صرح ابن حجر في فتاواه بأنه بدعة وقال: ومن ظن أنه سنة قیاساً علی ندبهما للمولود إلحاقاً لخاتمة الأمر بابتدائه فلم یصب۔ (شامی کراچی ۲/۲۳۵، زکریا ۳/۱۴۱)

ترجمہ:- مردہ کو قبر میں داخل کرنے کے بعد اذان دینا سنت نہیں ہے؛ بلکہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے کہ جو شخص پیدائش کے وقت اذان وتکبیر کے مستحب ہونے پر قیاس کرتے ہوئے مرنے کے وقت کی اذان کو مسنون کہتا ہے وہ درستی پر نہیں ہے۔

حضرت گنگوہیؒ نے درر البحار سے نقل فرمایا:

من البدع التي شاعت في بلاد الهند الأذان على القبر بعد الدفن۔ (فتاویٰ رشیدیه ۱۴۵)

یعنی ہندوستان میں جو بدعتیں رائج ہیں ان میں ایک دفن کے بعد قبر پر اذان دینا بھی ہے۔

اور البحر الرائق میں فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے:

ويكره عند القبر كل ما لم يعهد من السنة والمعهود منها ليس إلا زيارتها والدعاء عندها قائماً۔ (البحر الرائق کراچی ۱۹۶/۲، زکریا ۳۴۳/۲)

یعنی قبر پر ہر وہ فعل کرنا مکروہ ہے جو سنت سے ثابت نہ ہو، اور وہاں سنت سے ثابت صرف قبر کی زیارت کرنا اور کھڑے ہو کر دعاء پڑھنا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ کسی بھی طرح اذان علی القبر کو دینی کام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (کذا فی کفایۃ المفتی ۵۳/۴، فتاوی رحیمیہ ۳۶۶/۱) اور ورقۂ سوال میں اس بدعت کو سنت قرار دینے کے لئے جو دلائل دئے گئے ہیں وہ صرف اور صرف تلبیس پر مبنی ہیں، ہر ایک نمبر سے متعلق اشارہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تلقین بعد الدفن سے اذان مراد نہیں ہے؛ بلکہ اس کے الفاظ خود علامہ شامیؒ نے نقل فرمائے ہیں۔

أما عند أهل السنة فالحديث: أي "لقنوا موتاكم لا إله إلا الله"۔ وقد روي عنه عليه الصلاة والسلام أنه أمر بالتلقين بعد الدفن، فيقول: يا فلان بن فلان! اذكر دينك الذي كنت عليه من شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وأن الجنة حق والنار حق وأن البعث حق، وأن الساعة آتية لا ريب فيها، وأن الله يبعث من في القبور، وأنك رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً، وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبياً، وبالقرآن إماماً، وبالكعبة قبلة، وبالمؤمنين إخواناً۔ (شامي، باب صلاة الجنازة/مطلب: في التلقين بعد الدفن ۸۱/۳-۸۰ زكريا)

(۲-۳) غیلان کا حکم میت پر صادق نہیں آتا اور اذان قبر کے مسنون ہونے کی تردید اسی جگہ ان الفاظ میں مکتوب ہے:

وقيل عند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في شرح العباب۔ (شامی، باب الأذان/مطلب: في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة ۵۰/۲ زكريا، ۳۸۵/۱ كراچی)

اس کے علاوہ مذکورہ تحریر میں یہ جاہلانہ دلیل دی گئی ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے؛ لہٰذا منکر نکیر کو بھی دفع کرے گی، نعوذ باللہ کیا ان لوگوں کے نزدیک منکر نکیر بھی شیطان ہیں اور کیا اچھے اعمال نہ کرنے کے باوجود باہر والوں کے اذان دینے سے میت کو عذاب سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ بایں عقل و دانش بباید گریست۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر اذان دینے کے لئے بخاری ومسلم کی حدیث سے استدلال؟

سوال(167):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک جماعت قبر کے پاس اذان دینے کو بدعت کہتی ہے، جب کہ دوسری جماعت اس کی پرزور طریقہ پر حمایت کرتی ہے۔ حال ہی میں ہمارے شہر میں ان ہی حضرات کا ایک پروگرام ہوا، اس پروگرام میں مالیگاؤں شہر کے ایک مولانا نے اپنے وعظ و بیان میں کہا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں خود موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کی قبر پر تکبیر کہی۔ اذان دینے کی وجہ انہوں نے اس طرح بتائی کہ جب مردہ سے پہلا سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ اس وقت شیطان قبر میں اس کے سامنے ہی رہتا ہے، وہ اس مردہ کو بہکاتا ہے اور اپنے آپ کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے، میں ہوں تیرا رب (مطلب شیطان) لیکن اس وقت قبر کے اوپر اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا مردہ کو سنائی دیتی ہے اور وہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آتے ہوئے جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور شیطان اذان کی آواز سنتے ہی وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے، تو اب آپ بتائیے کہ صراط مستقیم کی راہ کون سی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ہے، شریعت میں اس کا کہیں ثبوت نہیں اور سوال میں بخاری ومسلم کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا تعلق نماز جنازہ کی چار تکبیروں سے ہے، اس سے اذان مراد لینا کھلی ہوئی تحریف اور حدیث کی غلط تشریح ہے۔

لایسن الأذان عند إدخال المیت في قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر في فتاويه بأنه بدعة الخ۔

(شامی زکریا ۳/۱۴۱)

أن أبا هريرة رضی اللہ عنہ حدثه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صف بهم بالمصلى فصلى فكبر عليه أربع تكبيرات۔

(صحیح مسلم ۱/۳۰۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر اذان دینے سے مردہ کو سوال جواب میں آسانی ہونے کا عقیدہ رکھنا؟

سوال (168):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : زید کہتا ہے کہ قبر پر اذان دینے سے مردہ کو سوال وجواب میں آسانی ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسکین بخش جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

زید کا کہنا غلط ہے، یہ بدعت ہے؛ لہٰذا اس کا ترک لازم اور ضروری ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

إشارة إلى أنه لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر في فتاويه بأنه بدعة۔ (شامي كراچی ۲/۲۳۵، شامي زكريا ۳/۱۴۱، فتاوىٰ رحيميه ۶/۱۹۷) فقط والله تعالىٰ اعلم

عرس کرنا اور قبروں پر چادر چڑھانا؟

سوال (169):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : عرس کرنا اور قبروں پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

عرس کرنا اور قبروں پر چادر وغیرہ چڑھانا قطعاً ممنوع اور بدعت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۲۱۲)

وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء كرهه الفقهاء۔ (العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ۲/۳۲۴)

وقال العيني : إن إلقاء الرياحين ليس بشيء۔ (فيض الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الجنائز / باب الجريد على القبر ۲/۴۸۹)

فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السَّنَة من موته، ويسمونه حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدّون ذٰلك قربة، وهي بدعة ضلالة... وهٰذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وما عرفت له أصلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج، ومع ذٰلك فهٰذه الأحوال والأعراس لا تكاد تخلو من إرتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات۔ (تبليغ الحق ۸۹۸، بحواله : فتاوىٰ محموديه ۳/۲۲۵ ڈابھیل)

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔ (صحیح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم :۲۶۹۷، صحیح مسلم، الأقضیة/باب کراهیة قضاء القاضي وهو غضبان رقم :۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، السنة/باب في لزوم السنة رقم :۴۶۰۶) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مزار پر سجدہ کرنا اور چادر چومنا؟

سوال (170):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے، مزار پر چادر چومنا یا بوسہ دینا یا سجدہ کرنا یا پھول اگربتی لگانا وغیرہ ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

عورتوں کا مزار پر جانا جائز نہیں ہے، نیز مزار کی چادر چومنا بوسہ دینا بھی ناجائز ہے۔

اور مزاروں پر سجدہ کرنا اگر تعظیم کی غرض سے ہو تو حرام ہے، اور بقصد عبادت ہے تو شرک ہے، نیز قبر پر اگربتی لگانا بھی منع اور بدعت ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال :لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج۔ (مشکوٰۃ المصابیح/باب المساجد ومواضع الصلاۃ ۷۱)

وحاصل الکلام أنها تکره للنساء بل تحرم في هذا الزمان إلی قوله :ولا یمس القبر ولا یقبله، فإنه من عادة أهل الکتاب۔ (حاشیة الطحطاوی ص :۶۲۰)

وکذا ما یفعلونه من تقبیل الأرض بین یدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضي به آثمان؛ لأنه یشبه عبادة الوثن، وهل یکفران علی وجه العبادة والتعظیم کفر۔ (الدر المختار مع الشامي، کتاب الحظر والإباحة /باب الاستبراء ۹/۵۵۰ زکریا، أحکام القرآن الکریم للجصاص /باب السجود لغیر اللّٰہ ۱/۳۲ بیروت)

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

قبروں پر پھول چڑھانا؟

سوال (171):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ قبر پر

پھول ڈالتے ہیں، کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟ بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قبر پر درخت کی ٹہنی ڈالی تھی اس کی اچھی طرح سے تشریح کیجئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

پھول ڈالنا حدیث سے ثابت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر جو تر شاخ گاڑھی تھی، اس کا مقصد صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف کرنا تھا، کیا یہ بدعتی حضرات جن مشائخ کی قبروں پر پھول ڈالتے ہیں، تو کیا اُن کے معذب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء كرهه الفقهاء۔ (العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ٢/٣٢٤)

وقال العيني : إن إلقاء الرياحين ليس بشيء۔ (فيض الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الجنائز/باب الجريد على القبر ٢/٤٨٩)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : مرّ النبي صلى الله عليه وسلم على قبرين، فقال : إنهما يعذبان... ثم دعا بعسيب رطب، فشقه باثنين، ثم غرس على هٰذا واحداً وعلى هٰذا واحداً، وقال : "لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا"۔ (صحيح البخاري، الجنائز/باب الجريد على القبر ١/١٨٢-١٨١)

قال الطرطوشي : لأن ذٰلك خاص ببركة يده صلى الله عليه وسلم۔ (إعلاء السنن، الجنائز/باب استحباب غرز الجريد الرطبة على القبر ٨/٢٨٩)

قال المازري : يحتمل أن يكون أوحى إليه أن العذاب يخفف عنها هٰذه المدة۔ (فتح الباري، كتاب الوضوء/باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله ١/٤٢٥)

قلت : ... إن كانوا يدعون اتباع الحديث، فعليهم أن يضعوا الجرائد دون الرياحين، وعلى المعذبين دون المقربين؛ لأن الحديث إنما ورد في المعذبين۔ (البدر الساري على حاشية فيض الباري/باب من الكبائر ١/٣١١) فقط والله تعالىٰ اعلم

قبروں پر موم بتی اگر بتی جلانا؟

سوال (172):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : قبروں پر موم بتی و اگر بتی جلانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

قبر پر موم بتی اور اگر بتی جلانا جائز نہیں، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، شریعت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں، ان سے بچنا ضروری ہے۔

وإخراج الشموع إلى رأس القبور في الليالي بدعة۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الکراهية/الباب السادس عشر في زيارة القبور ۵/ ۳۵۱)

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج۔ (مشکوٰة المصابيح/باب المساجد ومواضع الصلاة ۷۱)

والنهي عن اتخاذ السراج لما فيه من تضييع المال؛ لأنه لا نفع لأحد من السراج، ولأنها من آثار جهنم، وأما للاحتراز عن تعظيم القبور۔ (مرقاة المفاتيح، کتاب الصلاة/باب المساجد ومواضع الصلاة ۴۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مزارات پر بیٹھ کر تلاوت کرنا؟

سوال (173):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مزارات کی تصویر کھینچنا کیسا ہے؟ اور اکابر کے مزارات پر قرآن شریف لے جا کر تلاوت کرنا اور ذکر جہراً یا سراً کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

مزار پر جا کر آہستہ آواز سے قرآن پڑھنے اور ذکر واذکار کرنے میں مضائقہ نہیں، مگر باقاعدہ قرآن لیجا کر تلاوت کرنا یا ذکر جہری کرنا مناسب نہیں، اس لئے کہ اس سے بدعت کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے۔

قراءة القرآن عند القبور عند محمد علیہ السلام لا تکره، ومشايخنا أخذوا بقوله الخ۔ (عالمگیری ۱/ ۱۶۶)

إن کل سنة تکون شعار أهل البدعة ترکها أولیٰ۔ (مرقاة المفاتيح، الجنائز/باب المشي بالجنازة ۴/ ۱۴۶ تحت رقم: ۱۶۸۱ بيروت)

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد۔ (صحيح البخاري، الصلح/باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم: ۲۶۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیطان اور جنات کے اثرات زائل ہونے کے یقین سے مزارات پر جانا؟

سوال (174):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عامل حضرات اور کچھ بزرگ جو مزارات سے استفادہ کے قائل ہیں، جنات اور شیطانوں کے اثرات کے ازالہ کے لئے مزارات پر حاضری کی ترغیب ومشورہ دیتے ہیں، کیا صرف مزارات پر شرعی طور پر فاتحہ پڑھ کر بیٹھ جائیں؟ جب کہ ان کی روحانی توجہ سے مرض کے اثرات کا ازالہ ہو جاتا ہے، اس طرح اگر حاضری کی جائے تو کچھ گناہ تو نہیں ہے، کئی بار تجربہ ہوا، فائدہ بھی ہوا؛ لیکن شرعی پکڑ کی بات ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

مزارات پر جانے کا اصل فائدہ موت کی یاد ہے اور ممکن ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ صالحین کی قبور پر نازل ہونے والی برکات میں سے کچھ حصہ مل جائے؛ لیکن کسی مزار پر جانے سے شیاطین اور جنات کے اثرات زائل ہو جاتے ہوں، تو اس کا شرعاً بالکل ثبوت نہیں ہے، اس مقصد اور نیت سے مزار پر حاضری دینا بے اصل اور ممنوع ہے۔

وأما الأولياء فإنهم متفاوتون في القرب من الله تعالىٰ، ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم۔ (شامی زکریا ۳/ ۱۵۰، فتاویٰ رشیدیہ ۱۰۴)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - في حديث زيارة قبر أمه -: فزوروا القبور؛ فإنها تذكر الموت۔ (صحيح مسلم رقم: ۹۷۶)

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔ (صحيح البخاري، الصلح / باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم: ۲۶۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگوں کے مزارات پر کتبہ لگانا؟

سوال (175):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بزرگوں کے مزارات پر کتبہ لگانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق:

قبر کے نشان کو باقی رکھنے اور تعارف کی غرض سے قبر پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے، مگر بلا ضرورت اور ضرورت سے زائد اہتمام صحیح نہیں ہے، اسی طرح عام آدمیوں کی قبروں پر بھی کتبہ لگانے کی اجازت نہیں ہے۔

لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها، حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن۔ (درمختار) وفي الشامية :لأن النهي عنها وإن صحّ فقد وجد الإجماع العملي بها، فقد أخرج الحاكم النهي عنها من طرق، ثم قال :هذه الأسانيد صحيحة وليس العمل عليها، فإن أئمة المسلمين من المشرق إلى المغرب مكتوب على قبورهم وهو عمل أخذ به الخلف عن السلف۔ ويتقوّى بما أخرجه أبو داؤد بإسناد جيد أن رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم حمل حجَراً فوضعها عند رأس عثمان بن مظعون، وقال :أتعلّم بها قبر أخي وأدفِنُ إليه من مات من أهلي"۔ (سنن أبي داؤد رقم :٣٢٠٦) فأما الكتابة بغير عذر فلا۔ (الدر المختار مع الرد المحتار، الصلاة/باب صلاة الجنائز ٣/١٤٤ زكريا، فتاوىٰ قاضي خان ١/١٩٤، احسن الفتاوىٰ ٤/١٩٩) فقط و اللّٰہ تعالىٰ اعلم

قبرستان میں ناچ، گانا، قوالی اور قضاء حاجت وغیرہ کا حکم؟

سوال (176):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :موجودہ رسم ورواج کے مطابق قبرستان میں عرس کے نام سے ناچ گانا، ڈانس، سینما، تھیٹر اور جو دوکان دار دوکان لگانے کی غرض سے قبرستان کے میلے میں آتے ہیں، ان تمام لوگوں کا قبرستان میں پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا اور قبروں کو منہدم کر دینا اور فاحشہ عورت سے قبرستان میں قوالی کہلوانا، جب کہ اور بھی خرافات وغیرہ ہوتی رہتی ہیں، ایسا کرنا کیا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللّٰہ التوفیق :

ناچ گانا، سینما، تھیٹر وغیرہ یہ سب امور سننا اور دیکھنا حرام ہیں، خواہ قبرستان میں ہوں یا کسی اور جگہ۔

اور قبرستان میں پیشاب، پاخانہ اور قبروں کو منہدم کرنا یہ چیزیں احترام انسانی کے خلاف ہیں، اس لئے قبرستان میں ایسے کام کرنا بالکل درست نہیں ہے۔ (مستفاد :کفایۃ المفتی ۷/۱۲۰)

مروجہ قوالی سننا بھی جائز نہیں ہے؛ بلکہ حرام ہے۔ (مستفاد :فتاویٰ محمودیہ ۳/۲۴۳ ڈابھیل)

عن جابر رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال :نهى رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم أن تجصص القبور... وأن توطأ۔ (سنن الترمذي، الجنائز/باب ما جاء في كراهية تجصيص القبور ١/٢٠٣)

یکرہ الجلوس علی القبر ووطؤہ۔ (شامی کراچی ۲/۲۴۵)

ویکرہ وطئ القبر والبول والغائط۔ (الدر المنتقی في شرح الملتقی علی هامش مجمع الأنهر/باب الجنائز ۱/۲۷۶ کوئٹہ، بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ/فصل في سنة الدفن ۲/۶۵)

استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها کفر۔ واستماعه کالرقص والسخرية والتصفيق-إلی قوله-وغیر ذٰلک حرام۔ (درمختار مع الشامي ۶/۳۹۵-۳۹۴ کراچی، شامی زکریا ۹/۵۰۴)

فماظنک به عند الغناء الذي یسمونه وجداً ومحبة فإنه مکروه لا أصل له في الدین، قال الشارح: زاد في الجوهرة: ومایفعله متصوفة زماننا حرام، لا یجوز القصد والجلوس إلیه۔ (شامی کراچی ۶/۳۴۹، شامی زکریا ۹/۵۰۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر میں عہد نامہ رکھنا

سوال(177):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبر میں کچھ لوگ عہد نامہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے میت عذاب قبر سے محفوظ رہتی ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق:

قرآن وحدیث سے قبر میں عہد نامہ رکھنا ثابت نہیں ہے، اس کا التزام بدعت ہے۔

أنه تکره کتابة القرآن واسماء اللہ تعالی علی الدراهم والمحاریب والجدران ومایفرش، وما ذاک إلا لاحترامه وخشية وطیه ونحوه ممافیه إهانة، فالمنع هنا بالأولی۔ (شامی زکریا ۳/۱۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیسرے دن قبر کی زیارت اور ایصالِ ثواب پر ملاعلی قاریؒ کی کتاب سے استدلال کرنا؟

سوال(178):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ”کشف الحقائق“ کی ایک عبارت سے میت دفن کے تیسرے دن ایصال ثواب اور زیارت قبور پر استدلال کرتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے منقول ہے۔ (کشف الحقائق) اور چندوانی کے مولانا مفتی نے کہا کہ حضرت ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے کا اللہ کو پیارا ہونے کے تیسرے روز قبر کے سامنے جو کی روٹی اور اونٹنی کا دودھ رکھ کر اللہ کا کلام

(سورہ فاتحہ) پڑھ کر دعا مانگی اور جو کی روٹی اور دودھ صحابی حضرت ابوہریرہ کو دے کر کہا تم کھاؤ، اور سب میں تقسیم کروا
س سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں کھانا کھانا اور تقسیم کرنا جائز ہے، مگر کچھ لوگ قبرستان میں کھانا کھانے کو حرام قرار دیتے
ہیں تو وہ کس قسم کا کھانا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

کسی متعین دن ایصال ثواب اور کھانا وغیرہ بنانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، ملا علی قاریؒ کی طرف نسبت کرتے ہوئے جو روایت نقل کی گئی ہے، وہ مطلقاً غیر معتبر ہے، اُن سے اس طرح کی کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

وفي البزازية :ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول و الثالث وبعد الأسبوع۔ (شامی کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا ۱۴۸/۳)

ويكره اتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراءة للختم أو القراءة أو الإخلاص، فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره۔ (بزازية على هامش الهندية ۴/ ۸۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مزار پر جا کر پیروں سے مانگنا؟

سوال (179):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کسی غیر اللہ سے مانگنا جیسے کسی مراز پر جا کر پیر سے کوئی مانگتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو ہم بھی ماں باپ یا کسی رشتہ دار سے مانگتے ہیں اور یہ بھی، تو غیر اللہ ہے اور یہ جائز ہے تو کیا وجہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب و باللہ التوفیق :

غیر اللہ (خواہ زندہ ہو یا مردہ) سے ایسی چیز مانگنا جو اس کے دائرہ اختیار سے باہر اور صرف قدرتِ خداوندی کے ساتھ مختص ہے جائز نہیں ہے، نیز غیر اللہ سے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہی اصل میں دینے والا، مرض ہٹانے والا پریشانی دور کرنے والا وغیرہ وغیرہ ہے، شرک ہے، اسی بنا پر مزار پر جا کر پیروں سے مانگنے اور ان کی منت رکھنے کی سخت ممانعت ہے اور یہ فعل اسلام میں قطعاً حرام ہے، اور زندوں سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں وہ ایسی نہیں ہوتیں جو ان کے اختیار میں نہ ہوں، مثلاً روپیہ دینا، مدد کرنا وغیرہ، اور نہ یہ سمجھ کر زندوں سے مانگا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ وہی اصل میں داتا ہیں، لہٰذا ان سے مانگنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، ہاں اگر کسی زندہ کے بارے میں ایسی صفات کا عقیدہ رکھے جو صرف اللہ

تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں، تو ان سے بھی اس طرح مانگنا حرام ہوگا۔

ومن مظنات الشرک أنهم کانوا یستعینون بغیر اللّٰہ في حوائجهم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لهم یتوقعون أنجام مقاصدهم بتلک النذور ویتلون أسمائهم رجاء برکتها۔ (حجة اللّٰہ البالغه ۶۲، ۱/۱۸۶ حجاز دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگوں کے نام پر عرس منانا؛

سوال (180):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اعراس بزرگانِ دین صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق:

بزرگوں کا عرس منانا بلاشبہ بدعت اور ممنوع ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۵)

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحینؒ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

عن أبي هریرة رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا تجعلوا قبري عیداً۔ (سنن أبي داؤد رقم: ۲۰۴۲، سنن الترمذي رقم: ۱۰۱۸، مسند أحمد ۲/۳۶۷، مشکوٰة المصابیح/باب الصلاة علی النبي في التشهد ۱/۸۶)

یعنی میری قبر کو عید مت بناؤ اور مجمع البحار میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

لا تجعلوا قبري عیداً أي لا تجعلوا زیارة قبري عیداً أو قبري مظهر عید أي لا تجتمعوا الزیارة اجتماعکم للعید فإنه یوم لهو وسرور وحال الزیارة بخلافه۔ (مجمع بحار الأنوار ۲/۴۴۵)

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عرس منانے اور عید کے دن کی طرح آپ کے روضہ اطہر پر میلہ لگانے کی اجازت نہیں ہے، تو دوسروں کے لئے اس کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ غالباً اسی بنا پر بعض بریلوی علماء بھی عرس کے وقت مزارات پر نہ جانے کا فتویٰ دیتے ہیں، چناں چہ مولانا حشمت علی صاحب نے اپنی تصنیف مجمع الوسائل ۱/۱۱۰ میں اسے تحریر کیا ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۲/۳۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مزاروں پر جاکر مردوں کے وسیلے سے منت مانگنا؟

سوال (181):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : مزاروں پر جاکر ان کے وسیلے سے کوئی منت مانگنا جائز ہے یا نہیں، یا اس طرح کہنا صاحب قبر سے کہ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، اللہ تعالیٰ سے میری سفارش کردیجئے کہ میرا فلاں کام ہوجائے، جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

اگر اللہ تعالیٰ سے براہِ راست دعا مانگے اور اسی بزرگ کو وسیلہ بنالے تو یہ درست ہے۔

اور بزرگوں سے خطاب کرکے یہ نہ کہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میرا کام کرادیجئے؛ اس لئے کہ اس کے جواز اور عدم جواز کا مدار مسئلہ سماع موتی پر ہے، جو برابر مختلف فیہ رہا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۱۴۲، فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۴۴۱)

وقال في الشامي : وقد عد من آداب الدعاء التوسل على ما في الحصن ـ فيه : وقال السبكي : يحسن التوسل بالنبي إلى ربه ولم ينكره أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تيمية فابتدع مالم يقله عالم قبله ـ (شامی کراچی ۶/ ۳۹۷، زکریا ۹/ ۵۶۹، البحر الرائق ۸/ ۲۰۷، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۳۰۲، عین الهداية زكريا ۴/ ۳۵۷، روح المعاني ۶/ ۱۲۸)

إن التوسل بجاه غير النبي صلى الله عليه وسلم لا بأس به أيضاً إن كان المتوسل بجاهه مما علم أن له جاهاً عند الله تعالىٰ كالمقطوع بصلاحه وولايته، وأما من لا قطع في حقه بذٰلك فلا يتوسل بجاهه ـ (روح المعاني ۶/ ۱۲۹، المائدة : تحت آية : ۳۵، مطبوعة مصطفائية ديوبند، المدخل ۱/ ۲۵۴ مصر، بحواله : فتاوىٰ محمودیہ میرٹھ ۳/ ۱۳۲ - ۱۴۶، امداد الفتاویٰ زکریا ۴/ ۳۶)

وقال السبكي : يحسن التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم إلى ربه ولم ينكره أحد من السلف والخلف إلا ابن تيمية فابتدع مالم يقله عالم قبله ـ (رد المحتار، الحظر والإباحة/ فصل في البيع ۹/ ۵۶۹ زكريا، ۶/ ۳۹۷)

عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين في حياتهم وبعد وفاتهم بأن يقول في دعائه : اللّٰهم إني أتوسل إليك بفلان أن تجيب دعوتي وتقضي حاجتي إلى غير ذٰلك ـ (المهند على المفند ۱۳ - ۱۲، عقائد أهل السنة والجماعة مدلل ۱۷۵ لاهور) فقط والله تعالىٰ اعلم

قبر کے سامنے جھک کر سلام کرنا اور مزار کو چومنا؟

سوال (182):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : صاحب قبر کے احترام میں تھوڑا جھک کر سلام کرنا اس طرح جیسے بادشاہوں کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا یا قدم بوسی کے نام پر مزار کو چومنا کہ بشکل سجدہ قدموں پر گرجانا جائز ہے یا نہیں، اس صورت میں کہ بشکل سجدہ قدموں میں گرجانے کو زید کہتا ہے کہ یہ سجدہ نہیں ہے؛ بلکہ احتراماً قدم بوسی ہے، سجدہ کے لئے تین چیزیں شرط ہیں : قبلہ رخ ہونا، نیت کرنا، تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔ برائے کرم جواب دیں؛ تاکہ شرک واحترام کا فرق معلوم ہوسکے اور اسلاف نے بھی مزاروں پر حاضری دی ہے، ان کا کیا معمول تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

قبر کے سامنے جھک کر سلام کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور مزار کو چومنا اور سجدہ کی ہیئت اختیار کرنا اگر بنیت عبادت ہو تو موجب کفر ہے، ورنہ حرام اور سخت گناہِ کبیرہ ہے۔

تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضي به أثمانِ؛ لأنه يشبه عبادة الوثن، وهل يكفران؟ على وجه العبادة والتعظيم كُفِر، وإن على وجه التحية لا، وصار آثماً مرتكباً للكبيرة۔ (درمختار) وفي الشامي : وفي المحيط أنه يكره الإنحناء للسلطان وغيره۔ (شامی کراچی ۶/۳۸۳، زکریا ۹/۵۵۰، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶)

عبارت بالا سے صاف معلوم ہوا کہ حرمت کے لئے محض سجدہ کی ہیئت اور بوسہ دینا کافی ہے خواہ وہ کسی طرح ہو؛ اس لئے زید کا یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ سجدہ وہی کہلائے گا جس میں مذکورہ تین شرطیں پائی جائیں، یہ زید کی من گھڑت بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متفرقات

درود تاج پڑھنا:

سوال (183):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : درود تاج پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

درود تاج میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اسے ترک کر کے دیگر درود شریف جو صحیح سندوں سے منقول ہیں انہیں پڑھنا چاہئے۔ (مستفاد : فتاویٰ محمودیہ ۳/ ۲۲۱ ڈابھیل)

قال الملاعلي القاري بعد بحث :فأرادوا تعليم الصلاة أيضاً على لسانه بأن ثواب الوارد أفضل وأكمل۔ (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، الصلاة/باب الصلاة على النبي او فضلها ۳/ ٦ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیر میں شہادتین تک بیٹھے رہنے کو لازم سمجھنا بدعت ہے؛

سوال (184):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : بعض لوگ تکبیر کے وقت شروع میں ہی کھڑے ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ شہادتین تک بیٹھے رہتے ہیں، پہلے لوگ کھڑے ہونے کو سنت اور بیٹھنے کو مستحب کہتے ہیں، کیا مسئلہ ایسا ہی ہے، اگر کوئی حدیث ہو تو وہ بھی لکھ دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہوجانا چاہئے؛ تاکہ صفوں کی درستگی کا کام بسہولت انجام دیا جاسکے، بعض احادیث سے بھی ابتداء تکبیر سے صحابہ کے کھڑے ہونے کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے شہادتین یا اس کے بعد تک بیٹھے رہنے کے التزام کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور اس پر اصرار بدعت ہے اور آج کل اہل بدعت کا شعار بن گیا ہے۔ (مستفاد : جواہر الفقہ ۱/ ۳۱٦)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه يقلو :أقيمت الصلاة فقمنا وعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم۔ (صحيح مسلم ۱/ ۲۲۰)

ولها آداب :تركه لا يوجب إساءة ولا عتاباً۔ (درمختار زكريا ۲/ ۱۷۵)

من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة، أو منكر۔ (مرقاة المفاتيح، الصلاة/باب الدعاء عند التشهد ۳/ ۲٦ تحت رقم : ۹٤٦ بيروت، امداد الفتاوى ۵/ ۲۲٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ربن کاٹ کر دوکان وغیرہ کا افتتاح کرنا؟

سوال (185):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کسی دوکان کے افتتاح کے وقت ربن وغیرہ کاٹنے کا جورواج ہے اس کی شریعت میں کیاحیثیت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

دوکان کے افتتاح کے وقت ربن وغیرہ کاٹنے کا جورواج ہے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور چوں کہ اس میں کفار کی مشابہت ہے اس لئے اس کا ترک کرنالازم اورضروری ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما قال :قال رسول اللّٰہ ا :من تشبه بقوم فهو منهم۔(سنن أبي داؤد، اللباس/باب في لبس الشهرة رقم : ۴۰۳۱)فقط واللّٰہ تعالی اعلم

مسجد کے طاق اور محراب میں مٹھائی رکھنا؟

سوال (186):-

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : کچھ مستورات مسلسل مسجد کی محراب میں بنے ہوئے طاق کو مٹھائی اور اگربتی وغیرہ سے بھرتی ہیں، بعدہ وہ مٹھائی مسجد میں آنے والے نمازی بہت کوشش کے ساتھ حاصل کرکے خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت مبارکہ کی رو سے یہ کہاں تک جائز ہے اور اس عمل کے کرنے والے اور اس مٹھائی کے کھانے والے کہاں تک درست ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق :

خاص طاق میں مٹھائی وغیرہ رکھنا اور اگربتی جلانا اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے؛ بلکہ یہ عمل نعوذ باللہ مندروں میں دیئے جانے والے چڑھاوے سے مشابہ ہے، عموماً جاہل عورتیں منت وغیرہ مان کر یہ بدعات انجام دیتی ہیں، مال دار اور صاحب استطاعت لوگ اس کو نہ کھائیں اور اس بدعت کو روکنے کی کوشش کریں۔(مستفاد : فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/ ۱۳۶، فتاویٰ رشیدیہ ۵۴۸)

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما قال :قال رسول اللّٰہ ا :من تشبه بقوم فهو منهم۔(سنن أبي داؤد، اللباس/باب في لبس الشهرة رقم : ۴۰۳۱)

عن أبي سعيد الخدري ص قال :سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم يقول :من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه، وذٰلك أضعف الإيمان۔(صحيح مسلم/كتاب الإيمان

رقم : ۴۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

واجب الاکرام شخص کی قدم بوسی کرنا؟

سوال (187):-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ : حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ فتاوی محمودیہ ۱/ ۱۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ : جو شخص واجب الاکرام ہو اس کی قدم بوسی کی اجازت ہے؛ لیکن اعتقاد میں غلو نہ ہو، تو حضرت یہ بات سمجھ کے باہر ہے۔ آج غیر مقلدوں کا ستارہ بلندی پر ہے اس لئے یہی سب باتیں عوام میں بتا کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں، اس لئے خلاصہ مفصل ارشاد فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق :

محبت وعظمت کی بنا پر واجب الاحترام شخص کی قدم بوسی کی گنجائش اگرچہ بعض روایات سے مستفاد ہوتی ہے؛ لیکن آج کل چوں کہ عوام میں بے اعتدالی حد سے زائد ہے، اس لئے اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، اور اس کے جواز پر غیر مقلدوں کا اعتراض بے جا ہے؛ کیوں کہ جس عمل کی گنجائش حدیث وآثار سے ہو اس کو بلا شرط مطلقاً ممنوع نہیں کہا جاسکتا، چند روایات ملاحظہ ہوں:

عن زارع رضي اللّٰہ عنه - وكان في وفد عبد القيس - قال : لما قدمنا المدينة فجعلنا نتبادر من رواحلنا، فنقبل يد رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم ورجله، وانتظر المنذر الأشج حتى أتى عيبته۔ (سنن أبي داؤد ۲/ ۷۰۹)

عن صفوان بن عسال رضي اللّٰہ عنه قال : قال يهودي لصاحبه : إذهب بنا إلى هذا النبي، فقال صاحبه : لا تقل نبي، أنه لو سمعک، كان له أربعة أعين، فأتيا رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم، فسألاه عن تسع آيات بينات - إلى قوله - قال : فقبلوا ايديه ورجليه، وقالوا : نشهد أنک نبي الخ۔ (سنن الترمذي ۲/ ۱۰۲)

لأنه لم يكن ذلک من باب التحية والتعظيم، بل من باب الاستحسان؛ لأنه وقع ذلک عنهم لما سألوه عن الآيات التسع، وأجابهم صلى اللّٰہ عليه وسلم عنها، وما روى أبو داؤد ولا حجة لهم فيه أيضا؛ لأنه لم يكن من باب التحية والتعظيم بل من باب المحبة والشوق، كما يدل عليه قول : فجعلنا نتبادر۔ (إعلاء السنن ۱۷/ ۴۲۶)

وفي الشامية : قال الإمام العيني بعد الكلام : فعلم إباحة تقبيل اليد والرجل والرأس والكشح، كما علم من الأحاديث۔ (شامي زكريا ۹/ ۵۴۶)

وفي الدر : طلب من عالم أو زاهد أن يرفع إليه قدمه، ويمكنه من قدمه ليقبله أجابه، وقيل : لا يرخص فيه، وتحته

في الشامية :قوله :أجاب، لما أخرجه الحاكم :أن رجلاً إلى النبي صلى اللّٰہ علیه وسلم (إلى قوله) فقال :ثم أذن له، فقبل رأسه ورجله۔ (شامي زكريا ۹/ ۵۵۰) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

وفق الله الجميع لما فيه رضاه، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

